

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب :	رمضان المبارک کے فضائل اور مسائل (جلد دوم)
از :	حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
مرتب :	ڈاکٹر محمد فاروق اعظم حبان قاسمی
کتابت و تزئین :	حبان گرافکس بنگلور
صفحات :	288
تعداد :	گیارہ (۱۱۰۰) سو
قیمت : روپے
ناشر :	

مرتب کا مکمل پتہ

RAHEEMI SHIFA KHANA

#248, 6th Cross, Gangondanahalli Main Road,
Nayandhalli Post, Maysore Road
BANGALORE - 560039 (INDIA)
Ph.: 080-23180000, 23397836/72
www.raheemishifakhana.com
E-mail.: raheemishifakhana@yahoo.com

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ
اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پر بہرگار بنو۔

رَمَضَانَ الْمُبَارَكِ كِے فَضَائِلُ اور مَسَائِلُ

جلد دوم

یعنی

شیخ طریقت حبیب الامت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی رحمۃ اللہ علیہ پرتھواولی

خلیفہ و حجاز حضرت اذق الامت پرنامبرٹ (خلیفہ و حجاز حضرت شیخ الامت جلال آبادی) بانی و مہتمم دارالعلوم محمدیہ خانقاہ رحیمی

کے بیانات اور پسندیدہ مضامین کا مجموعہ

مرتب

ڈاکٹر محمد فاروق اعظم حبان قاسمی
نائب مہتمم دارالعلوم محمدیہ بنگلور

ناشر

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
1	انتساب	16
2	رشحاتِ حبانی	17
3	ماہ شعبان و شبِ برأت کے فضائل و معمولات	19
	شعبان منتخب مہینہ ہے	19
	ماہ شعبان میں نبی کریم ﷺ کا معمول	20
	رسول اللہ ﷺ کا مہینہ شعبان ہے	21
	ماہ شعبان میں اصحاب کرام کے معمولات	21
	شبِ برات کے فضائل و برکات	22
	یہ قرآن مبارک ذکر ہے	23
	شبِ برأت میں حضور ﷺ کی دعاء	25
	اس رات کے اعمال و افعال	26
	یہ نصف شعبان کی رات ہے	27

28	بعض زندوں کو مردوں کی فہرست میں	
29	چار راتوں میں خیر کے دروازے کھلے ہوتے ہیں	
29	رحمت کے تین سو دروازے کھلتے ہیں	
30	وہ لوگ جو اس مقدس رات میں بھی بخشنے نہیں جاتے	
31	فرشتوں کی دو عیدیں	
32	شبِ برات کے مختلف نام	
34	راتیں جن میں قیام کرنا مستحب ہے	
35	شبِ بیداری برائے عبادت ہو	
36	شعبان اور رمضان	
37	حضرت حسن بصری اور نصف شعبان	
37	پندرہویں شب میں ہونے والی مروجہ بدعات کی تفصیل	
39	شبِ برات کی نفل نمازیں	
40	دعائے نصف شعبان المعظم	
42	رمضان سے پہلے تیار کریں	4
43	ماہ شعبان میں روزوں کی کثرت	
43	رمضان سے دو دن پہلے روزہ نہ رکھنے کی علت	
43	رمضان میں فرض کا ثواب ستر گنا	
44	رمضان، ہمدردی کا مہینہ	
45	رمضان کا استقبال کیسے کریں؟	5
48	رمضان المبارک میں ایک مومن کا نظام الاوقات	
53	رمضان میں ہم کیا کریں؟	

- 55 کیا رمضان میں آپ تبدیلی چاہتے ہیں؟
- 55 اپنے اندر تبدیلی کے شرائط
- 56 ہمت مرداں مدد خدا
- 60 رمضان میں کرنے والے اعمال
- 61 رمضان کا صبح سے لے کر شام تک اعمال نامہ
- 64 رمضان سے پہلے اور رمضان بعد کیسے زندگی گزاریں؟
- 65 منکراتِ رمضان
- 69 روزہ اور رمضان احادیث مبارکہ کی روشنی میں
- 70 روزہ کی حفاظت
- 71 قیامِ رمضان
- 71 رمضان اور قرآن
- 72 رمضان میں سخاوت
- 72 روزہ افطار کرانا
- 72 روزہ میں بھول کر کھاپی لینا
- 73 سحری کھانا
- 73 افطار
- 73 روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے
- 74 سردی میں روزہ
- 74 جنابت روزہ کے منافی نہیں
- 74 روزہ میں مسواک
- 75 روزہ میں سرمہ

- 75 اگر روزہ دار کے پاس کھایا جائے
- 75 آخری عشرہ میں عبادت کا خاص اہتمام
- 75 شب قدر
- 76 اعتکاف
- 76 آخری رات میں بخشش
- 77 عید کا دن
- 77 صدقہ فطر
- 78 شوال کے چھ روزے
- 78 چند مسنون دعائیں
- 78 افطار کی ایک اور دعا
- 79 شب قدر کی دعا
- 80 عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے روزے اور رمضان
- 83 رمضان میں ہونیوالے بعض اہم واقعات
- 86 سب سے طویل مدت کے روزے رکھنے والوں کا شہر فن لینڈ
- 89 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز تراویح باجماعت پسند تھی
- 90 نماز تراویح کا اہتمام
- 91 ترتیل کے ساتھ تلاوت
- 91 تلاوت کا حق ادا کرنے والوں کے ساتھ تراویح پڑھو
- 93 نماز تراویح اور رکعات کی تعداد
- 98 الشیخ محمد بن ابراہیم بن عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ سابق مفتی عام سعودی عرب
- 100 الشیخ احمد بن عبدالعزیز الحمدانی رحمۃ اللہ علیہ

101	شیخ محمد بن عبد الوہاب <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کا فتویٰ	
102	عبداللہ بن محمد بن عبد الوہاب <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کا قول	
103	صلوٰۃ التراويح	
105	نماز تراویح عہد نبوی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> میں	
106	تراویح عہد صدیقی <small>رضی اللہ عنہ</small> میں	
107	تراویح عہد فاروقی <small>رضی اللہ عنہ</small> میں	
108	تراویح عہد عثمانی <small>رضی اللہ عنہ</small> میں	
108	تراویح عہد علی <small>رضی اللہ عنہ</small> میں	
108	حرم کی شریف میں تراویح	
109	مسجد نبوی شریف میں تراویح	
109	ایسا ثبوت کہ جس کا جواب نہیں!	
110	بیس رکعت تراویح کا ثبوت	12
121	آیات سجدہ اور ان کی تفصیلات	13
123	پہلا سجدہ	
124	دوسرا سجدہ	
125	تیسرا سجدہ	
126	چوتھا سجدہ	
126	پانچواں سجدہ	
128	چھٹا سجدہ	
128	ساتواں سجدہ	

129	آٹھواں سجدہ	
130	نواں سجدہ	
131	دسواں سجدہ	
133	گیارہواں سجدہ	
134	بارہواں سجدہ	
135	تیرہواں سجدہ	
136	چودھواں سجدہ	
139	تراویح کے مسئلے کو متنازع نہ بنایا جائے	14
140	آنحضرت <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کا مبارک عمل	
141	حضرات خلفاء راشدین <small>رضی اللہ عنہم</small> کا عمل	
141	حضرت عمر فاروق <small>رضی اللہ عنہ</small> کا مبارک دور	
143	حضرت عثمان <small>رضی اللہ عنہ</small> کا مبارک دور	
144	حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا مبارک دور	
145	دیگر صحابہ <small>رضی اللہ عنہم</small> و تابعین <small>رضی اللہ عنہم</small> کا عمل	
145	سیدنا عبداللہ بن مسعود <small>رضی اللہ عنہ</small>	
145	سیدنا ابی بن کعب <small>رضی اللہ عنہ</small>	
146	حضرت عطاء بن ابی رباح <small>رضی اللہ عنہ</small>	
146	حضرت ابراہیم نخعی <small>رضی اللہ عنہ</small>	
146	حضرت شیبتر بن شبل <small>رضی اللہ عنہ</small>	
146	حضرت ابوالبختری <small>رضی اللہ عنہ</small>	
147	حضرت سوید بن غفلہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	

- 147 حضرت ابن ملکیہ رضی اللہ عنہ
- 147 حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ
- 148 حضرت علی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ
- 148 حضرات ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم
- 149 امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ
- 149 امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ
- 149 امام محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ عنہ
- 150 امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ
- 150 حضرات مشائخ عظام رحمہم اللہ تعالیٰ
- 150 شیخ ابو حامد محمد غزالی رضی اللہ عنہ
- 150 شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ
- 151 شیخ امام عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ عنہ
- 152 رمضان میں خواتین کیلئے چند احکام 15
- 152 بچی پر روزہ کب واجب ہوتا ہے؟
- 153 حیض اور نفاس والی خواتین
- 153 حاملہ اور دودھ پلانے والی خاتون
- 154 بوڑھی عورت جو روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو
- 155 رمضان میں خواتین کے لئے چند نصیحتیں
- 156 رمضان المبارک اور خواتین 16
- 156 جنت کا راستہ
- 156 شوہر کی خوشنودی

- 157 اپنے واجبات کو پورا کرنا
- 157 خواتین کا تراویح سننا اور سنانا
- 159 خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا جائز نہیں
- 160 مرد و زن اعمال و ثواب میں برابر ہیں
- 162 روزوں میں خواتین کا صدقہ ادا کرنا
- 163 کیا خواتین اپنے زیورات کی زکوٰۃ دیتی ہیں؟
- 165 زیورات کی زکوٰۃ نکالنے کا طریقہ
- 165 زکوٰۃ کیسے دی جائے؟
- 166 مسلم خواتین اور عید
- 167 رمضان المبارک میں صحت مندر رہنے کا طریقہ 17
- 171 اعتکاف 18
- 174 روزہ کا فدیہ 19
- 176 اختیار کی حکمت
- 177 فدیہ کی اجازت کس کس کے لئے؟
- 178 فدیہ کی مقدار
- 180 روزے کی قضا اور کفارہ 20
- 180 کفارہ
- 182 شب قدر کی فضیلت 21
- 183 یہ سورہ کب نازل ہوئی
- 184 شمعون عابد کی کرامت
- 185 شمعون کی بددعا

- 186 ہزار مہینے جہاد کیا
- 186 چار پیغمبروں کا تذکرہ
- 187 شب قدر کون سی رات ہے؟
- 189 شب قدر میں کیا کرے
- 190 تمہیں کیا معلوم لَيْلَةُ الْقَدْرِ کیا ہے؟ 22
- 192 شب قدر کی برکات سے محروم لوگ
- 192 شب قدر میں کن امور سے بچنا چاہئے۔
- 194 لیلۃ القدر کون سی رات ہے
- 194 شب قدر میں عبادت کیسے کی جائے
- 195 شب قدر کی مخصوص دعا
- 196 رمضان المبارک کا حجۃ الوداع 23
- 198 روزہ کا دار کی پہچان
- 199 نیک بندوں کا ریکارڈ
- 200 ایک عجیب و غریب فرشتہ
- 202 جنتی کا کھانا کیسا ہوگا؟
- 203 جنت کی سواریاں اور حوریں
- 204 دوزخ میں پتھر گرنے کی آواز
- 204 جب ایک ستارہ ٹوٹ کر سمندر میں گرا
- 205 کیا جنت میں تھکے بھی ملے گا؟
- 205 روزہ نہ رکھنے والے کو سزا
- 207 صدقہ فطر کا بہتر مصرف

- 209 الوداع اے ماہ رمضان 24
- 212 آداب یوم العید 25
- 214 عید کی حقیقی مسرت
- 217 عیدین انعامات الہی ہیں 26
- 217 شب عید
- 218 چاند رات
- 219 عید کا دن
- 221 عید کی نماز سے پہلے
- 221 عید شعائر اسلام
- 223 عید اور خواتین
- 223 عید اور فکرِ آخرت
- 226 عیدین کا فلسفہ 27
- 227 مسلمانوں کے لئے دو عیدیں
- 230 عید نبوی ﷺ 28
- 231 عید منانے کا حق کس کو ہے؟
- 233 اللہ والوں کی عید کیسی؟ 29
- 233 شہزادے کی عید
- 233 شہزادیوں کی عید
- 234 عید صرف اجلے کپڑے پہننے کا نام نہیں
- 235 شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی عید
- 236 عید کس کے لئے ہے

- 236 سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عید
- 237 ہماری خوش فہمی
- 238 شیطان کا اوپلا
- 238 کیا شیطان کامیاب ہے
- 239 صدقہ فطر کی مقدار
- 239 عید کا تحفہ
- 240 عید کی اکیس سنتیں اور آداب
- 242 رمضان کے بعد کی زندگی 30
- 243 موت کے بعد کی زندگی
- 244 بڑی بڑی نیکی کا ارادہ کرو
- 245 دنیا راحت طلبی کے لئے نہیں
- 246 موت کو کثرت سے یاد کرنے کا فائدہ
- 247 زندگی گزارنے کا اصل معیار
- 248 آہ وہ کیسے نیک لوگ تھے؟
- 250 ایک عمل کے بعد دوسرے عمل کی توفیق
- 252 رمضان کے بعد کھانے پینے میں طیبی ہدایات 31
- 253 مہینے بھر کی ٹریننگ کے بعد
- 254 روحانی ٹریننگ کا مقصد
- 256 ہر بیماری کی ابتداء
- 257 ماہ شوال کی اہمیت و فضیلت 32
- 257 طائف کا سفر

- 258 غزوہ احد
- 259 فوج کا علم مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر کو دیا
- 259 ابودجانہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار دی
- 260 غزوہ حنین
- 261 نجیف بوڑھا شخص میدان جنگ میں
- 263 شوال کے چھ روزے 33
- 264 شوال میں روزے رکھو
- 265 شوال کے روزوں کی اہمیت
- 266 خیر القرون میں شوال کے روزے
- 269 ایام بیض کے روزے 34
- 269 شان نزول
- 270 کینہ ختم ہو جاتا ہے
- 270 گناہوں کی معافی
- 271 جہنم سے بچاؤ
- 271 ایام بیض کا روزہ
- 272 تاریخ کون سی ہو
- 273 دن کون سا ہو
- 274 روزہ رکھنا منع ہے
- 275 صدقہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ 35
- 276 خرچ کرنے کی ترغیب
- 276 کشادہ دہتی کی توثیق

- 278 صدقہ کے خواص و برکات
- 278 قیامت کے دن مومن پر صدقہ کا سایہ
- 279 ضرورت مندوں پر خرچ کرنے کا ثواب
- 280 جانوروں کو کھلانا پلانا بھی صدقہ ہے
- 280 کس وقت کے صدقہ کا ثواب زیادہ ہے
- 281 یہ طرز عمل ٹھیک نہیں
- 282 اہل و عیال پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے
- 283 اہل قرابت پر صدقہ کی خاص فضیلت
- 283 مرنے والوں کی طرف سے صدقہ
- 24 صدقے کا دروازہ کھلا ہوا ہے

☆☆☆

بحمد اللہ تعالیٰ ”رمضان المبارک کے فضائل اور مسائل“ جلد دوم کا

انتساب

والد بزرگوار شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر
حکیم محمد ادریس حبان رحیمی رحمۃ اللہ علیہ کے حفظ القرآن کے ابتدائی استاذ
محترم حضرت مولانا شریف احمد صاحب مفتاحی چھپرولوی دامت
برکاتہم سابق مدرس مدرسہ کاشف العلوم چرتھاول کے نام معنون
کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کا سایہ عافیت تادیر نصیب فرمائے،
آمین یا رب العالمین!

خاکپائے آستانہ حضرت حبیب الامت رحمۃ اللہ علیہ

محمد فاروق اعظم حبان قاسمی

خانقاہ رحیمی و نائب مہتمم دارالعلوم محمدیہ بنگلور

۱۷ ربیع الثانی بروز جمعرات ۱۳۳۲ھ

مطابق ۲۸ فروری ۲۰۱۳ء بعد نماز عشاء

رشحاتِ حَبَانِی

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ. أَمَّا بَعْدُ!

دور جدید میں انسان مال و متاع کی طرف دوڑ رہا ہے۔ اور سائنسی نقطہ نظر سے انسان نے اپنے آپ کو ایک مشین کی شکل دیدی ہے۔ ہر طرف سے توجہ بتا کر صرف اور صرف مادی ترقیات کی جانب مبذول کر دی گئی ہیں۔ ہر چیز کو پیسے کے وزن سے تولا جا رہا ہے۔ جہاں زر و جواہر کی ریل پیل میں وہاں کی فضاء میں رہنا اور ان جیسا اپنا حق سمجھنے لگا ہے۔

ہائے انسان جیسی قیمتی مخلوق نے اپنے زندگی کے مقصد کو بھلا کر مادیت کی بقا کے لئے سب کچھ داؤ پر لگا کر یہ سمجھ لیا ہے کہ یہی مقصود اصلی ہے۔ آئے دن کے حادثات۔ قدرتی آفات اور طاغوتی قوتوں کی جانب سے کمزور اور نہتے ممالک پر بمباری سے بھی ہماری آنکھیں نہ کھل سکیں۔

ایسے کثیف دور میں جو پاکیزہ نفوس قرآن و سنت کی ترویج و اشاعت میں لگے ہیں۔ قابل مبارک باد ہیں۔ عزیز ی ڈاکٹر محمد فاروق اعظم حبان قاسمی نے ”رمضان المبارک کے فضائل اور مسائل“ کے عنوان پر مشتمل مسودہ مجھے دکھلایا میں

نے شروع تا آخر اس کو پڑھا۔ دل سے دعائیں نکلیں کہ صرف رمضان المبارک کے متعلق وہ سب کچھ جو ایک عمل کرنے والے مسلمان کو ضرورت ہے۔ بحمد اللہ اس میں موجود ہے۔ حق تعالیٰ شانہ عزیزم کی اس مبارک سعی کو قبول فرمائے۔ اور بندہ کے لئے بھی ذخیرہ آخرت بنائے اور عوام و خواص کے لئے نافع بن کر اپنی خوشنودی کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ.
بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

خاکپائے آستانہ

حضرت حاذق الامت

محمد ادریس حبان رحیمی

خانقاہ رحیمی و دارالعلوم محمدیہ بنگلور

۲۱ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۷ فروری ۲۰۱۳ء

بروز بدھ بعد نماز عشاء



ماہ شعبان و شب برأت کے فضائل و معمولات

اس ماہ میں نیکیوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، برکتوں کا نزول ہوتا ہے، خطاؤں کو معاف کیا جاتا ہے رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام کی کثرت کی جاتی ہے بلکہ حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس ماہ کو نبی ﷺ پر درود شریف بھیجے کا خاص مہینہ قرار دیا ہے۔ (غنیۃ الطالبین اردو ص: ۳۲۱)

شعبان منتخب مہینہ ہے

ارشاد باری: وَرَبِّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ”تیرا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور ان میں سے جسے چاہتا ہے انتخاب فرمالتا ہے۔“

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہر نوع سے چار کا انتخاب فرمایا پھر ان چار سے ایک کا انتخاب فرمایا۔ ملائکہ سے اللہ تعالیٰ نے چار کو منتخب فرمایا، حضرت جبرئیل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل اور حضرت عزرائیل علیہم السلام پھر ان چار میں سے حضرت

جبرئیل علیہ السلام کو منتخب فرمایا۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام میں حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور ان میں سے جان عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب فرمایا۔ صحابہ کرام سے چار کو پسند فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم پھر ان میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا۔ مساجد میں چار مسجدیں پسند فرمائیں، مسجد حرام، مسجد اقصیٰ، مسجد مدینہ اور مسجد طور سینا پھر ان میں سے مسجد حرام کو منتخب فرمایا۔ دنوں میں چار دنوں کو پسند کیا: یوم الفطر، یوم الاضحیٰ، یوم عرفہ اور یوم عاشورہ پھر ان چاروں میں سے یوم عرفہ کو پسند کیا۔ چار راتیں پسند فرمائیں: ”شب برات، شب قدر، شب جمعہ، اور شب عیدین، ان چاروں میں سے شب قدر کو انتخاب فرمایا۔ بستنیوں میں سے چار بستنیوں کو پسند فرمایا ہے، مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، بیت المقدس اور مساجد العشا، ان چاروں میں سے مکہ مکرمہ کو چن لیا۔ پہاڑوں سے چار پہاڑ انتخاب فرمائے: احد، طور سینا، کام اور لبنان، ان میں سے طور سینا کو منتخب فرمایا دریاؤں میں سے چار دریا پسند فرمائے، جیحون، سیحون، نیل اور فرات، ان میں سے فرات کو منتخب فرمایا۔“

مہینوں میں سے چار مہینے پسند فرمائے۔ رجب، شعبان، رمضان اور محرم۔ ان میں سے شعبان کو منتخب فرمایا اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہینہ قرار دیا پس جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء میں افضل ہیں اسی طرح تمام مہینوں میں ماہ شعبان افضل ہے۔ (غنیۃ الطالبین اردو ص: ۳۲۰)

ماہ شعبان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول

ماہ شعبان سے متعلق معمولات نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ شعبان میں کثرت سے روزے رکھتے تھے۔ میں

نے سوائے ماہ رمضان کے حضور اقدس ﷺ کو کسی مہینے کے پورے روزے رکھتے نہیں دیکھا۔ محدثین نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: رجب اور رمضان کے درمیان شعبان کا مہینہ ہے۔ لوگ اس کی طرف سے غفلت برتتے ہیں حالانکہ اس ماہ مبارک میں بندوں کے اعمال اللہ عزوجل کے حضور پیش کئے جاتے ہیں۔ اس لئے میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال اللہ کے حضور اس طرح پیش ہوں کہ میرا روزہ ہو۔ (الترغیب والترہیب ص: ۳۲۵)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ رمضان کے علاوہ کسی مہینے میں اتنے روزے نہیں رکھتے تھے جتنے ماہ شعبان میں رکھتے۔

رسول اللہ ﷺ کا مہینہ شعبان ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: شعبان میرا مہینہ ہے، رجب اللہ عزوجل کا اور رمضان میری امت کا۔ شعبان گناہوں کو دور کرنے والا ہے اور رمضان بالکل پاک کر دینے والا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ رجب کا شرف اور فضیلت باقی مہینوں پر ایسی ہے جیسے دوسرے کلاموں پر قرآن مجید کی فضیلت اور تمام مہینوں پر شعبان کی فضیلت ایسی ہے جیسے تمام انبیاء پر میری فضیلت اور دوسرے مہینوں پر رمضان کی فضیلت ایسی جیسے تمام کائنات پر اللہ کی فضیلت۔ (غنیۃ الطالین اردو ص: ۳۲۱)

ماہ شعبان میں اصحاب کرام کے معمولات

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب جب چاند دیکھ لیتے تو کلام مجید کی تلاوت میں منہمک ہو جاتے اور مسلمان اپنے اموال کی زکوٰۃ

نکالتے، اسی طرح حکام قیدیوں کو طلب کرتے اور جس پر حد قائم ہونا ہوتی اس پر حد قائم کرتے باقی مجرموں کو آزاد کر دیتے، سوداگر اپنے قرضے ادا کر دیتے، دوسروں سے اپنا قرض وصول کر لیتے اور جب رمضان کا چاند نظر آ جاتا تو دنیا کے تمام کاموں سے فارغ ہو کر اعتکاف میں بیٹھ جاتے۔ (غنیۃ الطالین اردو ص: ۳۲۱)

شب برات کے فضائل و برکات

شب برات کے فضائل و برکات قرآن مقدس سے ثابت ہیں۔ محدثین اور مفسرین کی بھی رائے یہی ہے جس کے فضائل و برکات کا انکار گویا دن کے اجالے میں سورج کے وجود سے انحراف ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ:

”حَمِّ وَالْكَبَّ ابْنِ الْمُبِينِ . اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ مُبْرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ . فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيمٍ . اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ . رَحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ اِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ“

ترجمہ: قسم اس روشن کتاب کی، بیشک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتار، بیشک ہم ڈر سنانے والے ہیں، اس میں بانٹ دیا جاتا ہے ہر حکمت والا کام، ہمارے پاس کے حکم سے بیشک ہم بھیجے والے ہیں تمہارے رب کی طرف سے رحمت بیشک وہی سنتا جانتا ہے۔

حضرت ابن عباس، قتادہ اور دیگر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ وہ رات لیلة القدر ہے جیسا کہ سورۃ القدر سے واضح ہے لیکن حضرت عکرمہ اور ایک بڑی جماعت کا خیال ہے کہ یہاں لیلة مبارکہ سے شعبان کی نصف شب یعنی پندرہویں کی رات مراد ہے۔

یہ قرآن مبارک ذکر ہے

اللہ عزوجل نے شعبان کی نصف شب یعنی پندرہویں شب کو مبارک شب قرار دیا ہی ہے مگر اس رات کے علاوہ بھی اپنے بندوں کیلئے بہت سی چیزوں کو مبارک فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس کو مبارک فرمایا ہے اور کیوں نہیں کلام الہی جو ہے، یہ قرآن مجید ہی ہے کہ بندہ براہ راست اپنے رب سے ہم کلامی کا شرف پاتا ہے تلاوت قرآن سے دلوں کو اطمینان میسر آتا ہے، بڑے بڑے جابر و ظالم کو بھی اس کی شہین اور حلاوت سے جبر و ظلم چھوڑنے پر مجبور ہوتا دیکھا گیا ہے۔ وہ بڑا ہی بدنصیب اور گستاخ دل ہوگا جو اس کی شہین کلام سے بھی فائدہ نہ اٹھاسکا، راہ راست پر اپنے آپ کو گامزن نہ کر سکا۔ دل محبت رسول میں مستغرق نہ ہو سکا۔ ارشاد باری ہے:

هَذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ أَنْزَلْنَاهُ يَاقُرْآنُ مَبَارَكٌ ذَكَرَ هُوَ جَسَمُهُ نَزَلَ كَيْفَ،
یہ قرآن ہی کی برکت ہے کہ اس کے پڑھنے والا جہنم سے محفوظ رہتا ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ جس نے قرآن شریف دیکھ کر پڑھا اللہ عزوجل اس کے ماں باپ سے عذاب ہلکا کر دیتا ہے خواہ اس کے ماں باپ کافر ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ کتب احادیث میں تالی قرآن اور حافظ قرآن کی بے شمار فضیلتیں وارد ہیں۔

اسی طری اللہ عزوجل نے شب برات کو مبارک فرمایا ہے چونکہ یہ رات اہل زمین کے لئے اپنے دامن میں رحمت، برکت، خیر اور گناہوں سے معافی کا پروانہ لے کر آتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب شعبان کی پندرہویں رات ہو تو رات کو جاگا کرو اور اس کے دن میں روزہ رکھو۔ جب سورج غروب ہوتا ہے اس وقت سے اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق آسمان دنیا پر نزول

فرماتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا تاکہ میں اس کو بخش دوں؟ ہے کوئی رزق طلب کرنے والا تاکہ میں اس کو رزق دوں؟ ہے کوئی مصیبت زدہ تاکہ میں اس کو اس سے نجات دوں؟ یہ اعلان طلوع فجر تک ہوتا رہتا ہے۔

(ابن ماجہ و تہذیبی بحوالہ ضیاء القرآن، ج ۴، ص: ۴۳۳)

اس حدیث کے ضمن میں حضرات علمائے کرام لکھتے ہیں کہ ”اور راتوں کے آخری حصوں میں یہ کرم نوازی ہوتی ہے مگر اس رات شروع سے ہی، مبارک ہیں وہ لوگ جو اس رات عبادتیں کر لیں، اور بدنصیب ہیں وہ جو یہ رات آتش بازیوں اور سمیناؤں میں گزار دیں“۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب پندرہویں شعبان کی رات ہو تو رات میں قیام کرو دن میں روزہ رکھو۔ اس حدیث شریف کی تشریح یہ ہے کہ ”بہتر یہ ہے کہ ساری رات ہی جاگ کر عبادت کرے اور اگر نہ ہو سکے تو اول رات سوئے آخر رات میں تہجد پڑھے اور زیارت قبور کرے اور تین دن روزے رکھے۔ تیرہویں، چودھویں، پندرہویں کہ ایک نفل روزہ رکھنا بہتر نہیں“۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲، ص: ۲۹۵)

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ شعبان کی پندرہویں رات شب بیداری کریں، اللہ عزوجل کے حضور سر بسجود رہیں، فراتس و واجبات سے فارغ ہو کر نوافل کثرت سے پڑھیں، اپنے پیارے آقا ﷺ پر درود بھیجیں، استغفار کریں، اپنے اور اپنے والدین اور تمام عالم اسلام کی فلاح و بہبود کی دعا کریں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ کہتی ہیں کہ ایک رات میں نے حضور کو اپنے بستر پر نہیں پایا تو میں حضور کی تلاش میں نکلی میں نے حضور کو جنت البقیع میں پایا کہ آسمان کی طرف حضور نے سر اٹھایا ہوا تھا، مجھے دیکھ کر حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو آسمان دنیا پر جلوہ

گر ہوتا ہے اور قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے جس قدر بال ہیں اتنے ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے۔ (رواہ الترمذی، بحوالہ ضیاء القرآن، ج ۳، ص: ۳۳۳)

شب برأت میں حضور ﷺ کی دعاء

حضرت معاذ بن جبل سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پندرہویں شب میں تمام مخلوق کی طرف تجلی فرماتا ہے اور ساری مخلوق کی سوائے مشرک اور بغض رکھنے والے کے سب کی مغفرت فرماتا ہے۔ (مجمع الزوائد، ج ۸، ص: ۶۵) شیخ ابونصر نے اپنے والد سے بالاسناد بیان کیا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نصف شعبان کی رات میں رسول اللہ ﷺ میری چادر کے اندر سے خاموشی کے ساتھ باہر نکل گئے، خدا کی قسم میری یہ چادر نہ حریر کی تھی نہ قزوی، نہ کتان کی تھی اور نہ نرزی، مروہ نے عرض کیا پھر کس کپڑے کی تھی؟ حضرت صدیقہ نے فرمایا، اس کا تانا بالوں کا تھا اور بانا اونٹ کے بالوں کا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اس طرح حضور کے نکل جانے سے مجھے یہ گمان ہوا کہ حضور والا کسی اور بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہیں میں نے اٹھ کر آپ کو حجرے میں تلاش کیا تو میرے ہاتھ، حضور کے پاؤں سے چھو گئے، آپ اس وقت سجدے میں تھے، میں نے دعا کے الفاظ یاد کر لئے تھے، آپ سجدے میں فرما رہے تھے:

”سَجَدَ لَكَ سَوَادِي وَجَنَانِي وَامَنَ بِكَ فَوَائِدِي اَبُوءِ لَكَ
بِالنِّعَمِ وَاَعْتَرَفَ لَكَ بِالذَّنْبِ ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي اِنَّهُ لَا يَغْفِرُ
الذُّنُوبَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عَفْوَتِكَ، وَاَعُوذُ بِرَحْمَتِكَ مِنْ
نَقْمَتِكَ وَاَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سُخْطِكَ وَاَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا
اُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلَيَّ نَفْسِكَ“

ترجمہ: یا اللہ! میرا جسم اور میرا دل تجھے سجدہ کرتا ہے، میرا دل تجھ پر ایمان لایا اور میں تیری نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہوں، اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تو مجھے بخش دے، تیرے سوا کوئی گناہوں کا بخشنے والا نہیں، میں تیرے عذاب سے بچنے کے لئے تیری پناہ میں آتا ہوں، تیرے غضب سے بچنے کے لئے تیری رضا کا طالب ہوں، تیرے عذاب سے امن میں رہنے کے لئے تجھ ہی سے درخواست کرتا ہوں، تیری حمد و ثنا کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ تو نے آپ اپنی ثنا کی ہے تو ہی آپ اپنی ثنا کر سکتا ہے اور کوئی نہیں کر سکتا۔

اس رات کے اعمال و افعال

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ صبح تک رسول اللہ ﷺ عبادت میں مصروف رہے کبھی آپ کھڑے ہو جاتے اور کبھی بیٹھ کر عبادت فرماتے یہاں تک کہ آپ کے پاؤں مبارک متورم ہو گئے، میں آپ کے پاؤں کو دباتے ہوئے کہنے لگی، میرے ماں باپ آپ پر قربان! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف نہیں کر دیئے ہیں، کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ ایسا (کرم) نہیں کیا اور آپ پر (لطف و کرم) نہیں کیا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ تمہیں معلوم ہے کہ یہ رات کیسی ہے؟ میں نے عرض کیا آپ فرمائیں یہ رات کیسی ہے؟ حضور نے فرمایا اس رات میں سال بھر میں پیدا ہونے والے ہر بچے کا نام لکھا جاتا ہے اور اسی کے ساتھ ہر مرنے والے کا نام بھی لکھا جاتا ہے، اسی رات مخلوق کا رزق تقسیم ہوتا ہے، اسی رات ان کے اعمال و افعال اٹھائے جاتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا کوئی شخص ایسا نہیں جو اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل ہو؟ آپ نے فرمایا کہ کوئی شخص بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں

داخل نہیں ہوگا، میں نے عرض ”کیا آپ بھی؟“ آپ نے فرمایا ہاں میں بھی مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لیا ہے اس کے بعد حضور نے اپنا دست مبارک چہرے اور سر پر پھیرا۔

یہ نصف شعبان کی رات ہے

شیخ ابونصر نے بالاسناد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا! عائشہ یہ کون سی رات ہے؟ انہوں نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول ہی بخوبی واقف ہیں، حضور نے فرمایا یہ نصف شعبان کی رات ہے، اس رات میں دنیا کے اعمال بندوں کے اعمال اوپر اٹھائے جاتے ہیں (ان کی پیشی بارگاہ رب العزت میں ہوتی ہے) اللہ تعالیٰ اس رات بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد میں لوگوں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے تو کیا تم آج کی رات مجھے عبادت کی آزادی دیتی ہو؟ میں نے عرض کیا ضرور پھر آپ نے نماز پڑھی اور قیام میں تخفیف کی، سورہ فاتحہ اور ایک چھوٹی سورت پڑھی پھر آدھی رات تک آپ سجدے میں رہے پھر کھڑے ہو کر دوسری رکعت پڑھی اور پہلی رکعت کی طرح اس میں قرأت فرمائی۔ (چھوٹی سورت پڑھی) پھر آپ سجدے میں چلے گئے، یہ سجدہ فجر تک رہا، میں دیکھتی رہی مجھے یہ اندیشہ ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی روح (مبارک) قبض فرمائی ہے پھر جب میرا انتظار طویل ہوا (بہت دیر ہوگئی) تو میں آپ کے قریب پہنچی اور میں نے حضور کے تلووں کو چھوا تو حضور نے حرکت فرمائی، میں نے خود سنا کہ حضور سجدے کی حالت میں یہ الفاظ ادا فرما رہے تھے: **أَعُوذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عَفْوَيْتِكَ، وَأَعُوذُ بِرَحْمَتِكَ مِنْ نَقْمَتِكَ وَأَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سُخْطِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أَحْصِي نِئَاءَ عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَتَيْتَ عَلَيَّ نَفْسِكَ.**

الہی! میں تیرے عذاب سے تیری عفو اور بخشش کی پناہ میں آتا ہوں، تیرے قہر سے تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں، تجھ سے ہی پناہ چاہتا ہوں، تیری ذات بزرگ ہے، میں تیری شایان شان ثنایاں نہیں کر سکتا، تو آپ ہی اپنی ثنا کر سکتا ہے اور کوئی نہیں۔ صبح کو میں نے جب عرض کیا کہ آپ سجدے میں ایسے کلمات ادا فرما رہے تھے کہ ویسے کلمات میں نے آپ کو کہتے کبھی نہیں سنے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا تم نے یاد کر لئے ہیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا خود بھی یاد کر لو اور دوسروں کو بھی سکھاؤ کیونکہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے سجدے میں ان کلمات کو ادا کرنے کا حکم دیا تھا۔

بعض زندوں کو مردوں کی فہرست میں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام (مولا) عکرمہ نے آیت: **فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ** کی تفسیر میں فرمایا کہ نصف شعبان کی رات میں اللہ تعالیٰ آئندہ سال کے تمام امور کا انتظام فرما دیتا ہے، بعض زندوں کو مردوں کی فہرست میں لکھ دیتا ہے اور بیت اللہ کے حاجیوں کے نام بھی لکھ دیتا ہے (حج کرنے والوں کے نام لکھ دیئے جاتے ہیں) پھر اس لکھی ہوئی تعداد میں کمی و بیشی نہیں ہوتی۔ حکیم بن کیسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات میں اپنی مخلوق کی طرف توجہ فرماتا ہے جو اس سے پاکی کا طلبگار ہوتا ہے اسکو پاک فرما دیتا ہے اور آئندہ (اسی رات تک) پاک رکھتا ہے۔ عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نصف شعبان کی رات میں تمام سال کے امور پیش ہو جاتے ہیں کچھ لوگ سفر کو جاتے ہیں اور انکا نام زندوں سے نکال کر مردوں میں لکھ دیا جاتا ہے، کوئی نکاح کرتا ہے حالانکہ وہ بھی زندوں کی فہرست سے نکال کر مردوں کی فہرست میں شامل کر دیا جاتا ہے۔ (غنیۃ الطالبین اردو، ص ۳۴۳ تا ۳۴۶)

چار راتوں میں خیر کے دروازے کھلے ہوتے ہیں

ابونصر رضی اللہ عنہ نے بالاسناد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اللہ تعالیٰ چار راتوں میں خیر و برکت کے دروازے صبح تک کھلا رکھتا ہے (۱) شب عید الاضحیٰ (۲) شب عید الفطر (۳) شب نصف شعبان اس رات مخلوق کی عمران کی روزی اور حاجیوں کے نام لکھے جاتے ہیں (۴) شب یوم عرفہ، حضرت سعید نے فرمایا کہ مجھ سے ابراہیم بن ابی شیخ نے فرمایا کہ وہ پانچ راتیں ہیں اور پانچویں رات شب جمعہ ہے۔

رحمت کے تین سو دروازے کھلتے ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس نصف ماہ شعبان کی شب جبرئیل آئے اور فرمایا: یا رسول اللہ! آسمان کی طرف اپنا سر مبارک اٹھائیے، میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ کون سی رات ہے، انہوں نے کہا یہ وہ رات ہے جس رات اللہ تعالیٰ رحمت کے تین سو دروازے کھول دیتا ہے اور ہر اس شخص کو بخش دیتا ہے جس نے اس کے ساتھ کسی کو اپنا شریک نہیں ٹھہرایا بشرطیکہ وہ جادوگر نہ ہو، کاہن نہ ہو اور سودخور نہ ہو، عادی شرابی نہ ہو ان لوگوں کی اللہ تعالیٰ اس وقت تک بخشش نہیں فرماتا جب تک وہ توبہ نہ کر لیں۔ پھر جب رات کو چوتھائی حصہ گزر گیا تو جبرئیل علیہ السلام پھر آئے اور کہا یا رسول اللہ! اپنا سر مبارک اٹھائے! آپ نے ایسا ہی کیا، آپ نے دیکھا کہ جنت کے دروازے کھلے ہیں اور پہلے دروازے پر ایک فرشتہ پکار رہا ہے، خوشی ہو اس شخص کیلئے جس نے رات کو رکوع کیا، دورے دروازہ پر ایک اور فرشتہ ندادے رہا ہے! خوشی ہو اس کیلئے جس نے اس رات میں سجدہ کیا!

تیسرے دروازہ پر ایک اور فرشتہ ندادے رہا تھا خوشی ہو اس کیلئے جو اللہ کے خوف سے اس رات میں رویا، چھٹے دروازے پر فرشتہ پکار رہا تھا، اس رات میں تمام مسلمانوں کیلئے خوشی ہو، ساتویں دروازے پر فرشتہ ندادے رہا تھا کیا ہے کہ کوئی مانگنے والا کہ اس کی آرزو اور طلب پوری کی جائے؟ آٹھویں دروازے پر فرشتہ پکار رہا تھا کوئی معاف کی طلبگار ہے کہ اس کے گناہ معاف کیسے کئے جائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ جبرئیل علیہ السلام یہ دروازے کب تک کھلے رہیں گے؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اول شب سے طلوع فجر تک۔ اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اس رات میں دوزخ سے رہائی پانے والوں کی تعداد بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر ہوگی۔ (غنیۃ الطالبین اردو ص: ۳۳۳ تا ۳۳۶)

وہ لوگ جو اس مقدس رات میں بھی بخشے نہیں جاتے

(۱) قاطع الرحم کہ اقارب سے صلہ رحمی نہیں کرتا بلکہ بدسلوکی سے پیش آتا ہے۔ (۲) ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا۔ (۳) شرابی کی جو شراب میں بدست رہتا ہے۔ (۴) زنا کار کہ لعنت الہی میں گرفتار ہے۔ (۵) مسبل کہ اترانے کے طور پر ٹخنوں سے نیچے پا جامہ وغیرہ لٹکائے پھرتا ہے۔ (۶) عشار کہ ظلماً لوگوں سے محصول لیتا ہے۔ (۷) جادوگر کہ اس فعل شنیع میں مبتلا رہتا ہے۔ (۸) نجومی و کاہن کہ غلط سلط لوگوں کو خبریں دیتا ہے۔

(۹) شرطی یعنی حکومت کا کارندہ کہ دوسروں پر ظلم روا رکھتا ہے۔ (۱۰) جابی کہ زبردستی لوگوں کا مال حکومت تک پہنچاتا ہے۔ (۱۱) صاحب کو بہ کہ نزد و شطرنج میں وقت گنواتا ہے۔ (۱۲) صاحب عرطبہ کہ ڈھولک طنبورہ وغیرہ میں مشغول رہتا ہے۔

إِعَادَاَنَا اللَّهُ تَعَالَى مِنْ كُلِّ مَا يَبْعَثُهُ.

اس مبارک رات کو شب بیدار رہنا۔ ذکر و نفل کا شغل رکھنا۔ اپنے اور اپنے اہل و عیال و اعزاء و اقارب بلکہ جملہ اہل اسلام و ایمان کے لئے دعائے عفو و عافیت دارین کرنا، احیاء و اموات مسلمین کو فائدہ و ثواب پہنچانا وغیرہ یہ وہ باتیں ہیں جو اس مبارک رات میں شریعت مطہرہ محمدیہ علی صاحبہ الصلوٰۃ و التحیۃ کو مطلوب ہیں لیکن افسوس کہ آج کی مبارک رات ہمارے مسلمان بھائی خواب غفلت میں گزار دیتے ہیں۔ کچھ وہ ہیں جو آج کی رات بھی تاش، گنجفہ، چوسر، سینما، تھیٹر وغیرہ تماشوں میں بسر کرتے ہیں اور ذرا انہیں شرماتے اور ان سے بڑھ کر گناہ پر جرات کرنے والے وہ ہیں جو آج کی رات خود اپنے ہاتھوں اپنی دولت میں آگ لگاتے اور گھر پھونک کر تماشہ دیکھتے ہیں۔ آتش بازی کے نام پر لاکھوں روپیہ آگ کی نذر ہو جاتا ہے۔ کہیں بدن جھلتے ہیں۔ کہیں جانیں جاتی ہیں۔ غرض یہ کہ آتش بازی جس طرح شب برأت یا شادیوں وغیرہ میں رائج ہے۔ بے شک حرام اور پورا حرام ہے کہ اس میں مال کا ضائع کرنا ہے۔ قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو شیطان کا بھائی فرمایا گیا ہے۔

فرشتوں کی دو عیدیں

کہا گیا ہے کہ آسمان کے فرشتوں کیلئے دو راتیں عید اور مسرت کی ہیں، جیسے دنیا میں مسلمانوں کیلئے دو عید کی راتیں عید و مسرت کی ہیں، فرشتوں کی عید شب ”برأت کی رات“ پندرہ شعبان کی رات اور لیلۃ القدر ہیں اور مومنوں کی عیدیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی راتیں ہیں، اسی لئے پندرہ شعبان کی رات کو فرشتوں کی عید رات کا نام دیا گیا ہے۔ علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کی تفسیر میں کہا ہے۔ کہ یہ رات سال بھر کے گناہوں کا کفار بنتی ہے، جمعرات ہفتہ کے گناہوں کا کفار اور لیلۃ القدر عمر بھر کے گناہوں کا کفار ہوتی ہے۔ یعنی ان راتوں میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور یاد الہی

میں ساری رات جاگ کر گزار دینا گناہوں کے کفارہ کا سبب ہوتا ہے اسی لئے اس رات کو کفارے کی رات بھی کہا جاتا ہے اور اسے زندگی کی رات بھی کہا جاتا ہے۔ جس نے دو عید کی راتیں اور پندرہ شعبان کی رات جاگ کر گزار دی تو ایسے دن میں جب کہ تمام دل مرجائیں گے، اس انسان کا دل نہیں مرے گا۔ (مکاشفۃ القلوب اردو ص: ۶۳۰)

شب برات کے مختلف نام

(۱) اسے شفاعت کی رات بھی کہتے ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے تیرہویں کی رات اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کی شفاعت کی دعا مانگی، اللہ نے ایک تہائی امت کی شفاعت مرحمت فرمائی اور آپ نے چودہویں کی رات پھر امت کی شفاعت کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے دو تہائی امت کی شفاعت کی اجازت مرحمت فرمائی، پھر آپ نے پندرہویں کی رات اپنی امت کی شفاعت کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے تمام امت کی شفاعت منظور فرمائی، مگر وہ شخص جو رحمت الہی سے اونٹ کی طرح دور بھاگ گیا اور گناہوں پر اصرار کر کے خود ہی دور سے دور تر ہوتا گیا، (اس شفاعت سے محروم رہے گا)۔

(۲) انے بخشش کی رات بھی کہتے ہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ پندرہ شعبان کی رات اپنے بندوں پر ظہور فرماتا ہے اور دو شخصوں کے علاوہ دنیا میں رہنے والے تمام انسانوں کو بخش دیتا ہے ان دو میں سے ایک مشرک اور دوسرا کینہ پرور ہے۔

(۳) اسے آزادی کی رات بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ ابن اسحاق نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کسی کام کے لئے بھیجا، میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی جلدی کیجئے

میں حضور ﷺ کو اس حال میں چھوڑ آیا ہوں کہ آپ پندرہ شعبان کی رات کے سلسلے میں گفتگو فرما رہے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے فرمایا اے انس! بیٹھ میں تجھے شعبان کی پندرہویں رات کی بات سناؤں، ایک مرتبہ یہ رات میری باری کی رات تھی، حضور ﷺ تشریف لائے اور میرے ساتھ لحاف میں لیٹ گئے رات کو میں بیدار ہوئی تو میں نے آپ کو نہ پایا میں نے اپنے دل میں کہا شاید حضور ﷺ اپنی لونڈی قبطیہ کی طرف تشریف لے گئے ہوں، میں اپنے گھر سے باہر نکلی، جب میں مسجد سے گزری تو میرا پاؤں آپ پر پڑا، آپ فرما رہے تھے کہ میرے جسم اور خیال نے تجھے سجدہ کیا، میرا دل تجھ پر ایمان لایا اور یہ میرا ہاتھ ہے، میں نے اس ہاتھ سے کبھی اپنے جسم کو گناہ سے آلودہ نہیں کیا اے رب عظیم! تجھ سے ہی ہر عظیم کام کی امید کی جاتی ہے، میرے بڑے گناہوں کو بخش، میرے اس چہرے نے تجھے سجدہ کیا، جسے تو نے پیدا فرمایا، اسے صورت بخشی، اس میں کان اور آنکھ پیدا کی، پھر آپ نے سراٹھا کر کہا اے اللہ! مجھے ڈرنے والا دل عطا فرما جو شرک سے بری اور منزه ہو، کافر اور بد بخت نہ ہو، پھر آپ سجدہ میں گر گئے، اور میں نے سنا آپ اس وقت فرما رہے تھے، اے اللہ! میں تیری رضا کے ساتھ تیری ناراضگی سے پناہ مانگتا ہوں، تیرے عفو کے طفیل تیرے عذاب سے، اور تیرے طفیل تیری گرفت سے پناہ مانگتا ہوں، میں تیری مکمل تعریف نہیں کر سکتا، جیسا کہ تو نے اپنی تعریف کی ہے، میں وہی کچھ کہتا ہوں جو کچھ میرے بھائی داؤد علیہ السلام نے کہا، میں اپنا چہرہ اپنے آقا کے لئے خاک آلود کرتا ہوں اور میرا آقا اس لائق ہے کہ اس کے آگے چہرہ خاک آلود کیا جائے۔

پھر آپ نے سراٹھایا تو میں نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ یہاں تشریف فرما ہیں اور میں وہاں تھی، آپ نے فرمایا اے حمیرا! کیا تم نہیں جانتیں کہ پندرہ شعبان کی رات ہے، اس رات میں اللہ تعالیٰ بنو کلب کے ریوڑوں

کے بالوں کے برابر لوگوں کو آگ سے آزاد فرماتا ہے مگر چھ آدمی اس رات بھی محروم رہتے ہیں، شراب خور، والدین کا نافرمان، عادی زانی، قاطع رحم، چنگ و رباب بجانے والا اور چغیل خور، ایک روایت میں رباب بجانے والے کی جگہ مصور کا لفظ ہے۔ (۴) اسے قسمت اور تقدیر کی رات کا نام بھی دیا گیا ہے۔ کیونکہ عطاء بن یسار سے مروی ہے کہ جب شعبان کی پندرہویں شب آتی ہے تو ملک الموت کو ہر اس شخص کا نام لکھوا دیا جاتا ہے جو اس شعبان سے آئندہ شعبان تک مرنے والا ہوتا ہے، آدمی پودے لگاتا ہے، عورتوں سے نکاح کرتا ہے، عمارتیں بناتا ہے حالانکہ اس کا نام مردوں میں ہوتا ہے اور وہ اس کی روح قبض کر لے۔ (مکاشفۃ القلوب اردو ص: ۶۴۰)

راتیں جن میں قیام کرنا مستحب ہے

بعض علماء نے سال بھر کی ان راتوں کو جمع کیا ہے جن میں عبادت کرنا مستحب ہے، انہوں نے بتایا ہے کہ یہ کل چودہ راتیں ہے جن کی تفصیل اس طرح ہے:

- (۱) ماہ محرم کی پہلی رات (۲) عاشورہ کی رات (۳) ماہ رجب کی پہلی رات
- (۴) رجب کی ستائیسویں رات (۵) رجب کی پندرہویں شب (۶) شعبان کی پندرہویں رات (۷) عرفہ کی رات (۸) عیدین کی دو راتیں (عید الفطر اور عید الاضحیٰ) (۹) طاق راتیں (۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹)۔

اسی طرح سال میں انیس دن ایسے ہیں جن میں عبادت کرنا اور اوراد و وظائف میں مشغول رہنا مستحب ہے:

- (۱) یوم عرفہ (۲) یوم عاشورہ (۳) شعبان کا پندرہواں دن (۴) جمعہ کا دن
- (۵) عیدین کے دونوں دن (۶) ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن (ایام معلومات)
- (۷) ایام تشریق: ۱۱، ۱۲، ۱۳، ذی الحجہ (ایام معدودات)۔

ان میں سب سے زیادہ تاکید روز جمعہ کی اور ماہ رمضان کی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جمعہ کا دن سلامت رہتا ہے تو دوسرے تمام دن سلامت رہتے ہیں اور جب ماہ رمضان سلامت رہتا ہے تو پورا سال سلامت رہتا ہے اس کے بعد تمام دنوں سے زیادہ دو شنبہ اور پنج شنبہ کی تاکید اور فضیلت ہے، انہی دونوں دنوں میں اللہ کے سامنے بندوں کے اعمال پیش ہوں گے۔ (غنیۃ الطالبین اردو ص: ۳۶۷)

شب بیداری برائے عبادت ہو

شب بیداری انبیائے کرام علیہم السلام اور بزرگان دین حنیف کا وطیرہ رہا ہے وہ رات کی تاریکیوں میں اپنے مالک حقیقی کی یاد اور اسکی عبادت و ریاضت کیلئے شب بیداری کا اہتمام فرمایا کرتے تھے، وہ لوگ تنہائی اور رات کی تاریکی میں رب العالمین کے حضور روتے گڑ گڑاتے، عرض و معروض ہوتے، پوری رات ہاتھ اٹھائے دعاء میں گزار دیتے، آقا علیہ السلام تو گناہوں سے پاک و صاف ہوتے ہوئے بھی پوری پوری رات گریہ و زاری میں گزار دیتے اور انہیں اپنی امت کا غم کھائے جاتا، عذاب قبر، میدان محشر کی سختی، پل صراط کا باریک راستہ جو ہم گنہگار امتوں کیلئے یقیناً بڑا مشکل امر ہے، مگر آقا ہیں کہ وہ اپنے مولیٰ کی رضا کیلئے روتے ہیں، عرض کرتے ہیں اے میرے مولیٰ! میرے یہ گنہگار بندے تجھی سے امید بخشش رکھے ہوئے ہیں، تو اسے بخش دے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے مولیٰ کو راضی کرنے میں کامیاب ہوتے۔ ارشاد ہوتا ہے آپ اطمینان رکھیں آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بزرگان دین نے بھی شب بیداری کی ہے اور آج بھی کرتے ہیں، ان کے لئے تو ہر شب جیسے ان کی آخری شب ہو جتنی عبادت و ریاضت جتنے نوافل، جس قدر درود شریف کا ورد، قرآن مقدس کی تلاوت کر سکیں کرتے ہیں، مگر افسوس ہے کہ ہمیں لیلۃ القدر، لیلۃ البراءۃ اور دیگر متبرک راتیں میسر تو ہوتی ہیں مگر ہم ان قیمتی لمحات کو، آتش بازی، جھوٹ، غیبت، چغلی خوری، چوک چوراہے پر بیہودہ گفتگو، علم نبی، موالی بچوں کے ساتھ موج مستی اور ہوٹل میں گرم گرم چائے کی چسکی اور دوسرے لہو و لعب میں بڑے شوق سے گزار دیتے ہیں اور رات کے آخری لمحہ میں بھی جب رحمتیں برستی اور اللہ کی نعمتیں ہم سے قریب ہوتی ہیں اور ہم بے خبر نماز فجر پڑھے بغیر دیر وقت تک سوتے رہتے ہیں اور ہم بے خبر نماز فجر پڑھے بغیر دیر وقت تک سوتے رہتے ہیں اور پھر دن میں ایک دوسرے کو رات میں جاگنے پر مبارک باد دیتے ہیں، افسوس آج ہماری نسلیں دین و سنت سے کس قدر دور ہو چکی ہیں۔

میرے بھائیو! محاسبہ کرو، موقع غنیمت جانو، موت کا بھروسہ نہیں کب داعی اجل کو لبیک کہہ دو اور خالی ہاتھ جانا پڑ جائے اور سارا ساز و سامان جہاں ہے وہیں رکھا رہ جائے سچ کہا ہے کسی نے۔

سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

شعبان اور رمضان

شعبان دراصل رمضان کے لئے اپنے آپ کو پوری طرح تیاری کر لینے کا مہینہ ہے یہی وجہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے مہینے میں کثرت سے روزہ رکھتے تھے۔ اسے یوں سمجھئے کہ شعبان کا روزہ رمضان کے روزہ کو تقویت بخشتا ہے کہ ابھی سے دل و زبان، ہاتھ پاؤں اور نفس امارہ پر قابو پا لو۔ دوسرے کی چغلی، غیبت

اور خیانت سے خود کو روک لو، ظلم و جبر سے باز آ جاؤ، گناہوں پر نادم و شرمندہ ہو کر بارگاہ الہی میں توبہ کر کے آنے والے مقدس مہینہ کی تیاری میں لگ جاؤ، نیک اعمال، حشمت اطوار، عمدہ اقوال اور پاکیزہ امور کے ساتھ خیر مقدم کرو، اپنے مہمان ذی وقار رمضان شریف کا کہ اس ماہ میں سرکش شیاطین بھی قید کر دیئے جاتے ہیں، عمل کا ثواب بڑھا دیا جاتا ہے رزق میں وسعت پیدا کر دی جاتی ہے، امیر و غریب سبھی سیر و شکر ہوتے ہیں بڑے، چھوٹے، عورت، مرد، روزے نماز کے ذریعے عید الفطر کی تیاری میں ہوتے ہیں اس کا لمحہ لمحہ نور سے سجا ہوتا ہے۔ یہ وہی مہینہ ہے جس میں روزہ دار کے منہ کی بدبو بھی اللہ عزوجل کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہوتی ہے۔

حضرت حسن بصری اور نصف شعبان

روایت ہے کہ حضرت حسن بصری نصف شعبان کی شب کو اپنے مکان سے باہر نکل رہے تھے اس وقت ان کے چہرے سے ایسا ظاہر ہو رہا تھا کہ جیسے ان کو قبر میں دفن کر دیا گیا تھا اور وہ اس سے باہر نکل کر آئے ہیں، آپ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی، آپ نے فرمایا خدا کی قسم جس شخص کسی کشتی (وسط سمندر میں) ٹوٹ گئی ہو اس کی مصیبت میری مصیبت سے کٹھن نہیں، آپ سے پوچھا گیا کہ ایسا کیوں ہے، آپ نے فرمایا مجھے اپنے گناہوں کا تو یقین ہے لیکن میری نیکیاں معرض خطر میں ہیں معلوم نہیں وہ قبول ہوتی ہیں یا میرے منہ پر ماردی جائیں گی۔ (غنیۃ الطالبین اردو: ص: ۲۸)

پندرہویں شب میں ہونے والی مروجہ بدعات کی تفصیل

بدعت شیعہ کے بارے میں شیخ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی ماثبت بالسنتہ میں لکھتے ہیں: بدعت شیعہ وہ رسم ہے کہ ہندوستان کے شہروں میں زیادہ

پائی جاتی ہے کہ وہ کھیل کود کی خاطر آتش بازیاں چھوڑتے ہیں مگر ہادی الناس میں ہے جو صورت خاصہ لہو و لعب و تہذیر و اسراف (فضول خرچی) سے خالی ہو جیسے اعلان ہلال یا جنگل میں یا وقت حاجت شہر میں بھی موذی جانوروں کو دفع کرنے یا کھیت یا میوے کے درختوں سے جانوروں کے بھگانے اڑانے کو ناڑیاں پٹانے تو مڑیاں چھوڑنا کہ یہاں کوئی حرج نہیں کہ انما الاعمال بالنیات۔ (نمازیں اور دعائیں حاشیہ: ص: ۱۵۰)

مسلمانو! اللہ عزوجل کا یہ بے پایاں کرم نہیں تو پھر کیا ہے کہ اس نے تمہیں میں سے برگزیدہ رسول مبعوث فرمایا نیز اسلام، دولت ایمان، عقل و فراست، صحبت و تندرستی عطا فرمائی۔ یوں تو اپنے بندوں کو ہر لمحہ کو بھی کچھ مخصوص لیل و نہار فرمائے کہ اے میرے گنہگار بندو! یہ لیلۃ القدر ہے مانگوں دیا جائے گا، یہ شب برأت ہے توبہ کرنے کی رات ہے توبہ تو کرو قبول کی جائے گی، دست سوال دراز تو کرو دامن مراد بھردی جائے گی، اپنے اور عالم اسلام کے مرحومین مرحومات اور مومنین مومنات کے لئے بخشش کی دعا تو کرو، انہیں بخش دیا جائے گا۔

بیمار ہو تو شفا دی جائے گی، تنگ دستی دور کر دی جائے گی، قرض کی ادائیگی کے لئے راہیں نکل آئیں گی۔ مگر واہ رے شوخی قسمت! فرشتے رب العزت کی جانب سے تو ہمیں اس کی رحمت کی طرف بلا رہے ہیں مگر ہم ہیں کہ خواب غفلت میں شب و روز گزارتے ہیں، ہمیں اپنا وقت ذکر و اذکار، یاد نبی، حکم نبی، میں گزارنا چاہئے، امر بالمعروف والنہی عن المنکر کا پاس و لحاظ رکھنا چاہئے مگر واہ رے مسلمان! ہم تو شیطان کے دام فریب کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں، ہمارے ایسے ایام و لیل بھی خواب غفلت، تاش، گنجفہ، چوسر سنیمہ، موج مستی، ناچ گانے، آتش بازی، کپڑوں کی خرید و فروخت، کبوتر بازی، غیبت، چغلی خوری، لوٹ کھسوٹ کی نذر ہو کر رہ جاتی ہے اور ذرا شرم نہیں آتی۔

شب برات کی نفل نمازیں

(۱) سورکعت نفل دو دو رکعت کی نیت سے ادا کریں، یوں کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قل ہو اللہ احد گیارہ مرتبہ پڑھیں اور بعد سلام دعا کریں۔ (۲) دس رکعت دو دو رکعت کی نیت سے ادا کریں اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قل ہو اللہ احد سو مرتبہ پڑھیں۔

احیاء العلوم شریف میں فرمایا کہ یہ نمازیں منجملہ ان نمازوں کے ہیں جو سلف صالحین ہمیشہ پڑھتے آئے۔ یہ نماز ان میں صلوة الخیر سے موسوم ہے اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے تمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان فرمایا کہ جو شخص یہ مذکورہ بالا نماز شب برات میں ادا کرتا ہے تو رب عزوجل اس کی طرف ستر مرتبہ نظر رحمت فرماتا ہے اور ہر مرتبہ اس کی ستر حاجتیں روا کرتا ہے ان میں سب سے کم یہ ہے کہ اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ سبحان اللہ والحمد للہ۔

(۳) نزہۃ المجالس میں بحوالہ کتاب البرکتہ یہ حدیث منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص شعبان کی پندرہویں شب میں بارہ رکعت نماز ادا کرے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد دس مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھے۔ رب عزوجل اس کے گناہ معاف فرمائے۔ اور اس کی عمر میں برکت دے۔

(۴) بعض مشائخ سے منقول ہے کہ جو شخص اسی ماہ شعبان میں آٹھ رکعت نماز ایک ہی سلام سے ادا کرے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قل ہو اللہ احد گیارہ بار پڑھے پھر ان رکعتوں کا ثواب حضرت سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی روح پر فتوح کو نذر کرے اس کے حق میں سیدہ خاتون جنت ارشاد فرماتی ہیں کہ میں جنت میں ہر گز قدم نہ رکھوں گی، جب تک اسکی شفاعت نہ کر لوں گی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

(۵) شیخ امام عارف باللہ ابو الحسن بکری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس رات میں یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّكَ عَفُوٌّ كَرِيْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي. الٰہی! تو معاف کرنے والا اور کریم ہے تو عفو کو دوست رکھتا ہے۔ تو مجھے بخش دے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ الدَّائِمَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ. يَا اللّٰهُ! میں سوال کرتا ہوں تجھ سے عفو و عافیت دائمہ کا دنیا اور آخرت میں۔ (نمازیں اور دعائیں: جس: ۱۳۶)

دعائے نصف شعبان المعظم

اَللّٰهُمَّ يَا ذَا الْمَنِّ وَلَا يَمُنُّ عَلَيْهِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَيَا ذَا الطَّوْلِ وَالْاَنْعَامِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ظَهَرَ اللَّاجِيْنَ وَجَارَ الْمُسْتَجِيْرِيْنَ وَاَمَانَ الْخَائِفِيْنَ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ كَتَبْتَنِيْ عِنْدَكَ فِيْ اُمَّ الْكِتٰبِ شَقِيًّا اَوْ مَحْرُوْمًا اَوْ مَطْرُوْدًا اَوْ مُقْتَرًا عَلٰى فِي الرِّزْقِ اَوْ مَرِيْضًا فَاْمَحْ اَللّٰهُمَّ بِفَضْلِكَ شِقَاوَتِيْ وَحِرْمَانِيْ وَطَرْدِيْ وَاَقْتِسَارِ رِزْقِيْ وَمَرَضِيْ وَاَبْتِنِيْ عِنْدَكَ فِيْ اُمَّ الْكِتٰبِ سَعِيْدًا مَّرْزُوْقًا لِلْخَيْرَاتِ مَعَاْفًا مَغْفُوْرًا مَرْحُوْمًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَاِنَّكَ قُلْتَ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ فِيْ كِتٰبِكَ الْمُنْزَلِ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّكَ الْمُرْسَلِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْحُوْ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتْ وَعِنْدَهُ اُمَّ الْكِتٰبِ اِلٰهِيْ بِالتَّجَلِّيِ الْاَعْظَمِ فِيْ لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَهْرِ شَعْبَانَ الْمَكْرَمِ اَلَّتِي يَفْرُقُ فِيْهَا كُلَّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ وَيُبْرِئُ اَنْ تَكْشِفَ عَنَّا مِنَ الْبَلَاءِ وَالْبَلَوٰءِ مَا نَعْلَمُ وَمَا لَا نَعْلَمُ وَاَنْتَ بِهٖ اَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَصَحْبِهِ وَاَوْلِيَآئِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ كَمَا هُوَ اَهْلُهُ وَكَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى لَهٗ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ

وَالسَّلَامَ مِنَّا وَمِنْ أَهْلِنَا وَمِنْ جَمِيعِ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ الْأَحْيَاءِ مِنْهُمْ
وَالْأَمْوَاتِ اللَّهُمَّ اجْعَلْ بَرَكَاتِهِ بَاقِيَةً فِينَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. آمِينَ.

طریقہ: شعبان المعظم کی پندرہویں رات کو بعد مغرب تین مرتبہ سورہ یس شریف پڑھے پہلی بار طول عمر مع عافیت کی نیت سے، دوسری بار دفع بلا کی نیت سے، تیسری بار حصول غنا کی نیت سے اور ہر مرتبہ یس شریف پڑھنے سے پہلے دو رکعت نماز نفل پڑھے اور چھ نفل کے بعد دعائے مذکور پڑھے اور اس دن غسل کرنا موجب نجات از بلا سحر و جادو ہے اور بہتر یہ ہے کہ پیری کے ساتھ پتے پیس کر ایک گھڑا پانی ملا کر اس سے غسل کرے۔ بہتر یہ ہے کہ چودہ شعبان کو اپنے مسلمان بھائیوں کے حقوق کو معاف کر دیں اور ان کے حقوق معاف کرائیں تاکہ ذمہ سے حقوق العباد ساقط ہو جائیں۔ (اعمال رضا: ص ۱۱۲ تا ۱۱۳)

☆☆☆

رمضان سے پہلے تیاری کریں

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ رَجَبٌ قَالَ: "اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي رَجَبٍ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ....." (رواه البيهقي في الدعوات الكبير)

برادران عزیز! شعبان کا مہینہ چل رہا ہے، یہ مہینہ شرعی احکام کے اعتبار سے رمضان المبارک کا مقدمہ ہے کیونکہ اس کے فوراً بعد رمضان کا مبارک مہینہ آنے والا ہے، اس ماہ مبارک میں حضور ﷺ کے کچھ خاص معمولات تھے، جو اس مہینہ میں آپ انجام دیا کرتے تھے، ان میں حضور ﷺ کا ایک معمول یہ تھا کہ جب حضور ﷺ ماہ رجب کا چاند دیکھتے تو یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

"اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي رَجَبٍ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ"

اے اللہ! ہمارے لئے رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکت عطا فرمائیے اور ہمیں رمضان تک پہنچا دیجئے، یعنی ہماری عمر اتنی دراز کر دیجئے کہ ہم رمضان کا مہینہ اپنی زندگی میں پالیں اور اس کی برکات سے بہرہ ور ہو سکیں، ایک معمول تو آپ ﷺ کا اس دعا کے کرنے کا تھا۔

ماہ شعبان میں روزوں کی کثرت

دوسرا معمول یہ تھا جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک حدیث میں روایت فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ شعبان کے مہینہ میں کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے۔ روزے رکھنے کو رمضان المبارک کی تیاری سمجھ لیں، یا اسکی مشق سمجھ لیں اور اسکا استقبال سمجھ لیں بہر حال حضور اقدس ﷺ اس مہینہ میں کثرت سے نفلی روزے رکھا کرتے تھے، یہ روزے واجب نہیں، فرض نہیں، لیکن شعبان کے کسی دن میں بھی اللہ تعالیٰ روزہ رکھنے کی توفیق عطا فرمادیں، تو دوسرے دنوں کے روزوں سے وہ روزہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے، اور زیادہ اجر و ثواب کا موجب ہے کوئی تعداد مقرر نہیں، کوئی دن مقرر نہیں، بلکہ جس دن بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق ہو جائے اسمیں نفلی روزہ رکھ لینا چاہئے۔

رمضان سے دو دن پہلے روزہ نہ رکھنے کی علت

(۱) انسان رمضان کا استقبال نشاط کے ساتھ کر سکے۔ (۲) وہ یہ کہ دین اتباع کا نام ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم کی اتباع، اور حضور ﷺ کے حکم کی اتباع، اپنا شوق پورا کرنے کا نام دین نہیں، اور جذبات کی تسکین کا نام دین نہیں، بلکہ اللہ جل شانہ کے احکامات کی پیروی کرنا دین ہے۔ اس لئے جب رکھنے کا حکم ہو تو رکھنا اتباع، اور نہ رکھنے کا حکم ہو تو نہ رکھنا اتباع۔

رمضان میں فرض کا ثواب سترگنا

رمضان سے پہلے آپ ﷺ نے اپنے خطبہ استقبال رمضان میں یہ بھی بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کی یہ خصوصیت رکھی ہے کہ اگر کوئی شخص

اس ماہ مبارک میں کوئی نفلی عبادت انجام دیتا ہے، تو اس نفلی عبادت کا ثواب فرض عبادت کے برابر ہو جاتا ہے۔ اور اگر کوئی اس ماہ مبارک میں فرض عبادت انجام دیتا ہے تو اس فرض کا ثواب ستر فرض کے برابر ہوگا، اور اگر ایک روزہ رکھا تو اسکا ثواب ستر روزوں کے برابر ہوگا۔ جتنی بھی فرض عبادتیں ہیں، ان کا ثواب مہینے میں سترگنا بڑھ جاتا ہے۔ اس خطبہ میں حضور اقدس ﷺ نے ایک بات تو یہ ارشاد فرمائی تھی۔

رمضان، ہمدردی کا مہینہ

دوسری بات یہ ارشاد فرمائی تھی کہ یہ رمضان المبارک کا مہینہ ”شہر المواسات“ یعنی ایک دوسرے کی ہمدردی کا مہینہ ہے ایک دوسرے کے غم خواری کا مہینہ ہے، یعنی اس ماہ میں خصوصی طور پر مسلمانوں کو اس بات کا اہتمام کرنا چاہئے کہ وہ دوسروں کیساتھ ہمدردی کا معاملہ کریں، یوں تو ایک مسلمان کی خصوصیت حضور ﷺ نے عام حالات میں بھی یہ بتائی ہے کہ: ”الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ“ کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں، نہ اپنی زبان سے کسی کو تکلیف پہنچائے، نہ اپنے ہاتھ سے کسی کو تکلیف پہنچائے، لہذا اگر تمہاری زبان سے یا ہاتھ سے دوسرے کو تکلیف پہنچ رہی ہے تو پھر تم صحیح معنی میں مسلمان نہیں۔ جیسا کہ معلوم ہوا کہ اس مہینہ میں فرض کا ثواب بڑھ کر سترگنا ہو جاتا ہے، جس پر بنا پر مسلمانوں کی اکثریت اپنے زکوٰۃ اسی مہینہ میں نکالتی ہے اور یہ اسلام کا ایک اہم ستون ہے، جو ہر صاحب نصاب کو پائی پائی کا حساب کرنا چاہئے، اس سے ہمارا مال پاک صاف ہو کر ہمارے لئے باعث خیر و برکت بن جاتا ہے اور اس کی ادائیگی کرنے والوں کیلئے بڑی فضیلتیں اور نہ کرنے والوں کیلئے بڑی وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

رمضان کا استقبال کیسے کریں؟

حضرت مولانا حذیفہ مولانا غلام محمد صاحب دستاوی لکھتے ہیں کہ

عزیزو! رمضان المبارک یعنی نیکیوں کا موسم آنے جا رہا ہے، دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب کہیں میلا لگتا ہے یا سیل لگتا ہے لوگ ٹوٹ پڑتے ہیں، کیونکہ دو فائدے ہوتے ہیں۔

(۱) بغیر کسی طویل مشقت کے آسانی کے ساتھ وافر مقدار میں مطلوبہ چیز مل جاتی ہے۔ (۲) مطلوبہ چیز کم قیمت اور سستے دام میں میسر ہوتی ہے۔

بالکل یہی صورت حال رمضان المبارک کی ہے کہ میلوں اور سیلوں میں جسمانی غذائیں آسانی سے کم سے کم دام میں میسر ہوتی ہے اور رمضان المبارک میں روحانی غذا کم مشقت میں زیادہ ثواب کے ساتھ میسر ہوتی ہے، گویا اللہ کی جانب سے سیل لگتا ہے۔ کہ آؤ نیکیوں کو لوٹ کر لے جاؤ۔ کیسارحم و کریم اور مہربان پروردگار ہے جو ہمارا اتنا خیال کر رہے ہیں کہ ہم سال بھر کی کسر، کوتاہی اور نقصان کی بھرپائی کر سکیں، تلافی مافات کا موقع دے رہا ہے، گویا اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ کسی طرح بھی میرا بندہ مغفرت کے قابل ہو جائے، رحمت خدا بہانہ می جوید۔ اللہ کی رحمت بہانہ

تلاش کرتی ہے اور کیوں نہ ایسا ہو اللہ نے تو ہمیں اپنے ہاتھ سے بنایا، دنیا کو ہمارے لئے مسخر کر دیا، دنیا کی ہر چیز ہماری خدمت کیلئے بنائی اور ہمیں اپنے لئے اور ہمارے لئے جنت بنا رکھی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ) اللہ تمہیں عذاب دیکر کیا کرے گا اگر تم شکر گزاری کرو اور ایمان لے آؤ۔ گویا اللہ فرمانا چاہتے ہیں کہ مجھے تم سے کیا عداوت ہے جو میں تمہیں عذاب دوں!!! مجھے کہاں اپنے قوت، طاقت اور بادشاہت کو ظاہر کرنے کی ضرورت؟ جو میں تمہیں عذاب میں مبتلا کروں! اور تم میری مخلوق ہو، میں خالق ہوں، آخر تمہیں عذاب دے کر مجھے کیا ملے گا؟ بالکل صحیح ارشاد فرمایا اللہ تو بس یہ چاہتے ہیں کہ انسان مقصد حیات کے مطابق زندگی گزارے۔ اور مقصد حیات حاصل ہوتا ہے دو چیزوں سے، ”شکر“ اور ”ایمان“ سے اور مقصد حیات فوت ہوتا ہے ناشکری اور کفر سے یعنی جب بندہ دیکھے کہ ساری نعمتیں دینے والی ذات اللہ کی ہے تو ظاہر ہے عقل کا تقاضہ ہے کہ شکر منعم بجلائے اور شکر منعم یہ ہے کہ منعم یعنی نعمت دینے والا جو بغیر استحقاق کے دے تقاضہ یہ ہے کہ ہم رمضان سے قبل اس کی بھرپور تیاری میں لگ جائیں۔

تو آئیے آپ رمضان کی تیاری کیسے کریں؟ اور رمضان کیسے گزاریں؟ کے سلسلے میں چند امور سے واقفیت حاصل کرتے ہیں۔ ہمارے دلوں میں رمضان کی قدر دانی اسی وقت پیدا ہوگی جب ہم مندرجہ ذیل امور کا رمضان سے قبل اہتمام کر لیں۔

(۱) گزرے ہوئے سال کا محاسبہ: ذرا ایک بار تنہائی میں بیٹھ جائیں اور گزشتہ رمضان سے لے کر اس رمضان تک ہم نے کیا کیا نیکیاں کیں اور کیا کیا برائیاں کیں؟ اس کا دل میں استحضار کریں، رمضان سے کم از کم دو ہفتہ پہلے یہ کام کریں، مثلاً پندرہ شعبان کو، ویسے بھی پندرہویں شعبان کی رات فضیلت کی حامل ہے، جب محاسبہ کرنے پر یہ محسوس ہو کہ برائیاں زیادہ اور نیکیاں کم ہیں، تو اچھی طرح

وضو کریں اور دو رکعت صلوٰۃ التوبہ خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کریں، دو رکعت بعد خوب استغفار کریں اور رورو کر اللہ سے اپنے گناہ کی معافی طلب کریں اور اگر کسی کو تکلیف دی ہو تو اس سے فوراً معافی مانگیں، پھر دعائیں اللہ سے توفیق خیر کا مطالبہ بھی کریں، اور اللہ سے یہ عہد کر لیں کہ اے اللہ آج سے میں ہر نماز جماعت کے ساتھ ادا کروں گا اور تیرا حکم تسلیم کروں گا، ہر حال میں تیری اطاعت کروں گا اور نافرمانی سے اجتناب کروں گا اور نماز باجماعت اور تلاوت کا اسی دن سے آغاز کر دیں۔

(۲) تھوڑی دیر بیٹھ کر اللہ کے سامنے قیامت کے دن ہونے والی پیشی کا استحضار کریں، کہ قیامت قائم ہوگی آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے اربوں کھربوں انسان کے روبرو میری زندگی کے ہر لمحہ کا حساب ہوگا وہ دن کیسا سخت اور کٹھن ہوگا، اگر میری نیکیاں کم اور برائیاں زیادہ ہوں گی تو میں ساری مخلوق کے سامنے ذلیل ہو جاؤں گا اور اللہ کی ناراضگی کیسے برداشت کروں گا۔ اس کے بعد عذاب کا استحضار کریں، انشاء اللہ اس استحضار سے کایا پلٹ جائے گی۔ (۳) رمضان کی فضیلت پر جو احادیث و آیات وارد ہوئی ہیں، شعبان ہی سے اسکا مذاکرہ اور مطالعہ شروع کر دیں اور دل سے پڑھیں اور سنیں، علماء اور طلباء بھی مسجدوں میں اسکا اہتمام کریں۔ عوام بھی دلچسپی لیں، اس میں شریک ہوں اور خوب توجہ سے سنیں اور عمل کا عزم و ارادہ کر لیں، مثلاً (شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ) کی تفسیر معارف القرآن، بیان القرآن، تفسیر مظہری، اشرف التفاسیر، تفسیر حقانی، اور اگر عربی استعداد ہو تو روح المعانی، تفسیر رازی، تفسیر طبری، الدر المنثور، تفسیر ابن کثیر وغیرہ سے دیکھ کر بیان کریں، گھر میں اسکی تعلیم کریں، تاکہ پہلے سے فضا بنی شروع ہو جائے۔ فضائل اعمال میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں اور شاہراہ عالم (یا نقوش عالم جیسے رسائل میں) میں جو مضامین ہیں اس سے بھی پڑھیں۔

مثلاً حدیث میں ہے: (۴) موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں، لہذا یہ تصور کرے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ میری زندگی کا آخری رمضان ہے، اگر یہ بھی غفلت سے گزر جائے گا، تو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے میری آخرت کی زندگی دو بھر ہو جائے گی، پھر اللہ کے عذاب سے مجھے کون بچائے گا، لہذا میں اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، اسکا ہو کر رہ جاتا ہوں۔ (۵) رمضان سے پہلے ایک نظام الاوقات بنالیں، اور اللہ سے دعا کریں کہ اے اللہ اس نظام الاوقات کے مطابق مجھے میری زندگی گزارنے اور خاص طور پر رمضان گزارنے کی توفیق عطا کر دے اور مکمل کوشش اس کیلئے صرف کر دیں، نظام الاوقات اس طرح ہونا چاہئے۔

رمضان المبارک میں ایک مومن کا نظام الاوقات

شمار	عنوان	یومیہ	کل	فضیلت
۱	تکمیر اولیٰ اہتمام	۵	۱۵۰	پہلا یہ کہ تکمیر اولیٰ کا اہتمام کیا جائے۔ حدیث پاک ہے کہ: جس شخص نے چالیس دن تک تکمیر اولیٰ کے ساتھ نماز ادا کی، تو اس کے لئے دو براء تیں لکھی جاتی ہیں، اول جہنم سے خلاصی اور دوسرے نفاق سے خلاصی۔ (رواہ ترمذی شریف)
۲	دو قرآن پاک رمضان المبارک میں ختم کریں	۲ پارے	دو قرآن	دوسرے یہ کہ کم سے کم دو قرآن پاک رمضان المبارک میں ختم کریں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ قرآن پاک کی تلاوت کیا کرو، کیوں کہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کے لئے شفیع بن کر آئے گا۔ (مسلم شریف)

۳	قرآن پاک کم سے کم ایک پارہ حفظ	یومیہ ۱۵ پارہ	ایک پارہ	تیسرے یہ کہ قرآن پاک کا کم سے کم ایک پارہ حفظ ہو جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جس دل میں قرآن پاک کا کوئی حصہ موجود نہ ہو، وہ ویرانے گھر کی طرح ہے۔ (بخاری شریف)
۴	نماز تراویح کا اہتمام	۲۰ رکعت	۶۰۰ رکعت	چوتھے یہ کہ نماز تراویح کا اہتمام کیا جائے: حدیث پاک میں حضرت نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے رمضان مبارک میں ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے قیام کیا۔ (یعنی تراویح پڑھی) تو اسکے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری شریف)
۵	قریبی رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کریں۔	یومیہ دو رشتہ داروں سے ملاقات کریں۔	۶۰	پانچویں یہ کہ قریبی رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے کم سے کم ہفتہ میں ایک دن اس کیلئے خاص کر دے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رشتہ داری عرش الہی کے ساتھ لٹک کر کہتی ہے کہ جس نے مجھے جوڑا اللہ اس کو جوڑے اور جس نے مجھے کاٹا اللہ تعالیٰ اس کو کاٹے۔ (مسلم شریف)
۶	اللہ کے راستہ میں صدقہ کا اہتمام	ہفتہ میں ۴ دن	۱۶	چھٹے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں صدقہ کرے کم سے کم ہفتے میں ایک بار۔ حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان المبارک میں آپ ﷺ کی سخاوت اور زیادہ ہوتی تھی۔ (بخاری شریف)

۷	روزہ دار کو افطار کرانے کا اہتمام	۱	۳۰	ساتویں یہ کہ روزے دار کو افطار کرائے۔ ہر روز کرائے تو بہت اچھا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے روزہ دار کو افطار کرایا اس کو روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا اور روزہ دار کے ثواب سے کچھ بھی کم نہیں کیا جائے گا۔ (ترمذی شریف)
۸	جنازہ کی نماز میں شرکت			آٹھویں یہ کہ جنازے کی نماز میں شریک ہو یا پھر جنازے کے ساتھ چلے، اگر کسی کا انتقال ہو جائے تو آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے جنازے کی نماز پڑھی اور تدفین میں شریک نہیں ہوا تو اس کو ایک قیراط ثواب ملے گا اور تدفین میں شریک ہو اس کو دو قیراط ثواب ملے گا۔ قیراط کی کم سے کم مقدار احد پہاڑ کے برابر ہے۔ (مسلم شریف)
۹	ہو سکے تو پورے ماہ میں ایک مرتبہ عمرہ کرے			نویں یہ کہ اگر ہو سکے تو ایک مرتبہ عمرہ کرے: حدیث شریف میں آتا ہے کہ رمضان المبارک میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔ (بخاری شریف)
۱۰	اسلامی بیانات کو سننے کا اہتمام کریں	ارگھنٹہ یومیہ	۳۰ ارگھنٹہ	یومیہ ایک مریض کی عیادت کا اہتمام کریں، اور ایک اسلامی بیان سننے کا اہتمام کریں۔
۱۱	اسلامی کتابوں کا مطالعہ کریں	۱۵ منٹ	۳۰:۷ ارگھنٹہ	اسلامی کتابوں کا مطالعہ کرے۔ ہر دن تقریباً پندرہ منٹ اسلامی کتب کا مطالعہ کرے۔

۱۲	دعوت الی اللہ	ایک فرد	۳۰	کم سے کم ایک آدمی کو روزانہ اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف بلائے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تیری وجہ سے ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دے تو تیرے لئے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔ (مسلم شریف)
۱۳	ہر جمعرات یا جمعہ کو اعتکاف کا اہتمام		۴	فجر کی نماز سے لے کر اشراق کی نماز تک اعتکاف کرے ہر جمعرات کو یا پھر ہر جمعہ کو۔ حدیث شریف میں حضرت نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی اور پھر ذکر الہی میں مشغول ہو گیا، یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا پھر اس نے دو رکعت نماز پڑھی، تو اسے ایک مکمل حج اور عمرے کا ثواب ملے گا۔ (ترمذی شریف)
۱۴	چاشت کی نماز کا اہتمام کریں۔	۱	۳۰	چاشت کی نماز کی پابندی کریں۔ حدیث شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو میرے خلیل حضرت نبی پاک ﷺ نے تین چیزوں کی وصیت فرمائی۔ ہر ماہ تین روزے رکھنے کی، چاشت کی نماز پڑھنے کی اور سونے سے پہلے وتر کی نماز ادا کرنے کی۔ (بخاری شریف)

۱۶	ہر نماز کے بعد ذکر کا اہتمام کیا جائے خاص کر تسبیح فاطمہ کا اہتمام کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مردوں اور عورتوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ ہے۔ (القرآن)	۵۰۰	۱۵۰۰۰	
۱۷	دعاؤں کا اہتمام	مجموعی طور سے ۳۰ منٹ	۹۰۰	ہر روز دعاؤں کا خاص اہتمام کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو مجھ سے دعا مانگتا ہے میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ (القرآن)
۱۸	ماہ رمضان میں زکوٰۃ کا اہتمام			اگر مال نصاب کو پہنچتا ہو تو مال کی زکوٰۃ ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو یعنی جماعت کے ساتھ نماز ادا کیا کرو۔ (سورہ بقرہ: ۲۳)
۱۹	تہجد کی نماز کا اہتمام		۳۰	قیام لیل یعنی تہجد کی نماز کا اہتمام کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ. ان کے پہلو بستروں سے دور رہتے ہیں اور وہ خوف اور امید کے ساتھ اپنے رب کو پکارتے ہیں اور جو ہم نے ان کو دے رکھا ہے اس کو راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔
۲۰	آخری عشرہ کا اعتکاف			آخری عشرہ میں اعتکاف کا اہتمام کیا جائے۔ حدیث پاک میں ہے کہ حضور ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ (بخاری شریف)

۲۱	شب قدر کی تلاش کا اہتمام کرنا آخری عشرہ کی طاق راتوں میں۔ حدیث پاک میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ شب قدر کو رمضان مبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ (بخاری شریف)
۲۲	رمضان المبارک میں صدقہ فطر ادا کیا جائے۔ حدیث شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے صدقہ فطر کو واجب قرار دیا ہے۔ (بخاری و مسلم شریف)

اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ رمضان میں جو کچھ کوتاہی ہوئی ہوگی اس کی تلافی ہو جائے گی اور تنگ دست مسلمانوں کی مدد ہو جائے گی اور وہ بھی خوش و خرم ہو کر عید کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں گے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان معمولات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(۶) اپنی زبان کو ذکر کا عادی بنا دیں تاکہ رمضان سے پہلے ہی ذکر اللہ کی عادت بن جائے۔ (۷) ہر طرح کی بری عادت مثلاً جھوٹ، غیبت، چغلی، خیانت وغیرہ سے جان چھڑالے، تاکہ رمضان بھر اس سے بچنا آسان ہو جائے۔

رمضان میں ہم کیا کریں؟

ہم میں سے ہر ایک کو یقین ہے کہ ہمیں مرنا ضرور ہے اور یہ بھی یقین ہے کہ اس دنیوی زندگی کے ہر ہر پل کا حساب دینا ہے، اگر ہم نے اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی گزاری، تو جنت اور اگر اپنی خواہشات میں اندھا دھند گرفتار رہے تو جہنم ہے، جو اللہ کے غضب کا مظہر ہے۔ لہذا ہر ایک کی تمنا اور بھرپور کوشش ہونی چاہئے کہ وہ رمضان کو اسی طرح غنیمت جانے جیسے دنیا میں مختلف بڑی بڑی اسکیموں کو غنیمت

جانتا ہے، مثلاً کسی دکان والے نے اعلان کر دیا کہ جو ہمارے یہاں ایک ہزار کا مال لے گا اس کو کوپن دیا جائے گا اور پھر پہلے نمبر والے کو کار اور دوسرے نمبر والے کو اسکوٹر دیا جائے گا تو لوگ ٹوٹ پڑتے ہیں، یہ بھی نہیں معلوم کرتے کہ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ بس دنیوی فائدہ! بات ختم۔

اسی لئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: ”حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ“ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔ اور آج امت کا سب سے بڑا مرض یہی ہے۔ اے خدا باقی ہے تو اپنی محبت دے مجھے دیکھ لی فانی ہے دنیا اس سے نفرت دے مجھے تیرے در کا ہو رہوں، اب ایسی قسمت دے مجھے جھوڑوں دنیا کو بالکل، ایسی ہمت دے مجھے دیکھ لی بس دیکھ لی، سخت بے بنیاد ہے

(مجدد)

(۱) دنیا کی محبت (۲) موت سے نہ ڈرنا، حب دنیا اور موت سے کراہت یہ علامت ہے ضعف ایمان کی، یعنی جس کے دل میں یہ دو چیزیں ہیں، گویا اس کا ایمان کمزور ہے، اسی لئے تو ہم دیکھتے ہیں کہ آج کل امت کا بڑا طبقہ وہ ہے جو رمضان کے آنے سے خوش نہیں ہوتا اور ایک طبقہ ایسا ہے کہ رمضان میں بجائے نیکیوں کے منکرات میں زیادہ مبتلا ہو جاتا ہے، غرضیکہ رمضان بھی ایک ”خدائی اسکیم“ ہے جس کا عشرہ اول: رحمت، عشرہ ثانی: مغفرت اور عشرہ ثالث: عِتْقُ مِنَ النَّارِ، یعنی پہلے دس دن رحمت کے، پھر مغفرت کے، پھر جہنم سے خلاصی کے، اسی لئے تو حدیث میں ہے کہ جو رمضان کو پائے اور اپنی مغفرت نہ کرا سکے اس پر لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام سے کہا جبرئیل نے رسول اللہ سے کہا اور رسول اللہ نے اس پر آمین کہا۔ اب آپ خود اندازہ لگائیں کہ کتنا سنگین مسئلہ ہے؟ ایک مسلمان کو اس سے کانپ اٹھنا چاہئے! کہ اللہ جبرئیل کو بھیجے! کہ لعنت بھیجو ایسے آدمی پر جو رمضان کو پائے اور

مغفرت نہ کرا سکے! اور رحمۃ للعالمین ﷺ اس پر آمین کہیں!!! لعنت کا مطلب ہے کہ اللہ کی رحمت سے دوری، یعنی ایسا آدمی رحمت الہی سے دور کر دیا جاتا ہے۔

میرے عزیز بھائیو! اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھنا چاہئے اور یہ عزم بالجزم اور ارادہ کر لینا چاہئے کہ کسی بھی صورت میں انشاء اللہ اس رمضان میں تو اپنی مغفرت کروا کر چھوڑیں گے۔

اللہ ہمیں رمضان کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے۔ اور نفس و شیطان سے رمضان میں خاص طور پر ہماری پوری پوری حفاظت فرمائے۔ آمین!

کیا رمضان میں آپ تبدیلی چاہتے ہیں؟

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آنے والا رمضان میری زندگی کا انقلابی رمضان ثابت ہو اور میں رمضان کے اس ستھرے موقع کو غنیمت جان کر اپنی ذات میں بڑی تبدیلی پیدا کروں، تو آپ مندرجہ ذیل امور کا اہتمام کریں۔ تو انشاء اللہ ضرور تبدیلی آئے گی۔ اللہ ہمیں توفیق دے اور آنے والے رمضان کو ہماری زندگی کا انقلابی رمضان بنا دے۔ ہم نام کے مسلمان سے کام کے مسلمان بن جائیں، ہم کمزور مومن سے قوی مومن بن جائیں۔ اے اللہ! مدد فرما، اے اللہ! مدد فرما، اے اللہ! مدد فرما۔

اپنے اندر تبدیلی کے شرائط

(۱) سب سے پہلے ہمیں اپنی ذات میں حقیقی تبدیلی کا سچا پکا ارادہ کرنا ہوگا، کیوں کہ انسان کی زندگی میں کسی بھی طرح کی ترقی کا سب سے پہلا زینہ انسان کی بلند ہمتی اور سچا پکا ارادہ ہے۔ تاریخ اس بات پر شاہد و عدل ہے کہ جب بھی انسان نے کوئی بڑا کارنامہ انجام دیا، تو اس میں سب سے بڑا دخل اس کے ارادے اور بلند ہمتی

کا تھا۔ جو بھی سر بلند ہو اوہ ہمت اور ارادہ صادقہ سے اور جو بھی پست اور ذلیل ہو اوہ شکست خوردہ حوصلہ اور پست ہمتی سے، انسانی گروہ میں سب سے کامیاب گروہ اور جماعت انبیاء کی ہے ان کی کامیابی میں بھی بڑا دخل بلند ارادہ کو ہے، قرآن نے خود کہا: ”أُولُو الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ“ امام ابن القیم نے ”اولوالایدی“ سے بلند ہمتی کو ثابت کیا ہے، لہذا آپ حوصلہ کیجئے اور پختہ عزم کیجئے کہ زندگی میں تبدیلی ضرور پیدا کرنی ہے۔ اور پھر کمر بستہ ہو جائیے۔

ہمت مردال مدد خدا

جب آپ نیکی کرنے کا ارادہ اور بدی چھوڑنے کا عزم کریں گے تو ضرور اللہ آپ کی مدد کرے گا۔

”اللَّهُمَّ اَعِنَّا عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ“ اس دعا کا خوب اہتمام کیجئے اور کوشش شروع کر دیجئے اور پھر دیکھئے بلند ہمتی کی کرشمہ سازیاں اور اللہ کی کھلی نصرت و امداد۔ اللہ ہمیں حوصلہ عطا فرمائے۔ آمین!

(۲) رمضان میں آپ تبدیلی چاہتے ہیں کہ آپ کو یہ بھی جاننا ہوگا کہ ”انسانی زندگی میں تبدیلی پیدا کرنے والے صحیح طریقے کیا ہیں؟ میں آپ کو مزید زحمت نہ دیکر بھی بتلا دینا چاہتا ہوں کہ:

(۱) سب سے اہم اور ضروری امر یہ ہے کہ عقلمندی سے کام لے کر اپنے انجام خیر پر نظر کرتے ہوئے اور انجام بد سے بچنے کی تدبیر اختیار کرتے ہوئے، اپنی خواہشات پر قابو پا کر، اعمال صالحہ کا پختہ ارادہ اور نیت کریں اللہ کے ساتھ حسن ظن قائم کریں، اپنی برائیوں سے صرف نظر کر کے نئے حوصلہ کے ساتھ تیار ہو جائیں، کہ کچھ بھی ہو جائے اب تو اپنی اصلاح کر کے چھوڑ دیں گے، اس کے بعد اللہ سے گڑگڑا

کر خوب دعا کریں، اللہ پر اعتماد اور بھروسہ کریں، انشاء اللہ خود بخود تبدیلی ہونے لگے گی۔ (۲) ایک بار نظام الاوقات بنا کر اس کے مطابق فوری طور پر عمل شروع کر دیں، کل کروں گا، تھوڑی دیر بعد کروں گا، اس طرح کے خیالات پر بالکل توجہ نہ دیں، اور سستی کو ہمت کے ساتھ دور کریں، اس کے بعد بھی نفس آمادہ نہ ہو تو ”اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم“ پڑھ کر دیر بعد ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ“ کا ورد رکھیں اور پھر پوری پابندی سے نظام الاوقات کا خیال رکھتے ہوئے، عمل کرنا شروع کریں۔ (۳) شروع شروع میں چاہے تو زیادہ بوجھ نہ اٹھائیے، تھوڑا تھوڑا کر کے شروع کریں، پھر دن بہ دن اضافہ کرتے رہیں، مگر اس کا خیال رکھیں، رمضان کا مبارک مہینہ صرف تیس دن پر مشتمل ہے۔ لہذا اضافہ کرنے میں اس کا خیال رکھیں۔

(۴) اس دعا کا خوب اہتمام کریں۔ ”اللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ وَسَدِّ ذُنُوْبِيْ“ (مسلم) اے اللہ! مجھے ہدایت دے اور صحیح راہ بتا۔ اسی طرح دعا کا بھی اہتمام کریں:

”اللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ وَاَحْسَنِ الْاَعْمَالِ لَا يَهْدِيْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَفَنِيْ سَيِّئِي الْاَخْلَاقِ وَسَيِّئِي الْاَعْمَالِ لَا يَقِيْ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ“۔ (النسائی والترمذی)

اسی طرح یہ دعا بھی یاد کر کے خوب پڑھا کریں: ”اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ مُنْكَرَاتِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ وَالْاَهْوَاءِ“ (ایضاً)

(۵) اور اس بات کا استحضار کرنا شروع کر دیں کہ میری ہر بات اور میرا ہر عمل ریکارڈ کیا جا رہا ہے، ارشاد الہی ہے: (مَا يَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عِنْدُ) (انسان) جو لفظ بھی اپنے منہ سے نکالتا ہے، ایک چوکنٹا لکھنے والا اسے ریکارڈ کرتا ہے۔ (۶) برے دوستوں کی صحبت چھوڑ دیں، کیونکہ یہ سب سے مہلک مرض ہے اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کریں، یا تنہا رہیں کیوں کہ اگر آپ نے برے احباب کو

ترک نہیں کیا تو وہ طعن و تشنیع کر کے آپ کو نیکی سے دور کرنے کی کوشش کریں گے، اور آپ ان کی باتوں میں آکر ویسا ہی کریں گے، اللہ کو راضی کرنے کیلئے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کریں۔ وَلَا يَخَافُوْنَ فِي اللّٰهِ لَوْمَةً لَّا تُمْ.

(۷) آپ ایک بار بیٹھ کر سوچیں، کہ میرے اندر کونسی بری عادتیں ہیں اور کونسی اچھی۔ اور پھر بری عادتوں کو چھوڑنا شروع کر دیں۔ مثلاً موبائل اور ٹیلی ویژن پر زیادہ وقت صرف کرنے کی بری عادت ہے، تو کچھ دن کے لئے موبائل کو چھوڑ دیں اور اگر آپ طالب علم ہیں تو آپ کو موبائل رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور اگر آپ کو واقعتاً ضرورت ہے تو صرف ضرورت کے بقدر استعمال کریں۔ موبائل سے واٹس آپ، گیمز، دیگر بے سود اپلیکیشن ڈلٹ کر دیں، اور قرآن اور کتاب کا مطالعہ شروع کر دیں اسی طرح بری عادات کی جگہ اچھی عادات کو اپنی زندگی میں جگہ دینا شروع کر دیں۔ (۸) کسی بھی کام کو جلد بازی میں نہ کریں، نہ کوئی بات جلد بازی میں کسی کے سامنے بولیں، بلکہ کام کرنے سے پہلے اور بولنے سے پہلے یہ سوچیں کہ اسکے کرنے میں اللہ کی رضا مندی ہے، یا نہیں؟ جب دل کہے کہ اللہ کی رضا مندی ہے، تب شروع کر دیں اور اگر دل کہے نہیں، اس میں اللہ کی ناراضگی ہے، تو پوری ہمت سے نفس کی مخالفت کر کے اس سے رک جائیں، حضور ﷺ نے کہا ”اِسْتَفْنِيْ نَفْسَكَ“ اپنے نفس سے فتویٰ طلب کر۔ گویا ہر انسان کا نفس مفتی ہے۔

(۹) اس بات کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ ”آپ کی کامیابی اور ناکامی کا مدار خود آپ کے اپنے ہاتھ میں ہے“۔ لہذا دوسروں کی برائیوں کو دیکھنا چھوڑ دیں، خود ہی اپنی برائیوں کا جائزہ لیں، اور اس سے خلاصی حاصل کریں، ورنہ آپ کو نقصان اٹھانا ہوگا، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی آپ کے برے انجام کا ذمہ دار آپ خود ہوں گے، کوئی اور نہیں۔

تجربہ کاروں اور نفسیات کی ماہرین کا کہنا ہے کہ ”انسان اپنی کسی بھی طرح بری عادت کو چاہے وہ کتنی ہی قدیم ہو اور راسخ کیوں نہ ہو ۲۱ دن میں ترک کر سکتا ہے“ لگتا ہے اللہ نے رمضان کا مبارک مہینہ اسی لئے ہمیں عطا کیا، تاکہ ہم بری عادتوں سے خلاصی حاصل کر سکیں۔

اللہ ہمیں ہمت دے اور تمام بری عادات و اخلاق سے خلاصی عطا فرمائے۔
آمین یا رب العالمین۔

(۱۰) جب آپ زندگی میں انقلاب لانے کا فیصلہ کریں گے، تو بہت سی مشکلات اور چیلنجز درپیش ہوں گے، تو یاد رکھئے ہمیشہ وہی لوگ دنیا میں کامیاب ہوتے ہیں جنہوں نے مشکلات کا مقابلہ کیا اور اسے شکست دی، اور چیلنجز کے مقابلہ میں ڈٹ گئے، یہاں تک کہ وہ چیلنج بھی دفع ہونے پر مجبور ہو گئے، اللہ ہمیں مشکلات کا مقابلہ کرنے اور چیلنجز کے سامنے سینہ سپر ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

یہ ہوئے وہ طریقے جن کے ذریعے ہم اپنی شخصیت میں انقلاب پیدا کر سکتے ہیں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

آتش برق و گرج سحاب پیدا کر
اجل بھی کانپ اٹھے وہ شباب پیدا کر
تو انقلاب کا انتظار نہ کر
جو ہو سکے خود ہی انقلاب برپا کر
اپنی ذات اور شخصیت میں تبدیلی کے صحیح طریقے بیان کرنے کے بعد اب ہم پھر دوبارہ اپنے اصل موضوع کی طرح عود کرتے ہیں۔ اصل موضوع تھا اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنے کے شرائط، پہلی شرط بیان کی سچی طلب، دوسری شرط تبدیلی پیدا کرنے کے صحیح طریقے اور تیسری شرط:

(۳) اپنے اندر صالح انقلاب برپا کرنے کے جو طریقے بتلائے گئے، ان صحیح طریقے اور اطوار کو عملی جامہ پہنانا، کیونکہ سچی طلب اور تبدیلی کے طریقے کو صرف

جاننے سے کام نہیں چلے گا، بلکہ مناسب انداز میں اسے عملی جامہ بھی پہنانا ہوگا۔ یہ ہوئی اپنی ذات میں تبدیلی اور انقلاب پیدا کرنے کی تین شرطیں۔ آئیے اب ہم اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور رمضان سے پہلے ہی اس پر عمل شروع کر دیتے ہیں، تاکہ یہ رمضان ہماری زندگی کا انقلابی رمضان ثابت ہو، اور ہم سب مل کر یہ عہدہ کریں، کہ اب تو زندگی میں تبدیلی پیدا کر کے چھوڑیں گے۔ اللہ کوراضی کر کے رہیں گے۔ اللہ ہماری قدم قدم پر نصرت و مدد فرمائے۔ آمین!

رمضان میں کرنے والے اعمال

رمضان میں ہمیں کیا کرنا ہے؟ تو آئیے مختصراً اس سے واقف ہوتے ہیں، تاکہ افضل اور اہم اور واجب و مستحب، مسنون و فرض، ہر ایک پر عمل کرنے کی ٹھان لیں۔

(۱) تلاوت قرآن: رمضان قرآن کا مہینہ ہے، لہذا جتنا ہو سکے قرآن کی تلاوت زیادہ کریں۔

(۲) رمضان راتوں میں اللہ کے سامنے کھڑے وہ کر نماز پڑھنے کا اللہ کا قرب حاصل کرنے کا مہنہ ہے، لہذا ۲۰ رکعت تراویح ۶ رکعت او ایبن، ۱۲ رکعت تہجد کا خوب اہتمام کریں، اور نمازیں ہرگز ترک نہ کریں۔

(۳) استغفار: بہ کثرت استغفار کریں، یعنی مغفرت طلب کرتے رہیں۔

(۴) ذکر اللہ: دوستی یاری کو چھوڑ کر کثرت سے اللہ کا ذکر کریں، سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر وغیرہ۔

(۵) سحر کے وقت، افطار کے وقت، ہر نماز کے بعد قرآن کی تلاوت کے بعد بہ کثرت رورو کر اللہ سے دعائیں کریں، ہدایت کی، خاتمہ بالخیر کی، ضلالت سے حفاظت کی وغیرہ.....

- (۶) دین کی بنیادی باتوں کو سیکھیں کہ عقائد کیا ہے، حقوق العباد کیا ہے، حلال و حرام کے اصول کیا ہیں، اور اس کیلئے معتبر کتاب اور معتبر عالم سے مدد ضرور لیں۔
- (۷) پورا ماہ کم از کم آخری دس دن اعتکاف کریں، یہ بڑی فضیلت کا حامل عمل ہے۔
- (۸) وتر راتوں میں خاص عبادت کریں، مثلاً پہلی رات، پھر ۳/ پھر ۵/ رمضان کی رات، پھر ۷/ پھر ۹/ پھر ۱۱/ پھر ۱۳/ پھر ۱۵/ پھر ۱۷/ پھر ۱۹/ اور آخری عشرہ رات بھر عبادت اور دعائیں گزاریں۔
- (۹) صدقہ، خیرات کریں، اپنی استطاعت کے مطابق آپ ﷺ رمضان میں بہت زیادہ صدقہ خیرات کرتے تھے۔
- (۱۰) رمضان میں مسجد میں ہونے والے بیانات اور کتاب کی تعلیم اور قرآن کی تفسیر وغیرہ کی مجلسوں میں ضرور بیٹھیں تاکہ دین سیکھنے کو ملے۔

رمضان کا صبح سے لے کر شام تک اعمال نامہ

فجر سے ظہر تک

- (۱) صبح تہجد کا اہتمام کرنا چاہئے، دو رکعت ہی کیوں نہ ہو۔
- (۲) صبح سویرے کم از کم ایک پارہ قرآن کی تلاوت۔
- (۳) مسجد میں جلدی جا کر پہلی صف میں بیٹھنے کا اہتمام اور دو رکعت سنت۔
- (۴) خشوع و خضوع کے ساتھ فجر کی دو فرض رکعت کا اہتمام۔
- (۵) نماز کے بعد تسبیحات اور پھر دعا کا اہتمام۔
- (۶) نماز کے بعد صبح کے مسنون اذکار۔
- (۷) سورج طلوع ہونے تک نہ سوئے، بلکہ طلوع کی بیس منٹ بعد اشراق پڑھے، دو رکعت ہی کیوں نہ ہو، پھر چاہئے تھوڑی دیر سو جائے۔

- (۸) زوال سے پہلے پہلے چاشت کا اہتمام۔
- ظہر سے عصر تک
- (۱) مسجد میں جلدی آ کر تحیۃ المسجد اور وضو کی دو رکعت، پھر قرآن کی تلاوت اور پہلی صف کا اہتمام۔
- (۲) ظہر سے قبل کی چار رکعت سنن موکدہ کا اہتمام۔
- (۳) خشوع و خضوع کیساتھ نماز ظہر کی ۴ رکعت فرض ادا کریں، موبائل گھر چھوڑ کر آئیں۔
- (۴) نماز کے بعد دعا اور تسبیح فاطمہ اور نماز کے بعد کے اذکار کا اہتمام کریں۔
- (۵) نماز کے بعد دو رکعت سنت موکدہ اور دو رکعت سنت غیرہ موکدہ ادا کریں۔
- (۶) کوئی کام ہو تو کچھ دیر میں اس سے فارغ ہو کر پھر قرآن کی تلاوت کریں۔
- عصر سے مغرب تک کے معمولات
- (۱) اذان سے پہلے یا کم از کم اذان ہوتے ہی مسجد کی طرف چل دیں۔
- (۲) عصر سے قبل کی چار رکعت سنن غیر موکدہ ادا کریں۔
- (۳) اگر سنتوں کی ادائیگی کے بعد وقت ہو تو تلاوت قرآن میں مصروف ہو جائیں۔
- (۴) صف اول میں نماز پڑھنے کا اہتمام۔
- (۵) نماز کے بعد اذکار اور تسبیح فاطمہ کا اہتمام۔
- (۶) تفسیر، تعلیم وغیرہ ہو رہی ہو تو اس میں ضرور بیٹھیں۔
- (۷) تلاوت قرآن میں مشغول ہو جائیں۔
- (۸) افطار سے پندرہ بیس منٹ پہلے دعا میں پورے انہماک کے ساتھ لگ جائیں اور خوب رو رو کر اپنے لئے، امت کے لئے دعا کریں۔
- (۹) کھجور سے افطار کریں، ہو سکے تو مسجد میں افطار کریں۔
- (۱۰) افطاری کھانے میں اتنی دیر نہ لگائیں کہ رکعت یا نماز مغرب چھوٹ جائے۔

مغرب سے عشا تک کا معمول

- ۱) مغرب کی نماز کے بعد دعا کریں اور تسبیح فاطمہ اور نماز کے بعد اذکار نہ چھوڑیں۔
 - ۲) دو رکعت سنن موکدہ اور دو رکعت سنن غیر موکدہ ادا کریں۔
 - ۳) ادا بین جنتی ہو سکے ادا کریں، دو چار، چھ آٹھ، دس، بارہ۔
 - ۴) کچھ وقت گھر والوں کے ساتھ گزاریں۔
 - ۵) عشا کی اذان سے قبل یا اذان ہوتے ہی مسجد میں حاضر ہو جائیں۔
- عشا اور رات کے معمولات
- ۱) عشاء کی نماز مکمل جماعت کے ساتھ ادا کریں، صف اول کی کوشش کریں۔
 - ۲) عشاء کے بعد دعا اور اذکار کا اہتمام کریں۔
 - ۳) دو رکعت سنن موکدہ ادا کریں۔
 - ۴) تراویح مکمل بیس رکعت تکبیر اولیٰ سے لے کر سلام تک ادا کریں۔
 - ۵) وتر بھی جماعت کے ساتھ ادا کریں۔
 - ۶) تراویح کے بعد بقیہ عشاء کی چار سنن غیر موکدہ ادا کریں۔
 - ۷) مسجد سے سیدھے گھر جائیں، کھانا وغیرہ کھا کر جلد از جلد سو جائیں۔
 - ۸) سونے سے پہلے سونے سے قبل کے اذکار اور دعائیں نہ بھولیں۔
 - ۹) وضو کر کے سوئیں۔
 - ۱۰) صبح جلد اٹھنے کا انتظام کر کے سوئیں۔
 - ۱۱) سونے سے پہلے نفس کا محاسبہ کریں اور پوچھیں:
- اے نفس کیا تو نے آج محض اللہ کے لئے صدقہ خیرات کیا؟
 - اے نفس کیا تو نے آج کسی انسان کو نفع پہنچایا؟
 - اے نفس کیا تو نے آج صلہ رحمی کیا؟

●..... اے نفس کیا تو نے آج کوئی دینی بات سیکھی؟

●..... اے نفس کیا تو نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا؟

●..... اے نفس کیا تو نے اپنے آپ کو غیبت، جھوٹ اور دیگر گناہوں سے بچایا؟

●..... اے نفس کیا تو بد نظری سے آج دور رہا؟

●..... اے نفس کیا تو نے تمام نمازیں اور معمولات پورے کئے؟

جب نفس کہے ہاں! کئے تو الحمد للہ پڑھتے پڑھتے سو جائیں اور اگر نفس انکار کرے، تو استغفار کرتے ہوئے اور آئندہ کرنے کی نیت کرتے ہوئے سو جائے۔

غرضیکہ رمضان کی کوئی گھڑی بے سود نہ گزرنے دیں اور بار بار اللہ کی عبادت اور مخلوق کی خدمت میں لگا دیں، اگر آپ اس طرح رمضان گزاریں گے، تو پھر دیکھو کیا انقلاب برپا ہوتا ہے۔

رمضان سے پہلے اور بعد کیسے زندگی گزاریں؟

جب رمضان اس طرح نیکیوں کے ساتھ گزرے گا تو انشاء اللہ پورا سال اللہ کی مدد نصرت اور توفیق کے ساتھ گزرے گا، رمضان میں آپ ہر اعتبار سے تقویٰ اختیار کر لو۔ یعنی ہر طرح کی برائی سے چاہے ظاہری ہو یا باطنی بچ جاؤ، اللہ پورا سال تقویٰ سے گزارنے کی توفیق دے گا، توبہ استغفار کثرت سے کرو، خاص طور پر لیلۃ الجائزہ یعنی آخری آحری رمضان کی رات عید کی تیاریوں اور فضول کاموں کے بجائے عبادت میں گزارو اس کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے۔

عام طور پر عصر حاضر میں دیکھا گیا ہے کہ اسراف طعام اور افراط نوم میں رمضان میں لوگ زیادہ مبتلا ہوتے ہیں، یعنی زیادہ کھانا اور زیادہ سونا ب ظاہر سی بات ہے کہ جب زیادہ کھا کر اور سو کر رمضان گزارے گا تو پورا سال بے برکتی والا ہی

ہوگا، بلکہ نوجوانوں میں نئی مصیبت، رات میں کھیلنے اور جاگنے کی بھی چل پڑی ہے جو رمضان میں ایک مسلمان کے لئے بالکل درست نہیں۔

منکراتِ رمضان

مومن کے دو کام ہیں، ایک نیک عمل کرے اور دوسرا برائی سے بچے، اب تک اعمالِ صالحہ پر گفتگو ہوئی اب برائی سے اجتناب پر ایک نظر۔

عام طور پر مندرجہ ذیل برائیاں عصرِ حاضر میں رمضان کے مبارک ماہ میں بہ کثرت مسلمانوں سے صادر ہوتی ہیں۔

(۱) کثرت سے سونا، رمضان میں اتنا سوتے ہیں کہ سال بھر اتنا نہیں سوتے، یہ غفلت کی علامت ہے، ایسا نہیں ہونا چاہئے۔

(۲) کثرت سے کھانا، سحر اور افطار میں ہمیشہ اعتدال سے کام لینا چاہئے، جب آدمی زیادہ کھانا کھاتا ہے تو شہوانیت ابھرتی ہے اور پھر گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے، لہذا روزہ کے مقصد کو سمجھتے ہوئے کھانے میں قدرے احتیاط کرنا چاہئے، کیونکہ روزہ کا مقصد نفس کو کمزور کر کے گناہوں سے بچانا ہے۔

(۳) رات میں محفلیں بٹھانا، کرکٹ، والی بال وغیرہ کے ٹورنامنٹ کھیلنا یا کیرم بورڈ وغیرہ کھیلنا، یا رات میں دیر تک تفریح کیلئے نکل پڑنا، ہوٹلوں، چوراہوں، اور پٹریوں پر بیٹھنا، یہ سب امور خلاف شرع ہیں، ان سے کلی اجتناب ضروری ہے۔

(۴) لوگوں کے سامنے اپنے روزے میں شدت بھوک یا پیاس کا مظاہرہ کرنا، اور کہنا کہ بھوک لگی ہے، پیاس لگی ہے وغیرہ۔ یہ بھی غلط ہے، صبر کرنا چاہئے۔

(۵) فضولیات اور ٹیلیویشن سے کلی اجتناب بلکہ ٹی وی کو گھر سے باہر کر دینا چاہئے۔ کیونکہ ٹی وی دین کے لئے ٹی بی ہے۔

(۶) تراویح سے جی چرانا، اس طور پر پڑھنا کہ جب امام رکوع میں جائے تب شامل ہونا، جب تک بیٹھے رہنا، یا باتیں کرنا، جو کئی گناہ کا سبب ہے، مسجد میں بات کرنے کا گناہ لوگوں کو تکلیف دینے کا گناہ، لوگوں کی نماز سے خشوع و خضوع کے چلے جانے کا سبب بننے کا گناہ اور رمضان جیسے افضل ماہ کی بے حرمتی کا گناہ کتنے گناہ جمع ہو جاتے ہیں، لہذا نفس سے مجاہدہ کر کے مکمل نماز ادا کریں۔

(۷) کمسن بچوں سے روزہ رکھوانا، اور ان کی تصویر کھینچوا کر اخبارات میں چھپوانا، اس میں دو بڑی خرابیاں ہیں: (الف) تصویر کھینچوانا (ب) بچے کے ذہن میں نوعمری ہی سے ریا کاری کے بیج بودینا، کہ عبادت میں اشتہار ضروری ہے۔

(۸) دعوتِ افطار کا رواج، اب یہ عبادت کی شکل چھوڑ کر رواج اور فیشن کی شکل اختیار کئے جا رہا ہے، دعوت و ضیافت تو اچھا کام ہے، وہ بھی دعوتِ افطار، لیکن اس کے ساتھ خارجی کچھ خرابیاں ایسی منضمّن ہو گئی ہیں کہ یہ دعوت انسانی دعوتِ رحمانی سے محرومی کا سبب ثابت ہو رہی ہے۔ جماعت چھوٹ رہی ہے کم از کم مسجد کی جماعت تو افطار کے نظر ہو ہی جاتی ہے۔ دعاؤں کا اہتمام نہیں ہو پاتا، بعض دعوتیں تو شرکت کے لائق بھی نہیں ہوتیں۔

(۹) بہت سی عورتیں تراویح نہیں پڑھتی ہیں، اور اسکو صرف مردوں کے کرنے کا کام سمجھا جاتا ہے، حالانکہ نماز تراویح بالغ مرد و عورت سب کیلئے سنتِ موكدہ ہے۔

(۱۰) ختم تراویح کے دن مساجد میں برقی تقیموں کی سجاوٹ میں فضول خرچی اس کے غیر ضروری انتظام میں ضیاع وقت کے ساتھ ساتھ منتظمین کی تراویح تک ترک ہو جاتی ہے اور عبادت کی طرف سے ہٹ کر تمام تر توجہ اس اسراف میں لگ جاتی ہے، اس لئے فضول لائٹنگ وغیرہ سے بچنا بھی نہایت ضروری ہے۔

(۱۱) تقسیم مٹھائی اور ہدیہ حفاظ کرام کے لئے، جو چندہ کی صورت رائج ہے اس

میں بہت ساری خرابیاں ہیں، کتنے ہی لوگ جبراً بدنامی کے خوف سے دیتے ہیں، کتنے ہی لوگ جن کے پاس مالی انتظام نہیں ہوتا لیکن اپنی عزت رکھنے کے خاطر انہیں اپنی اوقات سے بڑھ کر حصہ لینا پڑتا ہے۔

(۱۲) عام طور سے اکثر مساجد میں اعتکاف کے لئے کوئی نہیں بیٹھتا جب کہ آخری عشرہ کا اعتکاف سنت موکدہ علی الکفایہ ہے۔

بعض لوگ بوجھ اتارنے کے لئے معذور قسم کے لوگوں کو روٹی کپڑے پیسے وغیرہ کا لالچ دیکر اعتکاف میں بیٹھا دیتے ہیں۔

بعض حضرات بلکہ اب تو اکثر کا حال یہ ہے کہ وہ رمضان میں اس لئے بھی نیکی کی ہمت نہیں کرتے کہ رمضان کے بعد کہاں یہ سب ہو گا یا یہ کہ سدھر جائیں گے وغیرہ۔ یہ سب شیطانی وساوس ہیں۔ رمضان تو خوب عبادت سے گزاریں، پھر سال بھرا اتنا کچھ نہ کریں، مگر اتنا ضروری کریں کہ مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھیں، اگر رمضان عبادت سے گزرے گا تو خود بہ خود اللہ کی طرف سے توفیق ہوگی۔

(۱) ہر طرح کے حرام سے سال بھرا اجتناب کریں، اگر رمضان سے پہلے عادی تھے، رمضان کی برکت سے رک گئے، تو اب ترک کئے رہیں۔

(۲) نماز، تلاوت قرآن کا بقدر استطاعت ضرور اہتمام کریں۔

(۳) برے اخلاق جو رمضان کی برکت سے چھوٹ گئے ہیں، اس پر جسے رہیں۔

(۴) دینی مجلسوں میں حاضری دیتے رہیں۔

(۵) برے دوستوں سے دوستی ترک کر دیں، اور نفلوں سے محبت کریں۔

(۶) دعا اور صبح شام کے اذکار کا اہتمام کریں۔

(۷) ہر موقع کی مسنون دعاؤں کو ایک ایک کر کے یاد کر لیں۔

(۸) ہمیشہ فضول چیزوں میں وقت ضائع نہ ہو، اس کا خیال رکھیں، گیمز، موبائل

وائس، فیس بک، ٹویٹر وغیرہ پر نہ لگا رہیں، بلکہ کسی نہ کسی دینوی یا اخروی فائدہ کے کام میں اپنے آپ کو مشغول رکھیں۔

(۹) گھر والوں کی اصلاح کی فکر کریں، ان کو برائیوں سے روکیں۔

(۱۰) دعوت و تبلیغ اور خدمت خلق کا اہتمام کریں۔

اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ اگر رمضان مذکورہ طریقے سے گزارا، تو اللہ سال بھر مدد کریں گے، بلکہ زندگی بھر اللہ ہم سے راضی ہو جائے۔

اللہ ہماری مدد فرمائے، اور ہمیں اخلاص اور ہمت کے ساتھ تمام معمولات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور اللہ ہم سے راضی ہو جائے۔ آمین!

اللہ ہماری مدد فرمائے۔ اور ہمیں اخلاص اور ہمت کے ساتھ تمام معمولات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور اللہ ہم سے راضی ہو جائے۔ آمین

اللہ ہماری مدد فرمائے اور ہمیں اخلاص اور ہمت کے ساتھ تمام معمولات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ ہم سے راضی ہو جائے۔ آمین!



روزہ اور رمضان احادیث مبارکہ کی روشنی میں

(۱) فرمایا نبی رحمت ﷺ نے کہ انسان کے ہر عمل کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ روزہ اس قانون سے مستثنیٰ ہے کیونکہ روزہ خاص میرے لئے اور میں خود اس کی جزا دوں گا، بندہ اپنی خواہش اور اپنے کھانے کو میرے لئے چھوڑتا ہے۔ پھر فرمایا کہ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں، ایک افطار کے وقت اور دوسرے اس وقت ہوگی جب خدا سے ملاقات کرے گا۔ اور روزہ دار کے منہ کی بو خدا کے نزدیک مشک کی خوشبو سے عمدہ ہے۔ اور روزے ڈھال ہیں (جو گناہوں سے اور دوزخ سے بچاتے ہیں) جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو گندی باتیں نہ کرے اور شور نہ مچائے پس اگر کوئی شخص اس سے گالی گلوچ کرنے لگے تو لڑنے لگے تو کہہ دے کہ روزہ دار ہوں (لڑنا، جھگڑنا، گالی کا جواب دینا میرا کام نہیں)۔ (بخاری و مسلم عن ابی ہریرہ)

(۲) فرمایا رحمۃ اللعالمین ﷺ نے کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنات جکڑ دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے

جاتے ہیں، ان میں سے کوئی دروازہ رمضان ختم ہونے تک نہیں کھولا جاتا ہے اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جن میں سے کوئی دروازہ (ختم رمضان تک) بند نہیں کیا جاتا ہے اور خدا کی طرف سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ اے خیر کے طلب کرنے والے آگے بڑھو اور اے شر کے تلاش کرنے والے رک جاؤ اور بہت سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ دوزخ سے آزاد کرتے ہیں اور ہر رات ایسا ہی ہوتا ہے۔ (ترمذی عن ابی ہریرہ) (۳) فرمایا سرور دو عالم ﷺ نے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک کا نام ریان (یعنی سیرابی کرنے والا) ہے اس سے صرف روزے دار ہی داخل ہوں گے۔ (بخاری و مسلم) (۴) فرمایا رسول مقبول ﷺ نے کہ جس نے ایک دن خدا کی راہ میں روزہ رکھ لیا، اللہ تعالیٰ اسے دوزخ سے اس قدر دور کر دیں گے کہ ستر سال میں جتنی دور پہنچا جائے۔ (بخاری و مسلم عن ابی سعید)

(۵) فرمایا سرکار دو عالم ﷺ نے کہ جس نے بلا کسی شرعی رخصت اور بلا کسی مرض کے (جس میں روزہ چھوڑنا جائز ہو) رمضان کا روزہ چھوڑ دیا، تو اگر چہ (بعد میں) اسکو رکھ لیا، تب بھی ساری عمر کے روزوں سے اسکی تلافی نہیں ہو سکتی۔ (احمد عن ابی ہریرہ)

مطلب یہ ہے کہ رمضان کے روزوں کی فضیلت اور برتری اس قدر ہے کہ اگر رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دیا، تو عمر بھر روزے رکھنے سے بھی وہ فضیلت اور اجر و ثواب نہ پائے گا، جو رمضان میں روزہ رکھنے سے ملتا ہے، گو قضا کا ایک روزہ رکھنے سے حکم کی تعلیم ہو جائے گی۔

روزہ کی حفاظت

(۶) فرمایا فخر بنی آدم ﷺ نے کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ جن کے لئے حرام کھانے یا حرام کرنے یا غیبت وغیرہ کرنے کی وجہ سے (پیاس کے علاوہ

کچھ بھی نہیں۔ اور بہت سے تہجد گزار ایسے ہیں جن کے لئے (ریا کاری کی وجہ سے) جاگنے کے سوا کچھ نہیں۔ (دارقطنی عن ابی ہریرہ) (۷) فرمایا سرکارِ دو عالم ﷺ نے کہ روزہ (شیطان کی شرارت سے بچنے کے لئے ڈھال ہے جب تک کہ روزہ دار (جھوٹ بول کر یا غیبت وغیرہ کر کے) اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔ (نسائی عن ابی سعیدہ رضی اللہ عنہما) (۸) فرمایا سرورِ کونین ﷺ نے کہ روزہ رکھ کر بری بات اور برے عمل کو نہ چھوڑا تو خدا کو اسکی کچھ حاجت نہیں ہوگی کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔ (بخاری عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما)

قیام رمضان

(۹) فرمایا رسول اکرم ﷺ نے کہ جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب سمجھتے ہوئے رمضان کے روزے رکھے۔ اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس نے ایمان کے ساتھ (اور) ثواب سمجھتے ہوئے رمضان میں قیام کیا (تراویح وغیرہ پڑھی) تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس نے شب قدر میں قیام کیا اور ایمان کیساتھ اور ثواب سمجھ کر اسے اب تک کہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (بخاری و مسلم عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما) (۱۰) فرمایا فخرِ دو عالم ﷺ نے کہ روزے اور قرآن بندہ کیلئے سفارش کریں گے، روزہ کہیں گے اے رب ہم نے اس کو دن میں کھانے سے اور دیگر خواہشات سے روک دیا، لہذا اسکے حق میں ہماری سفارش قبول فرمائیے۔ چنانچہ دونوں کی سفارش قبول کر لی جائے گی۔ (تہذیب فی الشعب عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما)

رمضان اور قرآن

(۱۱) فرمایا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول خدا ﷺ سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں آپ کی سخاوت بہت ہی زیادہ بڑھ جاتی

تھی، رمضان کی ہر رات میں جبرئیل علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے تھے اور آپ انکو قرآن مجید سناتے تھے۔ جب جبرئیل علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے تھے، تو آپ اس ہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جاتے تھے جو بارش لے کر بھیجی جاتی ہے۔ (بخاری مسلم)

رمضان میں سخاوت

(۱۲) فرمایا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ جب رمضان داخل ہوتا تھا، تو حضور ﷺ ہر قیدی کو چھوڑ دیتے تھے اور ہر سائل کو عطا فرماتے تھے۔ (تہذیب فی الشعب الایمان) مطلب یہ ہے کہ آپ یوں بھی کسی کو محروم نہ فرماتے تھے، مگر رمضان میں اس کا مزید اہتمام ہو جاتا تھا۔

روزہ افطار کرانا

(۱۳) فرمایا خاتم الانبیاء ﷺ نے کہ جس نے روزہ دار کا روزہ کھلوایا یا مجاہد کو سامان دے دیا، تو اس کو روزہ دار اور مجاہد جیسا اجر ملے گا۔ (تہذیب فی الشعب عن زید بن خالد رضی اللہ عنہما) اور غازی اور روزہ دار کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ جیسا کہ دوسری احادیث سے ثابت ہے۔

روزہ میں بھول کر کھاپی لینا

(۱۴) فرمایا رحمۃ اللعالمین ﷺ نے کہ جو شخص روزہ میں بھول کر کھاپی لے، تو روزہ پورا کر لے کیوں کہ (اسکا کچھ قصور نہیں) اسے اللہ نے کھلایا اور پلا یا۔

(بخاری و مسلم عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما)

سحری کھانا

(۱۵) فرمایا نبی مکرم ﷺ نے کہ سحری کھایا کرو کیوں کہ سحری میں برکت ہے۔ (بخاری مسلم عن انس رضی اللہ عنہ) (۱۶) فرمایا نبی مکرم ﷺ نے کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کھانے کا فرق ہے۔ (مسلم عن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) (۱۷) فرمایا نبی اکرم ﷺ نے کہ سحری کھانے والوں پر خدا اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں۔ (طبرانی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما)

افطار

(۱۸) فرمایا نبی الرحمت ﷺ نے کہ لوگ ہمیشہ خیر پر ہی رہیں گے۔ جب تک افطار میں جلد کرتے رہیں گے۔ یعنی غروب آفتاب ہوتے ہی فوراً روزہ کھول لیا کریں گے۔ (بخاری و مسلم عن سہل رضی اللہ عنہ)

(۱۹) فرمایا رحمت کائنات ﷺ نے کہ جب ادھر سے رات آگئی (یعنی مشرق سے) اور ادھر سے (یعنی مغرب سے) دن چلا گیا، تو روزہ افطار کرنے کا وقت ہو گیا (آگے انتظار کرنا فضول ہے بلکہ مکروہ ہے)۔ (مسلم عن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ)

(۲۰) فرمایا رسول اکرم ﷺ نے کہ جب تم روزہ کھولنے لگو، تو کھجوروں سے افطار کرو، کیونکہ کھجور سرِ ابراہیم پر برکت ہے۔ اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے روزہ کھول لو۔ کیونکہ وہ (ظاہر و باطن) کو پاک کرنے والا ہے۔ (ترمذی عن سلمان بن عامر رضی اللہ عنہما)

روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے

(۲۱) فرمایا خاتم الانبیا ﷺ نے کہ ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور جسم کی زکوٰۃ

روزہ ہے۔ (ابن ماجہ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

سردی میں روزہ

(۲۲) فرمایا سرور عالم ﷺ نے کہ موسم سرما میں روزہ رکھنا مفت کا ثواب ہے۔ (ترمذی عن عامر رضی اللہ عنہ) مفت کا ثواب اسلئے فرمایا کہ اس میں پیاس نہیں لگتی اور دن جلدی سے گزر جاتا ہے۔ افسوس ہے کہ بہت سے لوگ اس پر بھی روزہ سے گریز کرتے ہیں۔

جنابت روزہ کے منافی نہیں

(۲۳) فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رمضان المبارک میں حضور ﷺ کو بحالت جنابت صبح ہو جاتی تھی اور یہ جنابت احتلام کی نہیں (بلکہ بیویوں کیساتھ مباشرت کرنے کی وجہ سے ہوتی تھی) پھر آپ غسل فرما کر روزہ رکھ لیتے تھے۔ (بخاری و مسلم) مطلب یہ ہے کہ صبح صادق سے قبل غسل نہیں فرمایا اور روزہ کی نیت فرمائی، پھر طلوع آفتاب سے قبل غسل فرما کر نماز پڑھ لی، اس طرح سے روزہ کا کچھ حصہ حالت جنابت میں گزرا اس لئے روزہ بالکل ابتداء صبح صادق سے شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر روزہ میں احتلام ہو جائے تو بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ کیونکہ جنابت روزہ کے منافی نہیں ہے۔ ہاں اگر عورت کے ماہواری کے دن ہوں تو روزہ نہ ہوگا۔ ان دنوں کی قضا بعد میں فرض ہے۔ یہی مسئلہ نفاس کے ایام کا ہے، نفاس وہ خون ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد آتا ہے۔

روزہ میں مسواک

(۲۴) فرمایا حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول خدا ﷺ کو بحالت

روزہ اتنی بار مسواک کرتے دیکھا ہے کہ جس کا میں شمار نہیں کر سکتا۔ (ترمذی)

مسواک تر ہو یا خشک روزہ میں ہر وقت کر سکتے ہیں، البتہ منجن، ٹوٹھ پاؤڈر، ٹوتھ پیسٹ یا کونکہ وغیرہ سے روزہ میں دانت صاف کرنا مکروہ ہے۔

روزہ میں سرمہ

(۲۵) فرمایا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری آنکھ میں تکلیف ہے کیا میں روزہ میں سرمہ لگا لوں؟ فرمایا لگا لو۔ (ترمذی)

اگر روزہ دار کے پاس کھایا جائے

(۲۶) فرمایا فخر بنی آدم ﷺ نے کہ جب تک روزہ دار کے پاس کھایا جاتا ہے، اسکی ہڈیاں تسبیح پڑھتی ہیں اور اس کیلئے فرشتے استغفار کرتے ہیں۔ (صحیح عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

آخری عشرہ میں عبادت کا خاص اہتمام

(۲۷) فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی اکرم ﷺ کے آخری دس دنوں میں جس قدر عبادت میں محنت فرماتے تھے دوسرے ایام میں اس قدر محنت نہیں فرماتے تھے۔ (مسلم) (۲۸) فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ جب آخری عشرہ آتا تھا تو سرور عالم ﷺ تہبند کس لیتے تھے (تا کہ خوب عبادت کریں) اور پوری رات عبادت کرتے تھے اور گھر والوں کو (عبادت کے لئے) جگاتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

شب قدر

(۲۹) فرمایا رحمۃ اللعالمین ﷺ نے کہ بلاشبہ یہ مہینہ آچکا ہے اس میں ایک رات ہے (شب قدر جو عبادت کی قدر و قیمت کے اعتبار سے) ہزار مہینوں سے بہتر

ہے، جو اس رات سے محروم ہو گیا کل خیر سے محروم ہو گیا۔ اور اس شب کی خیر سے وہی محروم ہو گیا۔ اور اس شب کی خیر سے وہی محروم ہو گا جو پورا پورا محروم ہو۔ (جسے ذوق عبادت بالکل نہیں اور جو فکر کی سعادت سے خالی ہے۔) (ابن ماجہ عن انس رضی اللہ عنہ)

(۳۰) فرمایا سرور کونین ﷺ نے کہ شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ (بخاری شریف عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

اعتکاف

(۳۱) فرمایا محبوب رب العالمین ﷺ نے (اعتکاف کرنے والے کے متعلق) کہ وہ گناہوں سے بچا رہتا ہے اور اسے وہ ثواب ملتا ہے جو (اعتکاف سے باہر) تمام نیکیاں کرنے والے کو ملتا ہے۔ (ابن ماجہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

یعنی اعتکاف میں بیٹھ کر اعتکاف والا خارج مسجد جو نیکیاں کرنے سے عاجز ہے وہ ثواب کے اعتبار سے محروم نہیں ہے اگر اعتکاف نہ کرتا، تو مسجد سے باہر جو نیکیاں کرتا، انہیں بھی کرتا اور ان کا ثواب بھی پاتا۔

آخری رات میں بخشش

(۳۲) فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رمضان کی آخری رات میں امت محمدیہ ﷺ کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا اس سے شب قدر مراد ہے؟ فرمایا نہیں! (یہ فضیلت آخری رات کی ہے۔ شب قدر کی فضیلتیں اس کے علاوہ ہیں) بات یہ ہے کہ عمل کرنے والے کا اجر اس وقت پورا دے دیا جاتا ہے جب کام پورا کر دیتا ہے۔ اور آخری شب میں عمل پورا ہو جاتا ہے، لہذا بخشش ہو جاتی ہے۔ (احمد عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

عید کا دن

(۳۳) فرمایا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب شب قدر ہوتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ نازل ہوتے ہیں، جو ہر اس بندہ خدا کیلئے دعا کرتے ہیں جو اللہ عزوجل کا ذکر کر رہا ہو۔ پھر جب عید کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے فخر فرماتے ہیں۔ کہ دیکھو ان لوگوں نے ایک ماہ کے روزے رکھے اور حکم مانا۔

فرماتے ہیں کہ اے میرے فرشتوں! بتاؤ اس مزدور کی جزا کیا ہے جس نے عمل پورا کر دیا ہو، وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب اس کی جزا یہ ہے کہ اس کا بدلہ پورا دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے فرشتو! میرے بندوں اور بندویوں نے میرا فریضہ پورا کر دیا جو ان پر لازم تھا اور اب دعا میں گرگڑانے کیلئے نکلے ہیں۔ قسم ہے میرے عزو جلال اور کرم کی اور میرے علو و ارتقاع کی، میں ضرور ان کی دعا قبول کروں گا۔ پھر (بندوں کو) ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ میں نے تم کو بخش دیا اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا، لہذا اس کے بعد (عید گاہ سے) بخشے بخشائے واپس ہوتے ہیں۔

صدقہ فطر

(۳۴) فرمایا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر روزوں کو لغو اور گندی باتوں سے پاک کرنے کے لئے اور مساکین کی روزی کے لئے مقرر فرمایا۔ (ابوداؤد)

شوال کے چھ روزے

(۳۵) فرمایا فخر کونین رضی اللہ عنہ نے کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد چھ (نفل) روزے رکھے شوال (یعنی عید) کے مہینے میں رکھے تو (پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ملے گا اگر ہمیشہ ایسا ہی کیا کرے) تو گویا اس نے ساری عمر روزے رکھے۔ (مسلم عن ابی ایوب)

چند مسنونہ دعائیں

(۳۶) فرمایا معاذ بن زہرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم افطار کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے: ”اللَّهُمَّ لَكَ صُومْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ“۔ (ابوداؤد) ”اے اللہ میں نے تیرے ہی لئے روزہ رکھا اور تیرے ہی دیئے رزق پر کھولا“۔

(۳۷) فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے کہ افطار کے وقت (یعنی بعد افطار) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے:

”ذَهَبَ الظَّمْأُ وَأَبْتَلَتِ العُرُوقُ وَثَبَتَ الأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللّهُ تَعَالَى“
”پیس چلی گئی اور رگیں تر ہو گئیں اور انشاء اللہ اجر ثابت ہو گیا۔“

افطار کی ایک اور دعا

(۳۸) ”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِي وَسَعَتْ كُلَّ شَيْءٍ
إِنْ تَغْفِرْ لِي ذُنُوبِي“۔ (ابن ماجہ)

”اے اللہ میں آپ کی اس رحمت کے ذریعے سوال کرتا ہوں، جو ہر چیز کو سمائے ہوئے ہے کہ آپ میرے گناہ معاف فرمادیں“۔

یہ دعا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

(۳۹) جب کسی کے یہاں افطار کرے تو اہل خانہ کو یہ دعا دے:

”أَفْطَرَ عِنْدَكُمْ الصَّائِمُونَ وَآكَلَ طَعَامَكُمْ الْأَبْرَارِ وَصَلَّتْ

عَلَيْكُمْ الْمَلَائِكَةُ“ (ابن ماجہ)

”روزہ دار تمہارے یہاں افطار کیا کریں اور نیک لوگ تمہارا کھانا کھا لیں اور فرشتے تمہارے لئے دعا کریں۔“

ایک جگہ افطار کر کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا پڑھی تھی:

شب قدر کی دعا

(۴۰) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر مجھے معلوم

ہو جائے کہ شب قدر کونسی ہے تو (اس رات میں) کیا دعا کروں؟ فرمایا (دعا میں)

یوں کہو: ”اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوفٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي“۔ (ترمذی)

”اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے، معافی کو پسند فرماتا ہے، لہذا مجھے

معاف کر دے۔“

☆☆☆

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

کے روزے اور رمضان

عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رات کے وقت جب کہ تمام دنیا محو راحت ہوتی تھی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیٹھ کر صبح تک آہستہ آہستہ قرآن کی تلاوت فرماتے تھے۔ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی تمام طاق راتیں شب قدر کی تلاش میں بسر ہوتی تھیں۔ ابو عقر ب کہتے ہیں کہ میں رمضان میں ایک روز علی الصبح ان کی خدمت میں حاضر ہوا، دیکھا کہ مکان کی چھت پر بیٹھے ہوئے فرما رہے ہیں ”خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ کہا“۔ میں نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ بولے ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ میں ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس روز جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس میں شعاع نہیں ہوتی۔ چنانچہ آج میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔“

سارا گھر صبح سویرے بیدار ہو کر عبادت میں مشغول ہو جاتا تھا۔ خود صبح صادق

سے طلوع آفتاب تک تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتے تھے۔

ابووائل روای ہیں کہ ایک دن ہم لوگ صبح کی نماز پڑھ کر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ دروازہ پر کھڑے ہو کر سلام کیا۔ اندر آنے کی اجازت ملی لیکن ہم لوگ تھوڑی دیر دروازے پر ٹھہرے رہے کہ اتنے میں لونڈی نے آ کر کہا آتے کیوں نہیں۔ ہم لوگ گھر میں گئے تو وہ بیٹھے ہوئے تسبیح پڑھ رہے تھے، کہا اجازت ملنے کے بعد تم لوگوں کو اندر آنے سے کس نے روکا تھا؟ ہم لوگوں نے کہا کسی نے نہیں، خیال ہوا ممکن ہے بعض اہل بیت سو رہے ہوں، کہا ابن ام عبد کی اولاد پر تم نے غفلت کا گمان کیا، اس کے بعد پھر تسبیح میں مشغول ہو گئے۔ جب سمجھے کہ آفتاب نکل چکا تو لونڈی سے کہا دیکھو آفتاب طلوع ہوا، اس نے جا کر دیکھا تو ابھی طلوع نہ ہوا تھا۔ پھر تسبیح میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر لونڈی سے کہا دیکھو آفتاب طلوع ہوا، اس نے جا کے دیکھا تو طلوع ہو چکا تھا پھر یہ دعا پڑھی، اس خدا کا شکر ہے جس نے ہم کو آج کے دن معاف کر دیا۔ مہدی راوی کہتے ہیں کہ میرے خیال میں یہ بھی کہا تھا اور ہمارے گناہوں کے بدلے میں ہم کو ہلاک نہیں کیا۔

نمازیں نہایت کثرت سے پڑھتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سب سے بہتر عمل خیر کیا ہے؟ ارشاد ہوا کہ نماز کا اپنے وقت پر ادا کرنا۔ میں نے کہا پھر کیا ہے؟ فرمایا ”والدین کے ساتھ نیکو کاری۔“ میں نے کہا ”پھر؟“ حکم ہوا ”راہ خدا میں جہاد کرنا۔“ اس کے بعد خاموش ہو گیا۔ ہاں اگر میں اپنا سوال آگے بڑھاتا تو آپ اس پر کچھ اور اضافہ فرماتے۔ غرض اس ارشاد کے مطابق وہ فرائض ٹھیک وقت پر ادا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ولید بن عقبہ والی کوفہ کو پہنچنے میں دیر ہو گئی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بغیر توقف و انتظار کیے نماز پڑھا دی۔ ولید نے برہم ہو کر کہہ لایا ”بھیا“ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ کیا امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کا کوئی حکم ہے یا اپنی ایجاد؟“ انہوں نے جواب دیا کہ نہ تو امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کا حکم ہے اور

نہ اپنی ایجاد، البتہ خدا کو یہ ناپسند ہے کہ تم اپنے مشاغل میں مصروف رہو اور لوگ نماز میں تمہارے منتظر رہیں۔

رمضان کے علاوہ ہفتہ میں دو دن دوشنبہ اور جمعرات عموماً روزوں کے لیے مخصوص تھے۔

بیوی بچوں سے محبت رکھتے تھے۔ گھر میں داخل ہوتے تو باہر ہی سے کھنکھارتے اور بلند آواز سے کچھ بولتے تاکہ گھر کے لوگ باخبر ہو جائیں۔

پوشاک نہایت سادہ پہنتے تھے۔ ہاتھ میں ایک آہن انگوٹھی رہتی تھی جو غالباً مہر وغیرہ کے کام آتی ہوگی۔ غذا پر تکلف نہ تھی۔ کھانے کے بعد عموماً چھوہاروں کا شربت استعمال فرماتے تھے۔



رمضان میں ہونیوالے بعض اہم واقعات

- ۱- غارِ حرا میں محمد ﷺ کے پاس جبرئیل امین کی آمد اور قرآن حکیم کے نزول کی ابتداء۔
- ۲- نبوت کے دسویں سال ۱۰ رمضان کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اور اسی سال آپ ﷺ کے چچا ابوطالب کا انتقال ہوا۔ اس لئے اس سال کو عام الحزن (غم کا سال) کہا گیا۔
- ۳- ۱۷ رمضان ۲ ہجری میں غزوہ بدر ہوا، اسی سال روزہ فرض ہوا اور اللہ کے رسول ﷺ نے کل نور رمضان کے روزے رکھے، اسی رمضان میں زکوٰۃ اور صدقہ فطر فرض ہوئی اور عید کی نماز پڑھی گئی۔
- ۴- ۵ ہجری میں کفار سے جنگ کی تیاری کے طور پر مدینہ کے ارد گرد خندق کی کھدائی شروع ہوئی اور شوال کی ابتدا میں ختم ہوئی۔
- ۵- ۲۱ رمضان ۸ ہجری میں مکہ فتح ہوا۔
- ۶- ۹ ہجری میں طائف سے قبیلہ ثقیف کے لوگ مدینہ آئے اور اسلام سے شرف یاب ہوئے اور حمیری بادشاہوں کے وفود نے قبول اسلام کا اعلان کیا۔

- ۷- ۱۱ ہجری میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔
- ۸- ۱۳ ہجری میں بویب کا معرکہ پیش آیا، جو حضرت ثنی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں انجام پذیر ہوا۔
- ۹- ہجرت کے پندرہویں سال ماہ رمضان حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں قادیسیہ کی جنگ لڑی گئی اور کسری کے ایوانوں پر اسلام کا پرچم لہرایا گیا اور اسی ماہ ۲۱ ہجری میں معرکہ نہاوند میں مسلمان فتح یاب ہوئے۔
- ۱۰- ۱۳ رمضان المبارک کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فلسطین پہنچے اور بیت المقدس کی کنجی حاصل کی۔
- ۱۱- ۱۷ رمضان ۴۰ ہجری کی صبح میں حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے۔
- ۱۲- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت اور جنادہ رضی اللہ عنہ بن امیہ کی قیادت میں ۵۳ ہجری میں جزیرہ روڈس کو فتح کیا گیا۔
- ۱۳- منگل کی شب ۱۷ رمضان المبارک ۵۸ ہجری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔
- ۱۴- ۱۹ ہجری کو صلیبوں کے مقابلہ میں طارق بن زیاد کو کامیابی حاصل ہوئی اور اندلس فتح ہوا۔
- ۱۵- ۲۲۳ھ میں عموریہ کو فتح کیا گیا۔
- ۱۶- ۵۸۴ھ میں صلاح الدین رضی اللہ عنہ ایوبی نے ملک شام کے نصرانیوں پر حملہ شروع کیا اور ان ملکوں کو واپس لے لیا۔ جن پر وہ غاصبانہ قبضہ کئے ہوئے تھے اور اسی سال حطین کا مشہور معرکہ پیش آیا اور ۵۸۷ھ میں صلاح الدین رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں عسقلان فتح ہوا۔ ۱۷- ۶۵۸ھ میں عین جالوت کا معرکہ ہوا جس میں تاتاری بادشاہ کوسیف الدین قطر کے ہاتھوں شکست ہوئی۔

۱۸-۶۶۶ھ میں ظاہر بیبرس کی قیادت میں صلیبوں کے قبضہ سے انطاکیہ کو آزاد کرایا گیا۔

۱۹-۷۰۲ھ میں معرکہ مرج الصفر پیش آیا، جو تاری بادشاہ قازان اور خلیفہ مستکفی کی فوجوں کے درمیان ہوا اور مسلمان شاندار فتح سے سرفراز ہوئے۔
۲۰-۹۲۷ھ میں عثمانی بادشاہ سلیمان قانونی کے ذریعہ بلغراد فتح ہوا۔



سب سے طویل مدت کے روزے رکھنے والوں کا شہر

فن لینڈ

فن لینڈ کو آدھی رات کے سورج کی سرزمین بھی کہا جاتا ہے۔ اس نام سے شہرت پانے کی وجہ اس کا حد درجہ انتہائی موسم ہے۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ یہاں سال کے ۶ مہینے دن اور ۶ مہینے رات ہوتی ہے۔ قطب شمالی پر واقع ہونے کی وجہ سے، یہاں کا اوسط درجہ حرارت بھی ۶ ڈگری سیلیس ہے۔ اسی لئے فن لینڈ میں دو طرح کے موسم ہوتے ہیں، وائٹ ونٹر اور گرین ونٹر یعنی موسم سرما میں چہار سو برف کی سفید چادر بچھی ہوتی ہے تو موسم گرما میں سرسبز درخت اور وادیاں فن لینڈ کے قدرتی حسن کو دوبالا کرتی ہیں لیکن اوسطاً موسم سرد ہی رہتا ہے اور سیاحوں کو جاپان سے کھینچ کر لاتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ جاپان چڑھتے سورج کی جب کہ فن لینڈ ڈوبتے سورج کی سرزمین ہے۔ آج کل ماہ صیام ہے لیکن فن لینڈ میں مسلمانوں کیلئے یہ مقدس مہینہ کسی دلچسپی سے خالی نہیں، اس دلچسپی کی وجہ یہاں رمضان المبارک کے سحر و افطار کے اوقات ہیں۔ روزے کا دورانیہ مختلف مقامی شہروں کے اوقات کے مطابق ۲۰

سے ۲۲ گھنٹے بنتا ہے اس طرح ایک عام شخص کیلئے ایک ماہ تک مسلسل ۲۰، ۲۲ گھنٹوں تک بھوکا پیاسا رہنا ناممکن ہے۔ سحری رات ڈھائی بجے اور افطارات ساڑھے دس بجے۔ اس طرح آپ افطار کے بعد رات ساڑھے بارہ بجے نماز عشاء پڑھیں۔ اور تراویح سے فارغ ہوں تو گرم گرم سحری آپ کی منتظر ہوتی ہے اس طرح مشکل سے آپ کو سحری اور نماز فجر سے پہلے ایک ڈیڑھ گھنٹے کا وقت ملتا ہے۔

فن لینڈ میں جب رمضان شریف موسم سرما میں آئے گا تو روزے کا دورانیہ تین چار گھنٹے کا ہوگا اور تب بھی یہ ایک دلچسپ بات ہوگی جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا کہ قطب شمالی پر واقع ان ناروائی ممالک اور دیگر بالٹک ریاستوں میں مقیم مسلمانوں، یعنی ایک عام آدمی کے لئے موسم گرما میں ایک ماہ تک اتنے طویل دورانیے کے روزے رکھنا از حد مشکل عمل ہے تو اس مسئلے کا حل تلاش کرنے کے لئے یہاں کے مسلمانوں نے مصر میں جامع الازہر اور مسلمان ممالک میں عالمی شہرت کی حامل دیگر اسلامی درس گاہوں سے علماء اور مشائخ حضرات سے کوئی فتویٰ حاصل کرنے کے لئے رابطہ کیا۔ اس سلسلے میں مصر کی معروف اسلامی درس گاہ دارالافتاح المصریہ کے ناروے میں قائم شدہ ذیلی ادارے دارالایمان کے مہتمم علامہ عبد اللہ سیوتھی نے دو سال قبل مورخہ ۸ اگست ۲۰۱۰ء کو ان شمالی ممالک میں نماز کے اوقات کے بارے میں ایک فتویٰ اور طلوع و غروب آفتاب کا ایک کلیڈر جاری کیا ہے اس فتوے میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ پاک رحمن اور رحیم انسان پر ظلم کرنے والے نہیں ہیں، مزید یہ کہ دین اسلام کے بڑے مفکرین نے سورہ نساء کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نماز کے اوقات (ہر ملک کے محل وقوع کے مطابق جمادیئے گئے) مقرر کر دیئے گئے ہیں یعنی قطب شمالی اور قطب جنوبی میں نماز کے اوقات جو کہ سورج کے طلوع اور غروب کے ساتھ منسلک ہیں، کو مقرر کیا گیا ہے (جمادیا گیا، ٹھہرا دیا گیا

ہے) ان اکیسٹریم جغرافیائی محل وقوع میں واضح فرق دکھائی دیتا ہے مثلاً شمالی میں الاسکا، آکس لینڈ، اسکیٹنڈے نیویا کے ممالک، بالٹک ریاستیں، اور جنوب میں ملائیشیا، انونڈیشیا، سنگاپور، تھائی لینڈ، نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا اور ساؤتھ پیفک کے جزائر وغیرہ ہی۔ یعنی اگر طلوع و غروب آفتاب کے اوقات میں حد درجہ (ایکسٹریم) فرق موجود ہو تو وہاں پر نزدیک ترین مسلمان ریاست کے اوقات نماز پر عمل کرنا چاہئے اگر دور دور تک کوئی اسلامی ریاست نہ ہو یا نزدیک ترین اسلامی ریاست کے طلوع و غروب آفتاب کے اوقات کار میں بھی کوئی زیادہ فرق نہ ہو تو پھر اللہ کے گھر یعنی بیت اللہ، شہر مکہ مکرمہ کے اوقات کار کو فاولو کیا جائے۔ اپنے اس فتوے کے حق میں جدید سائنسی علوم اور اجرام فلکی کے ماہرین سے مستعار ایک دلیل یہ بھی دی جاتی ہے کہ ان ناروائی ممالک میں موسم گرما میں سورج کا مقام ۱۷، ۱۸ ڈگری پر ہوتا ہے اور رات ساڑھے دس اور ڈھائی بجے کے درمیانی عرصے کو یہ ماہرین ”رات“ ہی نہیں مانتے، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس طرح ”عشاء“ کی نماز کس وقت پڑھی جائے گی؟ اس فتوے کی رو سے فن لینڈ کے کئی مسلمان سعودی عرب میں طلوع و غروب آفتاب کو اوقات کے مطابق سحر و افطار کرتے ہیں یوں سعودی عرب کے اوقات کے مطابق فن لینڈ میں علی الصبح چار بجے سحری کے وقت بھی سورج چمک رہا ہوتا ہے اور شام یارات ساڑھے آٹھ یا نو بجے بھی سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے۔ آپ اور میں چونکہ بچپن ہی سے اندھیرے میں سحری اور افطاری کے عادی ہیں، اس لئے سورج کی موجودگی میں سحری اور افطاری کرنا عجیب سا لگتا ہے لیکن اس سال تو روزے جولائی کے اواخر میں اور اگست کے اوائل میں آئے ہیں۔ لیکن اگلے برس جون میں رمضان آئے گا تو فن لینڈ واقعی ہی آدھی رات کے سورج کی سرزمین بن جائے گا اور روزہ تقریباً ۲۲، ۲۳ گھنٹوں پر محیط ہوگا۔ ☆

حضور ﷺ کو نماز تراویح باجماعت پسند تھی

نماز تراویح ایک ایسی عبادت ہے جو صرف ماہ رمضان المبارک ہی میں ادا کی جاتی ہے اور یہ زمانہ رسالت سے آج تک مسلمانوں میں متواتر رائج چلی آرہی ہے نماز تراویح کی ترغیب خود نبی اکرم ﷺ نے دی ہے آپ نے فرمایا: ”جس شخص نے رمضان میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام کیا، اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔“ (مسلم)

شرح صحیح مسلم میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث مبارکہ میں قیام رمضان (نے بھی اس) سے مراد نماز تراویح ہی ہے دیگر شارحین حدیث نے بھی اس سے مراد نماز ہی قرار دی ہے۔ صحیحین کی بعض روایات کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے نماز تراویح پڑھی لیکن مصلحتاً جماعت کے ساتھ پورا مہینہ نہیں پڑھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ آدھی رات کے وقت مسجد تشریف لے گئے اور نماز ادا کی، لوگوں نے بھی آپ ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھنی شروع کر دی۔ صبح لوگوں نے رات کی نماز کا آپس میں تذکرہ کیا، چنانچہ پہلی مرتبہ

سے زیادہ (اگلی رات میں) جمع ہو گئے، دوسری رات نبی کریم ﷺ تشریف لے گئے اور لوگوں نے آپ کی اقتدا میں نماز پڑھی پھر لوگوں نے صبح اس واقعہ کا دیگر لوگوں سے ذکر کیا تو تیسری رات مسجد میں بہت زیادہ لوگ جمع ہو گئے، رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز ہو گئی تو آپ ﷺ لوگوں کی طرف مروجہ ہوئے کلمہ پڑھا اور اس کے بعد فرمایا: گذشتہ رات تمہارا حال مجھ پر مخفی نہ تھا لیکن مجھے یہ خوف تھا کہ تم پر رات کی نماز (تراویح) فرض کر دی جائے گی اور تم اس کی ادائیگی سے عاجز ہو جاؤ گے۔ (مسلم)

یہ بات واضح ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو نماز تراویح باجماعت پسند تھی مگر اس خوف سے کہ کہیں اللہ تعالیٰ اسے فرض ہی قرار نہ دے دیں، آپ ﷺ نے تسلسل کے ساتھ مسجد میں باجماعت یہ نماز ادا نہیں فرمائی۔ پھر اس طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں الگ الگ بغیر جماعت نماز تراویح کا سلسلہ رہا یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک روز مسلمانوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت میں مسجد میں نماز تراویح باجماعت کے لئے جمع فرمایا، پس اس روز سے رمضان کے پورے ماہ میں باجماعت نماز تراویح میں رکعت ادا کرنے کا رواج ہوا ہے۔

نماز تراویح کا اہتمام

نماز تراویح میں ختم قرآن کا اہتمام بھی سب سے پہلے حضرت عمر فاروق نے کیا کہ ماہ رمضان میں نماز تراویح میں ایک مکمل قرآن کریم تلاوت کی جائے، چنانچہ آپ ﷺ کی قائم کردہ اس سنت پر دنیا بھر کے مسلمان آج بھی عمل پیرا ہیں۔ نماز تراویح میں جس تیز رفتاری سے قرآن کریم پڑھا جاتا ہے وہ نماز تراویح یعنی قیام رمضان کی اصل روح کے سراسر منافی ہے، نماز تراویح یا قیام رمضان کا مقصد تو یہ تھا

کہ عام مہینوں کی نسبت اس ماہ میں زیادہ دیر تک راتوں کو عبادت کی جائے اور قرآن کریم زیادہ اہتمام کے ساتھ کثرت سے تلاوت و سماعت کیا جائے، لیکن اکثر لوگ ایسے حفاظ یا امام کے پیچھے نماز تراویح پڑھنا پسند کرتے ہیں جو انہیں جلد از جلد تراویح پڑھا کر فارغ کر دے۔

ترتیل کے ساتھ تلاوت

نوجوان طبقہ خاص طور سے اس طرف مائل دکھائی دیتا ہے اور ایسی بہت سی مساجد ہیں جہاں سب رفتار سے ترتیل کے ساتھ الفاظ کی صحیح ادائیگی کا لحاظ کرتے ہوئے نماز تراویح میں تلاوت ہوتی ہو، مقتدیوں کی زیادہ تعداد دکھائی نہیں دیتی، لیکن اس کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ اب سرے سے ایسے لوگ ہیں ہی نہیں جو سکون و اطمینان سے تراویح میں تلاوت کلام حکیم کے حروف کی صحیح ادائیگی کے ساتھ سننا نہ چاہتے ہوں، بلاشبہ ایسے نیک لوگ زیادہ ہیں۔ نماز کے تمام ارکان کو ٹھہر ٹھہر کر اور سکون سے ادا کرنا تعدیل ارکان کہلاتا ہے فتاویٰ عالمگیری اور فقہ و فتاویٰ کی دیگر کتابوں میں لکھا ہے کہ تعدیل ارکان اعضاء کے ایسے سکون کو کہتے ہیں کہ اعضاء کے سب جوڑ کم از کم ایک بار تسبیح پڑھنے کی مقدار ٹھہر جائیں ایسی نماز سے کیا حاصل جس سے روح نماز ہی غائب ہو اور پورا زور کسی نہ کسی طرح بیس رکعت کی تعداد پوری کرنا اور ان میں جلد از جلد سوایا ڈیڑھ پارہ ختم کرنے پر صرف ہو رہا ہے۔

تلاوت کا حق ادا کرنے والوں کے ساتھ تراویح پڑھو

تراویح کی نماز باجماعت سے پڑھنا چاہیے اور اگر ہو سکے تو پورا قرآن نماز میں سننے کی کوشش کیجئے تراویح کسی ایسے حافظ کے پیچھے پڑھے جو پورے احترام، دل

بستگی اور ذوق و شوق کے ساتھ اس طرح قرآن ٹھہر ٹھہر کر اعتدال کے ساتھ پڑھے کہ زیادہ تاخیر کی وجہ سے مقتدی بھی نہ اکتائیں، اور قرآن پاک بھی اس طرح صاف صاف پڑھا جائے کہ اس کی تلاوت کا حق ادا ہو، قرآن کو بے پناہ روانی کے ساتھ بے سوچے سمجھے اس طرح پڑھنا کہ گویا سرے سے ایک بوجھ اتار جا رہا ہے، درحقیقت قرآن کے ساتھ بڑا ظلم ہے خدا کی کتاب کا حق یہ ہے کہ اس کو دل کی و آمادگی، طبیعت کی حاضری اور انہماک کے ساتھ پڑھا جائے اور اس کو سمجھنے اور اس میں غور و فکر کرنے کی عادت ڈالی جائے، اس طرح تراویح کی نماز سکون اور اعتدال کے ساتھ پڑھنی چاہیے۔ لاپرواہی کے ساتھ رواں دواں رکوع و سجود کرنا نماز کے مقصد سے غفلت بھی ہے اور نماز کی لذت سے محرومی بھی۔



نماز تراویح اور رکعات کی تعداد

”عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ فَصَلَّى بِالنَّاسِ أَرْبَعَةً وَعِشْرِينَ رَكْعَةً وَأَوْتَرَ بِثَلَاثَةٍ“.

(تاریخ الجرجان، ص: ۲۷۵ لابی قاسم حمزة بن یوسف السهمی المتوفی: ۵۷۲ھ و مجموعہ رسائل صفدر: ۱۰/۴)

”سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات (اپنے گھر سے نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) لوگوں کو چوبیس رکعات (چار فرض، بیس تراویح) نماز پڑھائی اور تین رکعات وتر بھی پڑھائی“۔

اور حدیث کی ایک کتاب ”مصنف ابن ابی شیبہ“ میں ہے:

”عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرُونَ رَكْعَةً وَالْوُتْرَ“۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۳/۲، روایت: ۷۶۹۲، کم یصلی فی رمضان

من رکعة، المعجم الكبير الطبرانی: ۱۱/۳۹۳، حدیث ۱۲۱۰۲)

”سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں بیس رکعات (تراویح) اور وتر پڑھتے تھے“۔

اس روایت میں کچھ کلام ہے لیکن صحیح سند سے ثابت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس (۲۰) رکعات تراویح کا اہتمام ہوتا تھا، چنانچہ امام مالک رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں۔ عَنْ يَزِيدِ بْنِ رُوْمَانَ أَنَّهُ قَالَ، كَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ رَكْعَةً۔

(المؤطا للامام مالک، ص: ۷۰ کتاب الصلاة فی رمضان، باب ۲ ماجاء فی قیام رمضان حدیث: ۲۵۴)

”یزید بن رومان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ ۲۳ رکعات پڑھا کرتے تھے۔

۲۳ رکعات سے مراد ۲۰ رکعات تراویح اور ۳ رکعات وتر کی نماز ہے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر کسی صحابی نے نکیر نہیں فرمائی، بلکہ دوسرے خلفاء راشدین کے عہد میں بھی اسی پر عمل رہا ہے، چنانچہ مروی ہے۔

عَنْ أَبِي الْحَسَنَاتِ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ خَمْسَ تَرَوِيحَاتٍ عِشْرِينَ رَكْعَةً۔

(کنز العمال، حدیث ۲۳۴۷۳، باب ۱۳ صلاة التراويح، و مصنف ابن

ابی شیبہ ۱۶۳/۲، کم یصلی فی رمضان من رکعة؟ روایت ۷۶۸۱)

ابوالحسنات سے روایت ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو پانچ ترویحوں کے ساتھ بیس رکعات پڑھائے“۔

دوسری روایت ابن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ نے یوں نقل کی ہے: عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِهِمْ عِشْرِينَ رَكْعَةً (المصنف ۲/۱۶۳، کم یصلی فی رمضان من رکعة؟ روایت ۷۶۸۲) ”یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھائے“۔

نیز محدث کبیر عبدالرزاق صنعانی رضی اللہ عنہ نے روایت نقل کی ہے: ”عَنْ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدٍ أَنَّ عُمَرَ جَمَعَ النَّاسَ فِي رَمَضَانَ عَلَى تَمِيمِ الدَّارِيِّ

عَلَىٰ أَحَدَىٰ وَعَشْرَيْنَ رَكْعَةً يَقْرَأُونَ بِالْمَعِينِ وَيَنْصِرُ فُؤَادَ عَنْ فُرُوعِ

الْفَجْرِ“ - (مصنف عبد الرزاق: ۲۶۰/۴، باب قیام رمضان، روایت ۷۷۳۰ و اسنادہ صحیح)

”سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور تمیم داری کی اقتداء میں ۲۱ رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے، اور فجر کے قریب قریب اس نماز سے فارغ ہوتے تھے۔“

ابن ابی شیبہ نے ایک اثر نقل کیا ہے۔ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ رَفِيعُ قَالَ كَانَ اَبِي بِن كَعْبٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فِي رَمَضَانَ بِالْمَدِينَةِ عَشْرِينَ رَكْعَةً وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ - (المصنف ۱۶۳/۲، کم یصلی فی رمضان من رکعة؟ روایت ۷۸۲)

”عبدالعزیز بن رفیع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں لوگوں کو ۲۰ رکعات تراویح پڑھاتے اس کے بعد تین رکعات وتر پڑھاتے تھے۔“

عَلَىٰ بِنِ الْجَعْدِ فِي تَأْلِيفِ جُومَسَدِ كَيْفَ سَمِعْتُهُ مِنْ مَشْهُورٍ فِي رَمَضَانَ عَشْرِينَ رَكْعَةً - (مسند علی بن الجعد، حدیث ۲۹۲۶)

”سائب بن یزید کہتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں لوگ رمضان کی مہینہ میں بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔ بہر حال اس زمانہ میں ۲۰ رکعات ہی تراویح پڑھنے کا معمول تھا اور اسی پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سب کو جمع کیا تھا، اس زمانہ میں اکابر و اجلہ صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میرے طریقے اور خلفاء راشدین کے طریقے کو اختیار کرو۔ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ.

(سنن ابن ماجہ، کتاب المقدمة، باب ۶ اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين، حدیث ۴۲ صحیح، و سنن ابی داؤد، کتاب السنة، باب ۵ فی لزوم السنة، حدیث: ۴۶۰۷ صحیح، و سنن الترمذی، کتاب العلم، باب ۱۶ ماجاء فی الأحاد بالسنة و اجتناب البدع، حدیث ۲۶۷۶، صحیح)

”تم پر میری سنت اور ہدایت یافتہ راشدین کی سنت لازم ہے، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ خلفاء راشدین کی اس متفقہ سنت سے اعراض نہ ہونا چاہیے، آٹھ رکعت تراویح پڑھنے کا حدیث میں کہیں ذکر نہیں ہے، ہاں نماز تہجد میں آٹھ رکعات کا معمول ثابت ہے۔“ (ملاحظہ ہو: صحیح البخاری، ابواب التہجد، باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ، حدیث ۱۱۴۷)

چنانچہ ائمہ اربعہ بیس رکعات تراویح پر متفق ہیں اور سلف صالحین کا عمل بیس رکعات تراویح پڑھنے کا رہا ہے، سیدنا عطاء (بن رباح رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے۔ قَالَ اَدْرَاكَتِ النَّاسَ وَ هُمْ يُصَلُّونَ ثَلَاثَةً وَ عَشْرِينَ رَكْعَةً بِالْوُتْرِ - (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۳/۲، کم یصلی فی رمضان من رکعة؟ روایت ۷۸۸)

”عطاء کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو وتر کی تین رکعات کے ساتھ بیس رکعات تراویح (کل ۲۳ رکعات) پڑھتے پایا۔“

ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے۔ عَنْ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ ابْنُ اَبِي مَلِيكَةَ يُصَلِّي بِنَافِي رَمَضَانَ عَشْرِينَ رَكْعَةً. (مشف ابن ابی شیبہ ۱۶۳/۲، کم یصلی فی رمضان من رکعة؟ روایت ۷۸۳)

”نافع بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رمضان میں ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ ہمیں بیس رکعات تراویح کی نماز پڑھایا کرتے تھے۔“

علی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مذکور ہے کہ ان کا یصلی بہم فی رَمَضَانَ خَمْسَ تَرَوِيحَاتٍ وَ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ. (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۶۳/۲، کم یصلی فی رمضان من رکعة؟ روایت ۷۹۰)

”وہ رمضان میں رکعتوں کو پانچ ترویحات (ہر چار رکعات پر کچھ دیر آرام کے) کیساتھ تراویح کی نماز پڑھاتے تھے اور پھر تین رکعات وتر بھی پڑھاتے تھے،“ اسی طرح اثر ”ابوالختر رضی اللہ عنہ“ کے بارے میں منقول ہے (حوالہ سابق) علامہ کاسانی رضی اللہ عنہ نے بیس رکعات تراویح کے سنت ہونے پر صحابہ کرام کا اجماع نقل کیا ہے، (ملاحظہ ہو: تقریر ترمذی: ۲۳، شیخ الحدیث مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ) اور علامہ ابن مسعود

بغوی رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے: و اما اکثر اهل العلم فعلى عشرين ركعة يروى ذلك عن عمر و علي و غيرهما من اصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم وهو قول الثوري و ابن المبارک و الشافعي و اصحاب الرائي ، قال الشافعي ، وهكذا ادرکت ببلدنا بمكة يصلون عشرين ركعة .

(شرح السنة ۲/۲۳، باب قیام رمضان و فضله، حدیث ۹۹۰، کح تحت)

”بہر حال کا کثیر اہل علم کی رائے بیس رکعات کی ہے، اسی طرح سیدنا عمر و علی رضی اللہ عنہما اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور یہی قول سفیان ثوری رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ، شافعی رضی اللہ عنہ اور اصحاب الرائے (احناف) کا ہے، امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھتے ہوئے پایا۔“

بڑے پایہ کے حنبلی عالم فقیہ ابن قدامہ مقدسی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں۔ و المختار عند ابی عبد اللہ (احمد) رحمه الله فيها (یعنی صلاة التراویح) عشرون ركعة و بهذا قال الثوري، و ابو حنیفة و الشافعي و لنا ان عمر رضی الله عنه لما جمع الناس علی ابی بن كعب و كان یصلی بهم عشرين ركعة

(المغنی: ۲/۲۰۲ فصل و المختار عند ابی عبد الله مسئله ۲۳۷ و قیام شهر رمضان عشرون ركعة)

”ابو عبد اللہ (امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ) کے نزدیک اس میں یعنی تراویح کی نماز میں بیس رکعات پڑھنا ہی مختار و پسندیدہ ہے اور اس کے قائل امام ثوری رضی اللہ عنہ، ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور شافعی رضی اللہ عنہ ہیں اور ہماری (حنابلہ کے قول کی) دلیل یہ ہے کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے لئے جمع فرمایا تو سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعات نماز پڑھائی۔“

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں: فَإِنَّهُ قَدْ ثَبَتَ أَنَّ أَبِي بِن كَعْبٍ كَانَ يَقُومُ النَّاسُ عَشْرِينَ رَكْعَةً فِي قِيَامِ رَمَضَانَ وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ فَرَأَى كَثِيرًا مِّنَ الْعُلَمَاءِ أَنَّ ذَلِكَ سُنَّةٌ، لِأَنَّهُ أَقَامَهُ بَيْنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَ لَمْ يَنْكُرْهُ مُنْكَرًا۔

”یہ بات ثابت ہے کہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں لوگوں کو بیس رکعات پڑھایا کرتے تھے، اسی وجہ سے بہت سے اہل علم نے اسے (۲۰ رکعات تراویح کو) سنت قرار دیا ہے، اس لئے کہ انہوں نے ایسا عمل مہاجرین و انصار صحابہ کی موجودگی میں انجام دیا اور کسی نے بھی اس پر نکیر نہیں فرمائی۔ گویا کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جن میں خصوصیت سے مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں، ان سب کا بیس رکعات تراویح پر اجماع ہو گیا۔

الشیخ محمد بن ابراہیم بن عبداللطیف رضی اللہ عنہ

سابق مفتی عام سعودی عرب

زمانہ قریب کی معروف و مشہور اور مقبول ترین شخصیت شیخ عبدالعزیز بن عبد اللہ بن باز رضی اللہ عنہ سابق مفتی عام مملکت سعودی عربیہ سے پہلے انکے محترم استاذ سماحۃ الشیخ محمد بن ابراہیم بن عبداللطیف رضی اللہ عنہ (۱۳۱۱-۱۳۸۹ھ) مملکت سعودی عربیہ کے مفتی عام اور سپریم کورٹ کے صدر جج تھے، نماز تراویح کے بارے میں انکی رائے بھی ۲۰ رکعات کی تھی، چنانچہ محمد بن سعد الشویعر شیخ موصوف کے بارے میں لکھتے ہیں۔

و كان الشيخ لا يرى غير ما عليه الجمهور و المعمول به وهو عشرون ركعة و الوتر ثم اور دحادثة حصلت للشيخ ابراهيم بن عبد الله بن عتيق الذي كان قاضيا في الشمال ، فصلی التراویح احدی

عشرة ركعة فجاءه برقية من الشيخ محمد (بن ابراهيم بن عبد اللطيف) بان يصلي كما يصلي الناس فعاد وصلى عشرين ركعة كما امر سماحته.

(مجلة البحوث الاسلاميه، ص ۳۳۲، شماره نمبر: ۵۱ ربيع الاول. جمادى الاخرة ۱۴۱۸ هـ تصدير هذه المجلة عن رياسة ادارة البحوث العلمية و الافتاء، الرياض)

”جمہور اہل علم کی جو رائے تھی اور جس پر جمہور کا عمل تھا، اس سے ہٹ کر شیخ کی رائے نہیں تھی، یعنی شیخ بھی ۲۰ رکعات تراویح اور وتر کے قائل و عامل تھے، پھر ایک واقعہ شیخ ابراہیم بن عبد اللہ بن عتیق رحمۃ اللہ علیہ جو کہ شمالی علاقہ کے نج تھے، کے ساتھ پیش آیا وہ یہ کہ انہوں نے گیارہ رکعات تراویح پڑھادی تو شیخ محمد بن ابراہیم بند عبد اللطیف رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ اس وقت مملکت کے مفتی عام تھے) کی طرف سے ان کے پاس تار پہنچا کہ وہ تراویح کی نماز اسی طرح اور اسی تعداد میں پڑھیں جس طرح اور جس تعداد میں لوگ پڑھتے چلے آ رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی رائے اور عمل سے رجوع کیا اور مساحتہ شیخ کے حکم کے مطابق ۲۰ رکعات تراویح پڑھی (اور پڑھائی)۔ ابھی ہم نے علامہ شیخ محمد بن ابراہیم بن عبد اللطیف رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا کہ انہوں نے سعودی عرب کے شمالی علاقوں کے قاضی کو تار بھیجا کہ بیس رکعات تراویح بھی پڑھاؤ، یاد رہے کہ علامہ محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ، شیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں، خود شیخ بن باز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وقد لازمت حلقاته نحواً من عشر سنوات و تلقیت عنه جميع العلوم الشرعية. (احکام الجمعة و الجماعة للشيخ بن باز، ص ۶) ”میں نے دس سال تک ان (شیخ محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ) کے دروس میں شرکت کی اور میں نے تمام شرعی علوم ان سے سیکھے۔“

نجد اور ریاض کے علاقوں میں شیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ نے ریاض کی جامع مسجد میں عملی طور پر گیارہ رکعات تراویح کو نافذ العمل کر دیا حالانکہ یہ عمل ریاض کی عام مساجد کے معمول کے خلاف تھا۔“

فضیلتہ الشیخ الدکتور محمد بن سعد الشویعر کی اس تحریر نے بتایا کہ ریاض اور گرد و نواح کے علاقوں میں صدیوں سے تمام مسلمان مستقبل میں بیس رکعات تراویح پڑھتے چلے آ رہے تھے حتیٰ کہ شیخ، مجدد، محمد بن عبدالوہاب اروان کی اولاد رحمۃ اللہ علیہم کے زمانوں میں بھی بیس رکعات تراویح ہی کا معمول تھا، لیکن شیخ بن باز رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی بار عملی طور پر بیس رکعات کے بجائے گیارہ رکعات کو عام کیا۔

الشیخ احمد بن عبدالعزیز الحمدان رحمۃ اللہ علیہ

مدیر مرکز الدعوة والارشاد، جدہ

سعودی عرب کے ایک نامور عالم دین شیخ و مفتی علامہ، الشیخ احمد بن عبدالعزیز الحمدان رحمۃ اللہ علیہ، مدیر مرکز الدعوة والارشاد، جدہ، نے ایک مختصر سا کتابچہ اور بڑا چارٹ (Chart) تحریر فرمایا ہے، جس کا نام ”المصائب فی صلاة التراويح“ ہے، فضیلتہ الشیخ احمد الحمدان رحمۃ اللہ علیہ ان نے اس کتابچہ میں تراویح کے بارے میں عنایین قائم فرمائے ہیں۔

(۱) صلاة التراويح عبد التاريخ (۲) عدد ركعات صلاة التراويح (۳) اور تیسرا اہم عنوان ہے، ما جاء عن الصحابة و التابعين، اس باب میں لکھا ہے۔ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جَمَعَ النَّاسَ فِي رَمَضَانَ عَلَى أَبِي بِنِ كَعْبٍ وَعَلَى تَمِيمِ الدَّارِمِيِّ عَلَى أَحَدَى وَعِشْرِينَ رَكْعَةً۔ ”سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور تميم دارمی رضی اللہ عنہ کو امام بنا کر لوگوں کو اکیس رکعات تراویح و وتر پڑھنے کا حکم دیا تھا۔“

پھر فضیلتہ الشیخ نے ایک دوسری روایت بھی نقل فرمائی ہے کہ۔ وَرَوَى عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً۔

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعات تراویح پڑھائیں۔“ وقال القاضي بن العربي المالکی رحمہ اللہ، لیس فی القيام رکعات مقررة و الشئ اذا ثبت عن الصحابة فلا عبرة بمخالفة من خالفهم۔

”قاضی ابن عربی مالکی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ رمضان کے قیام کے لئے رکعات کی تعداد مقرر نہیں ہے، لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم سے کوئی چیز ثابت ہو جائے تو اس کی مخالفت کرنے کا کوئی جواز بھی نہیں ہے۔“

شیخ احمد الحمد ان رضی اللہ عنہ نے اپنے رسالہ کے آخر میں ”فتاویٰ ہیئۃ کبار العلماء“ بھی نقل کیے ہیں، جن میں ایک فتویٰ یہاں سعودی عرب کی اللجنۃ الدائمۃ کا ہے، (دیکھئے، فتاویٰ اللجنۃ الدائمۃ ۱۹۷۷ء) جس میں لکھا گیا ہے کہ۔ لَمْ یَحْدُثْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكَعَاتٍ مَّحْدُوْدَةٍ وَّ عَمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَّ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ صَلُّوْهَا فِي بَعْضِ اللَّيَالِي عِشْرِينَ سِوَى الْوَتْرِ وَهُمْ أَعْلَمُ النَّاسَ بِالسُّنَّةِ.

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کی رکعات کو محدود مقرر نہیں فرمایا لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بعض راتوں میں بیس رکعات تراویح پڑھی ہیں اور یہ لوگ ہی حقیقت میں سنت کو سب سے زیادہ جاننے اور سمجھنے والے تھے۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

سئل الشيخ محمد بن عبد الوهاب رحمہ اللہ ، عن عدد التراويح؟ فأجاب، الذي استحَب ان تكون عشرون ركعة (الدرر السنية ۳۲۳ عدد التراويح) ”شیخ محمد بن عبد الوہاب رضی اللہ عنہ سے رکعات تراویح کی تعداد کے

بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ بیس رکعات تراویح پڑھنا ہی بہتر (اور سنت کے موافق) ہے۔

عبداللہ بن محمد بن عبد الوہاب رضی اللہ عنہ کا قول

”محمد بن عبد الوہاب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے شیخ عبداللہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے شیخ عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل علم نے جو ذکر کیا ہے اس کے مطابق رکعات تراویح کی تعداد بیس رہے۔“

صلوٰۃ التراویح

سماحة الشيخ عبد العزيز بن عبد الله آل الشيخ المفتي العام للمكة في حديث رمضاني خاص ل ”جريدة المدينة“
انٹرویو: محمد رابع سلیمان، مکة المکرمہ

الخميس ۱ رمضان ۱۴۲۸ الموافق ۱۳ ستمبر ۲۰۰۷ م (العدد ۱۶۲۱۳) السنة الثالثة والسبعون -

بعض الشباب و طلبة العلم يتركون صلاة التراويح مع الامام في الحرمين الشريفين لكونها عشرين ركعة و يقولون: ان هذه الصلاة بدعة!!! فما رد سماحتكم على هؤلاء؟

على هؤلاء ان يتذكروا قول الله تعالى: (وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهِ مَا تُوَلِّيٰ وَ نُصَلِّهِ جَهَنَّمَ وَاَسَاءَتْ مَصِيْرًا) فكون الا نسان يرى في نفسه شذوذا عن الناس و خروجا عن منهجهم السليم بدعوى ان التراويح (احدى عشرة) كما قالت عائشة. (ما كان النبي صلي اللہ علیہ وسلم يزيد في رمضان ولا غيره

علیٰ احدى عشرة ركعة) لكن عشرين ركعة ليس بدعة، هي سنة لان الاصل ان قيام رمضان لم يحدد لنا بعدد معني لانه ﷺ قال. (من قام رمضان ايمانا واحتسابا غفرا لله له ما تقدم من ذنبه) و لهذا السلف اختلفوا في التراويح فمنهم من صلاها احدى عشرة و منهم من صلاها ثلاث عشرة، و منهم من صلاها ثلاثا و عشرين، و منهم من صلاها ستا و ثلاثين ركعة، فلو يعلمون نصابا قطعيا لما عدلوا عنه فكونهم في الحرمين يصلون ثلاثا و عشرين ركعة، نقول، هذه سنة متبعة من القدم من قرون خالية ماضية مازال العمل عليها فاذا كان الانسان يصل في الحرم العشاء ثم يقول: صلاة اهل الحرم بدعة ما اصلى معهم، نقول: انت المبتدع و انت الخارج عن المنهج السليم، هولاء يصلون مقتدين بأئمة سبقوهم و علماء ذوى ثقة و خيار مضوا، أفأنت أعلم منهم؟ و اذا قال: لا أصلى في الحرم لأنكم تصلون صلاة بدعية، نقول: أنت و الله المبتدع، و أنا أخشى على هولاء ان يصيبهم الغرور في أنفسهم و الا نخداع بأنفسهم فيرون أنفسهم أفضل من الخلق و أكمل من الخلق هذه كلها نقص في العقل و قلة في الدين و المطلوب من المسلم أن يكون مع اخوانه المسلمين، و صلاة التراويح كلها خير ولا ينبغي أن نعتقد بطلان عمل توارثة المسلمون.

(ملاحظه ہو: عربی اخبار: جريدة المدينة، جمعرات ۱/ رمضان ۱۴۲۸ھ مطابق، ۱۳/ ستمبر ۲۰۰۷ء، شماره، ۱۲۲۱۳، جلد، ۷۳)

سوال: حریم شریفین میں بیس رکعت تراویح ہونے کی وجہ سے بعض نوجوان اور کچھ طلباء حریم میں تراویح نہیں پڑھتے، اور کہتے ہیں کہ بیس رکعت تراویح بدعت ہے، ان لوگوں کے بارے میں آنجناب کی کیا رائے ہے؟

جواب: حریم شریفین میں تراویح نہ پڑھنے والوں کو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سامنے رکھنا چاہیے (وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَ نُصَلِّهِ جَهَنَّمَ وَ سَاءَ ثَمَّ مَصِيرًا) (سورۃ النساء: ۱۱۵) اور جو کوئی اس کے بعد کہ اس پر راہ ہدایت کھل چکی، رسول کی مخالفت کرے گا اور مؤمنین کے راستے کے علاوہ کسی اور راستہ کی پیروی کرے گا، ہم اسے کرنے دیں گے جو کچھ وہ کرتا ہے اور پھر اسے جہنم میں جھونک دیں گے۔ چنانچہ کسی کا یہ دعویٰ کرنا کہ تراویح کی رکعات کی تعداد گیارہ ہی ہے اپنے آپ کو لوگوں سے الگ کرنے اور مسلمانوں کے منج سلیم سے خروج کے مترادف ہے۔ جی ہاں! گیارہ رکعات تراویح بھی پڑھی جاسکتی ہے، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، نہ رمضان میں اور نہ غیر رمضان میں) لیکن بیس رکعات تراویح پڑھنا بدعت نہیں بلکہ سنت ہے، اس لئے کہ قیام رمضان کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ نے کسی خاص تعداد کی تعیین نہیں فرمائی۔

آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔ (مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَ احْتِسَابًا غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ) ”جو شخص ایمان و یقین کے ساتھ رمضان کی راتوں میں قیام کرے گا (یعنی نوافل پڑھے گا) اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیں گے“ اسی وجہ سلف صالحین سے تراویح کی رکعات کے بارے میں اختلاف منقول ہے بعض گیارہ رکعات کے قائل ہیں، بعض تیرہ اور بعض تیس رکعات کے قائل ہیں، بلکہ بعض اہل علم سے تو چھتیس رکعات کی تعداد بھی منقول ہے، اگر تراویح کی رکعات سے متعلق کوئی نص قطعی ہوتی تو اسلاف میں اختلاف نہ ہوتا اور نص قطعی کی مخالفت نہ کرتے، چنانچہ لوگ حریم شریفین میں بیس رکعات تراویح پڑھتے چلے آ رہے ہیں، ہم کہتے ہیں کہ زمانہ قدیم سے یہی سنت متبعہ ہے اور آج تک اسی پر عمل

ہو رہا ہے، اب کوئی شخص حرم میں عشاء کی نماز تو پڑھے اور تراویح کی نماز کے بارے میں کہے کہ اہل حرم کی یہ نماز بدعت ہے، میں ان کیساتھ نہیں پڑھتا۔

ایسے شخص سے کہیں گے کہ تو ہی مبتدع ہے اور مسلمانوں کے منج سلیم سے خارج ہے، اہل حرم ائمہ متقدمین اور زمانہ ماضی کے معتبر وثقہ علماء کی تقلید میں تراویح پڑھ رہے ہیں، کیا آپ کے پاس ان علماء و ائمہ کرام کے مقابلہ میں زیادہ علم ہے؟ اور جب یہ کہے کہ حرم میں نماز نہیں پڑھوں گا کیوں کہ آپ لوگ بدعت نماز پڑھتے ہیں، تو ایسے شخص سے ہم کہیں گے کہ اللہ کی قسم! تو ہی بدعتی ہے، ایسے لوگوں کے بارے میں مجھے لگتا ہے کہ یہ لوگ تکبر نفسی میں مبتلا ہیں اور خود کو دھوکہ دے رہے ہیں کہ یہ لوگ اپنے آپ کو تمام مسلمانوں سے افضل اور کامل ترین سمجھ رہے ہیں، ان کا قول و عمل، کم عقلی اور دین کے معاملہ میں کج فہمی کا نتیجہ ہے، حالانکہ شریعت میں مطلوب و پسندیدہ عمل یہ ہے کہ ایک مسلمان دیگر مسلمان بھائیوں کیساتھ رہے، نماز تراویح سراسر خیر ہے، ہمارے لئے مناسب نہیں کہ ہم اس عمل کو باطل قرار دیں جس پر صدیوں سے مسلمانوں کا عمل چلا آ رہا ہے۔

نماز تراویح عہد نبوی ﷺ میں

صحیح مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (رمضان کی) ایک رات مسجد میں نماز تراویح پڑھی، لوگوں نے بھی آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی، پھر دوسری رات آپ ﷺ نے نماز پڑھی تو مقتدیوں کی تعداد بڑھ گئی، پھر تیسری یا چوتھی رات آپ ﷺ نماز تراویح کے لئے مسجد میں تشریف نہ لائے اور صبح آ کر فرمایا: میں نے تمہارا شوق دیکھ لیا اور میں اسی ڈر سے مسجد میں نہیں آیا کہ یہ نماز تراویح تم پر فرض کر دی جائے گی۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى فِي الْمَسْجِدِ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَصَلَّى بِصَلَاةِ النَّاسِ، ثُمَّ صَلَّى مِنَ الْقَابِلَةِ، فَكَثَرَ النَّاسُ، ثُمَّ اجْتَمَعُوا مِنَ اللَّيْلِ الثَّلَاثَةِ أَوْ الرَّابِعَةِ، فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ، قَدْ رَأَيْتُ الَّذِي صَنَعْتُمْ، فَلَمْ يَمْنَعْنِي مِنَ الْخُرُوجِ إِلَيْكُمْ إِلَّا أَنِّي خَشِيتُ أَنْ تَفْرَضَ عَلَيْكُمْ، قَالُوا ذَالِكَ فِي رَمَضَانَ.

(صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب ۲۵ الترغیب فی قیام رمضان وهو التراویح، حدیث ۷۶۱، نیز دیکھئے: صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب ۸۰ اذا كان بين الامام وبين القوم حائط، حدیث ۷۲۹، و ایضا کتاب الجمعة، باب ۲۹ من قال في الخطبة بعد النشاء، أما بعد، حدیث ۹۲۳، و ایضا کتاب التہجد، باب ۵ تحریض النبی ﷺ علی صلاة اللیل والنوافل، حدیث ۱۱۲۹ و ایضا کتاب صلاة التراویح، باب افضل من قام رمضان، حدیث ۲۰۱۲)

”ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات مسجد میں لوگوں کو نماز پڑھائی، پھر دوسرے دن بھی پڑھائی، چنانچہ لوگوں کی تعداد زیادہ ہو گئی، تیسری یا چوتھی رات میں سب ہی لوگ جمع ہو گئے، اس رات رسول اللہ ﷺ نماز پڑھانے کیلئے ان کے پاس نہیں پہنچے، جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے جو کیا وہ میں نے دیکھا میں صرف اسلئے تمہارے پاس نہیں آیا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے، راوی کہتے ہیں کہ یہ واقعہ رمضان کا ہے۔ معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں دو یا تین دفعہ نماز تراویح باجماعت پڑھائی، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز تراویح کی بابت تمام احادیث کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تراویح کی تعداد مقرر نہیں کی۔

تراویح عہد صدیقی رضی اللہ عنہ میں

خلیفہ راشد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انفرادی طور پر یا چھوٹی چھوٹی جماعتوں کی صورت میں تراویح کا اہتمام کرتے۔

تراویح عہد فاروقی رضی اللہ عنہ میں

خلیفہ دوم سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے دوران ان سب کو ایک جماعت کے تحت منظم کر دیا، چونکہ اب تراویح کے فرض ہو جانے کا احتمال نہیں تھا، یوں پورا رمضان نماز عشاء کے بعد باجماعت بیس تراویح اور تین و تر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع اور اتفاق ہو گیا۔ (موطا امام مالک، باب ماجاء فی قیام رمضان، نصب الرایۃ ۱۵۴۲)

آج کل بعض حضرات پورے رمضان میں باجماعت تراویح اور باجماعت و تراویح کرتے ہیں، چونکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرات صحابہ نے ایسا ہی کیا تھا، لیکن تراویح کی تعداد کے بارے میں انہیں اشکال ہو جاتا ہے، اس سلسلہ میں درج ذیل روایات پیش نظر رکھی جائیں تو اشکال بھی رفع ہو جائے گا۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ وَ السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَأَنْ عَبْدَ حَبْشِي فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ يُرَى إِخْتِلَافًا كَثِيرًا. فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ عَضُوا عَلَيْهَا بِالنَّوْاجِدِ - (سنن الترمذی، کتاب العلم، باب ۱۶ ماجاء فی الأخذ بالسنة و اجتناب البدع، حدیث: ۲۶۷۶، و سنن ابی داؤد، کتاب السنة، باب ۵ فی لزوم السنة، حدیث ۳۶۹۷)

صحیح، و سنن ابن ماجہ، کتاب المقدمہ، باب ۶ اتباع الخلفاء الراشدين المهديين، حدیث ۳۲ صحیح

”میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ تقوی اختیار کرو، اور امیر کی اطاعت کرو چاہے وہ حبشی غلام ہو، تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا، پس تم میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو، اس سے وابستہ رہو اور اپنی داڑھوں کے ساتھ مضبوط پکڑے رکھو“

اس حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو تاکید کی ہے کہ میری سنت پر عمل کرنا تمہارے لئے ضروری ہے، اور میرے بعد میرے خلفاء راشدین کی

سنت پر عمل کرنا بھی تمہارے لئے ضروری ہے، اور اس اصول پر سختی سے کار بند رہو، یوں آپ ﷺ نے خلفاء راشدین کے جس طریقے کو قابل عمل سنت قرار دیا ہے اسے ناقابل عمل بدعت کیوں کر کہا جاسکتا ہے؟ اور جس طریقے کو آپ ﷺ نے مضبوط تھا مے رکھنے کا حکم دیا ہے اسے چھوڑنے کی تلقین کیسے کی جاسکتی ہے؟ اور جس عمل پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہو گیا ہو اس میں اختلاف کی گنجائش کہاں رہتی ہے؟ الغرض تراویح کی بابت خلیفہ راشد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی یہ سنت اسی صحیح حدیث کا مصداق ہے، لہذا پورا رمضان عشاء کے بعد باجماعت بیس تراویح اور تین و تر پڑھنے چاہئیں۔

تراویح عہد عثمانی رضی اللہ عنہ میں

تیسرے خلیفہ راشد سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی باجماعت بیس تراویح اور وتر کا معمول رہا (السنن الكبرى للبيهقي، باب عدد ركعات القيام في رمضان)

تراویح عہد علی رضی اللہ عنہ میں

چوتھے خلیفہ راشد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی باجماعت بیس رکعات تراویح اور تین و تر ادا کئے جاتے تھے۔ (السنن الكبرى للبيهقي، باب عدد ركعات القيام في رمضان)

حرم مکی شریف میں تراویح

چودہ سو سالہ دور گواہ ہے کہ حرم مکی شریف میں بیس تراویح پڑھی جاتی رہی ہیں اور اب بھی یہی معمول ہے، تاریخ اسلامی میں ایک دن بھی ایسا نہیں ملتا جب حرم مکی شریف میں آٹھ تراویح پڑھی گئی ہوں۔

مسجد نبوی شریف میں تراویح

سعودی عرب کے نامور عالم، مشہور مفسر اور شیخ الحدیث مدینہ منورہ کے سابق قاضی اور مسجد نبوی کے مدرس شیخ عطیہ محمد سالم رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد نبوی شریف میں تراویح کی چودہ سو سالہ تاریخ پر عربی زبان میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا عنوان ہے: التراویح اکثر من الف عام فی مسجد النبی علیہ الصلاۃ والسلام۔ جس میں انہوں نے تاریخی حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ ایک ہزار سال سے مسجد نبوی میں بیس تراویح اور تین وتر پڑھے جاتے ہیں اور آج تک اسی پر عمل ہو رہا ہے۔ (ص: ۴۱-۵۸) وہ لکھتے ہیں کہ چودھویں صدی میں سعودی حکومت قائم ہو جانے کے بعد بھی حرم مکی اور حرم مدنی میں بیس تراویح اور تین وتر پڑھے جاتے ہیں اور آج تک اسی پر عمل ہو رہا ہے۔ (ص: ۶۵ الجہد سعودی) حریمین شریفین میں نماز تراویح کی ادائیگی کا یہ روح پرور اور حسین منظر موافق سیارے کے توسط سے دنیا کے مختلف ممالک میں ٹی وی اور ریڈیو پر دیکھا اور سنا جاسکتا ہے۔

ایسا ثبوت کہ جس کا جواب نہیں!

ایک ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ ہو چکا ہے کہ حریمین شریفین میں بیس رکعات تراویح پڑھی جا رہی ہے۔ بہر حال ان سارے مباحث کا ماحصل اور خلاصہ یہی نکلا کہ رمضان المبارک میں تراویح کی ۲۰ رکعات نماز پڑھنا ہی سنت ہے، اور اس پر عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے لیکر آج تک اجماع امت ہو چکا ہے۔



بیس رکعت تراویح کا ثبوت

فتویٰ: علامہ ڈاکٹر مفتی علی جمعہ محمد مصری مفتی اعظم مصر رحمۃ اللہ علیہ

مسئلہ:

ہر سال رمضان المبارک کے مہینے میں یہ مسئلہ زیر بحث آتا ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں یا آٹھ رکعت؟ قرآن و حدیث، اجماع صحابہ اور مذاہب اربعہ کی روشنی میں مدلل و مفصل جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا و تو جروا۔

الجواب:

بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ - رمضان المبارک کے مہینے میں بعض متشددین اس مسئلہ کو ابھارتے ہیں اور عوام الناس کو جبراً اس تشدد میں داخل کرتے ہیں باواز بلند گستاخانہ لب و لہجہ میں یہ اعلان کرتے ہیں کہ تراویح صرف آٹھ رکعت ہے اور تحکمانہ انداز میں ائمہ مذاہب اور مقلدین کو خاطر ٹھہراتے ہیں اور مبتدع ہونے سے مہتمم کرتے ہیں، بیس رکعت تراویح کا شدت سے انکار کرتے ہیں اور اپنے اس نامناسب قول سے اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ امر کو حرام قرار دیتے ہیں۔ لَا يَجُوزُ الزِّيَادَةُ عَلَى ثَمَانٍ رَكَعَاتٍ فِي صَلَاةِ التَّرَاوِيحِ - آٹھ رکعت سے زائد تراویح جائز نہیں ہے۔

امام ابن منظور رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ تراویح لغوی اعتبار سے ترویحة کی جمع ہے اس کو ترویجہ نام اس لئے دیا گیا کہ نمازی حضرات ہر دو سلام کے بعد راحت لیتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے نماز تراویح کو تراویح اس لئے کہتے ہیں کہ نمازی حضرات ہر دو سلام کے بعد استراحت سے کام لیتے ہیں تَرْوِيحَةٌ تَفْعِيلَةٌ کے وزن پر ہے جیسے تَسْلِيمَةٌ

صرف لغوی تعریف سے ہی یہ بات واضح ہوگئی کہ تراویح آٹھ رکعت نہیں ہے اس لئے کہ ایک ترویجہ چار رکعت کے بعد ہوگا تو اگر دو ترویجہ ہوں تو لازم آتا ہے کہ نماز تراویح بارہ رکعت ہو لیکن حق و صواب یہ ہے کہ عصر صحابہ سے امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں وتر کے علاوہ اور تیس رکعت ہیں تین رکعت وتر کے ساتھ۔ ائمہ اربعہ کا یہی مذہب معتمد ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول چھتیس رکعت کا بھی ہے۔ امت مسلمہ نے عصر حاضر کے علاوہ کبھی بھی قرون ماضیہ میں یہ نہیں سنا کہ تراویح آٹھ رکعت ہیں۔ اس قول جدید اور اجماع امت سے مخالفت کی وجہ یہ ہے کہ آٹھ رکعت تراویح کے قائلین علوم الحدیث کے قواعد و ضوابط اور اصول سے نابلد ہیں بظاہر متضاد احادیث کے درمیان تطبیق دینے سے عاجز ہیں، عہد صحابہ سے عصر حاضر تک کے قولی و فعلی اجماع سے جاہل ہیں۔ احادیث کی گہرائی اور روح تک ان کے علم ناقص اور فہم فاسد کی رسائی نہیں ہے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْتَلُّ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطَوْلِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْتَلُّ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطَوْلِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّنَا قَبْلَ أَنْ تَوْتِرَ، فَقَالَ يَا

عَائِشَةَ، إِنَّ عَيْنِي تَنَامَانُ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان یا غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ کبھی نہیں پڑھتے تھے، چار رکعتیں ایسی پڑھتے تھے کہ ان کی عمرگی اور طوالت کا کیا کہنا پھر چار رکعتیں ادا فرماتے ان کی عمرگی اور طوالت کے بارے میں نہ پوچھو پھر تین رکعت (وتر) پڑھتے۔ حضرت عائشہ نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اے عائشہ! میری آنکھیں تو سو جاتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔

یہ حدیث شریف اس امر پر دلالت نہیں کرتی اور نہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تراویح آٹھ رکعت ہے بلکہ یہ حدیث شریف مطلقاً اس امر پر دال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ رمضان اور غیر رمضان میں نوافل پڑھنے کی اس طرح تھی جیسا کہ متن حدیث کا یہ جملہ فی رمضان ولانی غیرہ بتا رہا ہے اس سے نماز تراویح کا کوئی تعلق نہیں ہے اس لئے کہ تراویح رمضان المبارک کے ساتھ خاص ہے۔ بیس رکعت تراویح ایک امام کے پیچھے سیدنا عمر فاروق اعظم نے رائج کیں آپ کا یہ عمل لائق تقلید ہے اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالْأَوْجَادِ۔

میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا تم پر لازم ہے اور مضبوطی سے اسے پکڑے رہنا۔

اگر خلیفہ راشد سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ عمل کسی کے لئے لائق تقلید اور قابل عمل نہیں ہے تو وہ آٹھ رکعت بھی ماہ رمضان میں مسجد میں جماعت کے ساتھ کیوں پڑھتا ہے؟ تراویح کی جماعت بھی فاروق اعظم کی سنت ہے ایسے لوگوں کو نماز تراویح بغیر جماعت کے اپنے گھر میں پڑھنا چاہیے اور مسلمانوں کو احکام الہی پر عمل رکھنے کے لئے چھوڑ دینا چاہیے۔ خلفائے راشدین کی سنت کو چھوڑنے والا پھر بھی یہ

گمان کرتا ہے کہ میں سنت نبوی کا عامل اور صحابہ کرام کا پیروکار ہوں۔ ایسی عقل پر ماتم کرنا چاہیے۔ ع

بریں عقل و دانش بباہر گریست

حضرت عبد الرحمن بن عبد القاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں۔

خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي رَمَضَانَ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَإِذَا النَّاسُ أَوْرَاعٌ مُتَفَرِّقُونَ يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ، وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّي بِصَلَاتِهِ الرَّهْطِ، فَقَالَ عُمَرُ، وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَانِي لَوْ جَمَعْتُ هَؤُلَاءِ عَلَى قَارِيٍّ وَاحِدٍ لَكَانَ أَمْثَلُ فَجَمَعَهُمْ عَلَى أَبِي بِنِ كَعْبٍ، قَالَ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةَ أُخْرَى، وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ قَارِيئِهِمْ، فَقَالَ عُمَرُ، نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هَذِهِ، وَالنَّبِيُّ تَسَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ النَّبِيِّ تَقَوْمُونَ، يَعْنِي آخِرَ اللَّيْلِ، كَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ أَوْلَهُ۔

میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں آیا تو لوگوں کو متفرق پایا، کوئی اکیلا اور کوئی چند آدمیوں کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میرے خیال میں انہیں ایک قاری (امام) کے پیچھے جمع کر دوں تو بہتر ہے تو آپ نے تمام لوگوں کو ایک امام حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے جمع کر دیا پھر میں دوسری رات ان کے ساتھ مسجد میں آیا تو تمام لوگ ایک قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ نیا کام اچھا ہے اور تمہارے سونے کا وقت اس قیام کے وقت سے افضل ہے یعنی رات کا آخری حصہ اور لوگ اگلی رات قیام کرتے تھے۔ وہ نماز جس میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک جماعت پر جمع کیا وہ نماز تراویح تھی اور وہ بھی بیس رکعت نماز تراویح تھی۔ اس دعویٰ پر متعدد احادیث دلالت کرتی ہے ان میں سے ایک حدیث یہ ہے جس کو سائب بن یزید بن سعید بن ثمامہ

کندری رضی اللہ عنہ (متونی ۹۱ھ) نے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں۔ كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً قَالَ: وَكَانُوا يَقْرَأُونَ بِالْمَثْنَيْنِ، وَكَانُوا يَتَوَكَّفُونَ عَلَى عِصِيهِمْ فِي عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ.

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ ماہ رمضان میں بیس رکعت پڑھتے تھے۔ فرمایا اور وہ لوگ متین پڑھتے تھے اور عثمان بن عفان کے زمانہ میں لوگ طویل قیام کی وجہ سے اپنی لٹھیوں پر ٹیک لگاتے تھے۔

وضاحت: بعض نسخوں میں مئین ہے اور بعض نسخوں میں مئین ہے مگر راجح یہ ہے کہ صحیح مئین ہے اور و كانوا یقرءون بالمئین کا مطلب یہ ہے کہ (۱) یا تو تراویح میں کئی کئی سو آیتیں پڑھتے تھے (۲) یا یہ کہ وہ سورتیں پڑھتے تھے جن میں کم و بیش دو سو تک آیتیں ہو۔ واللہ اعلم بالصواب مترجم

بیس رکعت تراویح پر دلالت کرنے والی دوسری حدیث یہ ہے جو حضرت یزید بن رومان تابعی رضی اللہ عنہ (متونی ۱۳۰ھ) نے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں كَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ رَكْعَةً حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ تیس رکعت یعنی بیس تراویح تین وتر پڑھتے تھے۔

(۱) مذہب حنفی: مذاہب فقہیہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تراویح کے رکعت کی تعداد بیس ہے یہی مذہب امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ امام محمد بن ابی سہل سرحسی حنفی رضی اللہ عنہ تراویح کے بارے میں لکھتے ہیں: اِنَّمَا عِشْرُونَ رَكْعَةً سِوَى الْوَتْرِ عِنْدَنَا وَقَالَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللَّهُ السُّنَّةُ فِيهَا سِتَّةٌ وَثَلَاثُونَ۔

احناف کے نزدیک تراویح کی رکعت وتر کے علاوہ بیس ہیں اور امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا سنت یہ ہے کہ چھتیس رکعت ہیں۔

امام مسعود بن احمد کا سانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وَأَمَّا قَدْرَهَا فَعِشْرُونَ رَكْعَةً فِي عَشْرِ تَسْلِيمَاتٍ ، فِي خَمْسِ تَرْوِيحَاتٍ كُلُّ تَسْلِيمَتَيْنِ تَرْوِيحَةٌ وَهَذَا قَوْلُ عَامَّةِ الْعُلَمَاءِ .

تراویح کے رکعتوں کی مقدار بیس ہے دس سلاموں کے ساتھ، پانچ ترویجہ کے ساتھ، ہر دو سلام پر ایک ترویجہ ہوگا اور یہ عام علماء کا قول ہے۔

امام ابن عابدین شامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنے حاشیہ میں رقم طراز ہیں: وَهِيَ عِشْرُونَ رَكْعَةً هُوَ قَوْلُ الْجَمْهُورِ ، وَعَلَيْهِ عَمَلُ النَّاسِ شَرْفًا وَغَرَبًا .

تراویح بیس رکعت ہیں اور یہ علمائے جمہور کا قول ہے اور علام اسلام کے مسلمانوں کا اسی پر عمل ہے۔

(۲) مذہب مالکی: مالکیہ کا مذہب مشہور وہی ہے جو علمائے جمہور کا ہے امام احمد در دیر عدوی مالکی لکھتے ہیں:

وَالْتَّرَاوِيحُ بِرَمَضَانَ وَهِيَ عِشْرُونَ رَكْعَةً بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ يُسَلِّمُ مِنْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ غَيْرِ الشَّفْعِ وَالْوَتْرِ وَنَدَبَ الْخَتْمُ فِيهَا آئِي التَّرَاوِيحِ بَأَن يَفْرَأَ كُلَّ لَيْلَةٍ جُزْءًا يُفَرِّقُهُ عَلَى الْعِشْرِينَ رَكْعَةً .

رمضان کی تراویح بیس رکعت ہیں نماز عشاء کے بعد ہر دو رکعت پر ایک سلام۔ شفع اور وتر کے علاوہ۔ اور نماز تراویح میں مندوب یہ ہے کہ ایک قرآن مکمل کیا جائے بایں طور کہ ہر رات بیس رکعت تراویح میں ایک جز پڑھا جائے۔

امام نفاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ بھی مذہب جمہور کے مؤید ہیں وہ لکھتے ہیں۔

ترجمہ: سلف و صالحین یعنی صحابہ کرام سیدنا عرم بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان کے حکم سے بیس رکعت تراویح باجماعت پڑھتے تھے۔ اس کے بعد تین رکعت وتر پڑھتے تھے یہی مذہب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام

احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور آج تک عالم اسلام کے صحیح الاعتقاد مسلمان اور ائمہ اربعہ کے مقلدین کا اسی پر عمل ہے۔

(۳) مذہب شافعی: مذہب شافعی کے عظیم محقق امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ترجمہ: تراویح کی رکعت کی تعداد کے سلسلہ میں شوافع کا مذہب یہ ہے کہ نماز تراویح بیس رکعت ہے دس سلاموں کے ساتھ، وتر کے علاوہ، پانچ ترویجہ کے ساتھ، اور ایک ترویجہ چار رکعت یعنی دو سلاموں کے بعد ہوگا۔ یہی مذہب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام داؤد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علمائے جمہور سے یہی نقل کیا ہے اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ امام اسود بن یزید رحمۃ اللہ علیہ چالیس رکعت نماز تراویح اور سات رکعت نماز وتر پڑھتے تھے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول ثانی بھی ذکر کیا ہے کہ تراویح تو ترویجہ کے ساتھ چھتیس رکعت ہے وتر کے علاوہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اہل مدینہ کے فعل سے استدلال کیا ہے۔

امام ابن حجر تہمی مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تو ترویجہ یعنی چھتیس رکعت تراویح کی علت یہ بیان کی ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چھتیس رکعت اس طرح ہے کہ اہل مکہ بیس رکعت تراویح پڑھتے ان کے درمیان چار مرتبہ طواف کرتے ہر طواف کے بعد دو رکعت طواف کی پڑھتے، اس طرح اہل مکہ کی بیس تراویح اور آٹھ رکعت تحیۃ الطواف اور چار طواف اور تین وتر ہوتے یعنی تراویح اور تحیۃ الطواف اور وتر کی رکعت ملا کر اکتیس رکعت بنتیں۔ اور اہل مدینہ کی تراویح نوافل اور وتر کی مجموعی تعداد اکتیس رکعت بنتی تھیں۔ واضح ہوا کہ اہل مدینہ اور اہل مکہ بیس رکعت ہی تراویح پڑھتے رہے بلکہ ان میں اضافی عبادات بھی تھیں۔

امام ابن احمد ربلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ترجمہ: رمضان کی ہر رات میں نماز تراویح دس سلام اور پانچ ترویجہ کے ساتھ بیس رکعت ہے دلیل وہ حدیث ہے جو روایت کی

گئی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ماہ رمضان میں لوگ بیس رکعت نماز تراویح پڑھتے تھے اور امام مالک رضی اللہ عنہ نے ایک روایت اپنی مؤطا میں ذکر کی ہے کہ تیس رکعت پڑھتے تھے۔ امام بیہقی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں روایتوں کے درمیان اس طرح تطبیق پیدا کی ہے کہ نماز تراویح میں ہی رکعت تھی تین رکعت وتر تھے۔ اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تمام لوگوں کو نماز تراویح کے لئے ایک امام حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں جمع کیا تھا اور عورتوں کو حضرت سلیمان بن ابی حشمہ رضی اللہ عنہ کی امامت پر جمع کیا تھا۔

(۴) مذہب حنبلی: ائمہ حنابلہ نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ نماز تراویح میں بیس رکعت ہیں امام ابن قدامہ مقدسی حنبلی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں کہ امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا مذہب مختار تراویح کے سلسلہ میں وہ یہ ہے جو امام سفیان ثوری رضی اللہ عنہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کا ہے اور امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ چھتیس رکعت ہے اور یہ گمان کیا کہ یہ مالکیہ کا قول قدیم ہے اور اہل مدینہ کے فعل سے استدلال کیا ہے۔ (جیسا کہ ابھی تفصیل سے گذرا)۔ مذہب حنبلی کے معتمد خاص علامہ ابن یونس بہوتی رضی اللہ عنہ نے تراویح کے سلسلہ میں لکھا ہے:

ترجمہ: تراویح کو تراویح اس لئے کہتے ہیں کہ نمازی ہر چار رکعت کے بعد بیٹھے ہیں اور آرام کرتے ہیں اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ تراویح مراوحہ سے مشتق ہے اس کے معن ہیں کسی فعل کو تکرار کے ساتھ کرنا، اور تراویح میں بیس رکعت ہیں اس حدیث کی بنیاد پر جو، امام مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: كَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ فِي زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ رَكْعَةً. عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تمام لوگ رمضان میں تیس رکعت پڑھتے تھے۔ حضرت شیخ ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ کی رائے: متشددین فی الاسلام

کے معتبر و مستند امام شیخ ابن تیمیہ حرائی رضی اللہ عنہ نے بھی ائمہ اربعہ کی تاکید کی ہے اور اقرار کیا ہے کہ علمائے جمہور کے نزدیک سنت طریقہ یہی ہے کہ نماز تراویح میں بیس رکعت ہے۔ شیخ ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں۔

ترجمہ: ماہ رمضان میں نماز تراویح کی مقدار میں علماء کا اختلاف ہے اور بے شک یہ ثابت ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان کے قیام لوگوں کو بیس رکعات پڑھاتے اور تین وتر پڑھاتے تھے۔ بہت سے علماء نے اسے سنت قرار دیا ہے اسلئے کہ انہوں نے انصار و مہاجرین صحابہ کی موجودگی میں بیس رکعات تراویح اور تین رکعت وتر پڑھائے ہیں کسی نے انکار نہیں کیا اور کچھ لوگوں نے اہل مدینہ کے فعل اور عمل قدیم کو بنیاد بناتے ہوئے کہا کہ تراویح انتالیس رکعت ہیں اور وہ روایت جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى ثَلَاثِ عَشْرَةَ رَكْعَةً. نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان اور غیر رمضان میں تیرہ رکعت سے زائد نہیں پڑھی۔ اس روایت کی اصل میں ایک قوم کو اضطراب ہے اس بنا پر کہ یہ ایک حدیث صحیح سے معارض ہے جو خلفائے راشدین کی سنت، ائمہ اربعہ کا مذہب اور عالم اسلام کے مسلمانوں کا عمل ہے اور یہی صحیح ہے۔

مذکورہ بالا بحث سے یہ ثابت ہوا کہ جملہ ائمہ مذاہب، علمائے اسلام اور سبھی ائمہ مذاہب فقہیہ کا عہد صحابہ سے عصر حاضر تک پورے عالم اسلام میں اسی پر عمل ہے کہ نماز تراویح میں بیس رکعت ہیں۔

نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے واجب نہیں ہے اور جس نے تراویح کے علاوہ وہ نوافل ادا کیے تو کوئی حرج نہیں اور جس نے بیس سے کم تراویح پڑھیں تو وہ سنت تراویح ادا نہ ہوگی بلکہ نفل رہیں گے اور تراویح ادا نہ ہوگی۔

خلاصہ از مترجم: خلاصہ کلام یہ ہے کہ عصر حاضر میں اگر کوئی عمل بالحدیث اور نفسانی خواہشات کا پیروکار نہیں رکعت تراویح کو خلاف سنت بتائے یا بیس رکعت والی حدیث کو ضعیف قرار دے تو اس کا قول لائق اعتناء نہیں ہے اولاً اسلئے کہ ائمہ اسلام نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے اور بیس رکعت تسلیم کر کے اس پر عمل بھی کیا ہے جسکی وجہ سے اسے تلقی بالقبول حاصل ہوگئی پھر یہ حدیث ضعیف نہ رہے۔ ثانیاً یہ کہ عہد صحابہ سے عصر حاضر تک ملت اسلامیہ کے جلیل القدر ائمہ اعلام علمائے اسلام نے ہمیشہ بیس رکعت تراویح ہی ادا کی ہیں۔ ثالثاً یہ کہ غیر مقلدین کی پیش کردہ گیارہ رکعت والی حدیث حضور ﷺ کے نوافل کے بارے میں ہے اس کا نماز تراویح سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ عبدالرحمن بن عبدالقاری رضی اللہ عنہ، سائب بن یزید رضی اللہ عنہ اور یزید بن رومان رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ احادیث سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ، امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد بن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام سرحسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ، امام کاسانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن عابدین شامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ، امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ، مالکی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد دردیروی مالکی رحمۃ اللہ علیہ، امام نفرای مالکی رحمۃ اللہ علیہ، امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن حجر ہاتمی شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام ملی شافعی امام ابن قدامہ مقدسی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ، امام بہوتی رحمۃ اللہ علیہ اور بے شمار ائمہ اسلام نے استدلال کیا ہے کہ سنت یہ ہے کہ تراویح بیس رکعات ہیں ان ائمہ کے نزدیک یہ حدیث ضعیف نہیں ہے لہذا شیخ البانی سلفی رحمۃ اللہ علیہ اگر اس حدیث کو ضعیف قرار دیں تو یہ زیادتی ہے علمی خیانت ہے دیانت داری کا خون کرنیکے مترادف ہے۔

حوالہ جات

(۱) لسان العرب / ۲۱۵، امام ابن منظور

(۲) صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ / ۳۸۵، صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ / ۱ / ۵۰۹

- (۳) مسند احمد، ۴ / ۱۲۶، امام احمد بن حنبل، سنن ترمذی ۵ / ۳۳
- (۴) صحیح البخاری، ۲ / ۷۰۷۔
- (۵) سنن الکبریٰ للبیہقی ۲ / ۳۹۲، مؤطا للامام مالک ۵۱۔
- (۶) سنن الکبریٰ للبیہقی ص ۲ / ۳۹۲، مؤطا للامام مالک ۵۲
- (۷) المبسوط للامام السرخی ۲ / ۱۴۴
- (۸) بدائع الصنائع للامام الکاسانی ۱ / ۲۸۸
- (۹) رد المختار علی الدر المختار المسمی بحاشیة ابن عابدین ۲ / ۳۶۲۔
- (۱۰) الشرح الصغیر للعلامة الدر دیر ۱ / ۴۰۴
- (۱۱) الفواکہ الدوانی للامام نفرای ۱ / ۳۱۸
- (۱۲) المجموع للامام النووی ۳ / ۵۲۷
- (۱۳) نہایة المحتاج للامام الرملی ۲ / ۱۲۷
- (۱۴) المغنی للامام ابن قلامة المقدسی الحنبلی ۱ / ۳۵۶
- (۱۵) کشاف القناء، للامام البہوتی ۱ / ۲۲۵
- (۱۶) الفتاویٰ الکبریٰ لابن تیمیة الحرانی ۲ / ۲۳۹



آیات سجدہ اور ان کی تفصیلات

قرآن پاک کی تلاوت کے دوران کچھ متعین ایسی آیات آتی ہیں جن پر سجدہ کرنے کا حکم ہے۔ یہ ہمارے پیارے نبی پاک کی سنت مبارکہ ہے۔ ہم جب تلاوت قرآن پاک کے دوران ان آیات پر سجدہ کرتے ہیں تو اس سنت پر عمل کرتے ہیں اور اپنے رب کے حوض اپنی بندگی اور عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔ مراسم عبودیت میں سجدے کا مقام سب سے بڑھ کر ہے۔ انسان جب اپنی پیشانی کو زمین پر رکھتا ہے تو وہ خالق کائنات کے سامنے اپنی انتہائی کموری اور بیچارگی کا اقرار کرتا ہے۔ دین اسلام میں اللہ کے سوا کسی کے سامنے جھکنے اور سجدہ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ حدیث پاک ہے ”بندہ (دوران نماز) سجدے میں اپنے رب کے زیادہ قریب ہوتا ہے لہذا سجدے میں کثرت سے دعا کیا کرو“۔

مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ آیات سجدہ کے بارے میں لکھتے ہیں ”قرآن مجید میں ایسے ۴ مقامات ہیں جہاں آیات سجدہ آئی ہیں۔ ان آیات پر سجدے کا مشروع ہونا تو متفق علیہ ہے مگر اس کے وجوب میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سجدہ تلاوت کو واجب کہتے ہیں اور دوسرے علما نے اس کو سنت قرار دیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات

ایک بڑے مجمع میں قرآن پڑھتے اور اس میں جب آیت سجدہ آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی سجدے میں گر جاتے تھے اور جو شخص جہاں ہوتا وہیں سجدہ ریز ہو جاتا تھا حتیٰ کہ کسی کو سجدہ کرنے کے لیے جگہ نہ ملتی تو وہ اپنے آگے والے شخص کی پیٹھ پر سر رکھ دیتا۔ یہ بھی روایات میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر قرآن پڑھا اور اس میں جب آیت سجدہ آئی تو جو لوگ زمین پر کھڑے تھے انہوں نے زمین پر سجدہ کیا اور جو گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار تھے وہ اپنی سواروں پر ہی جھک گئے۔ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران خطبہ میں آیت سجدہ پڑھی تو منبر سے اتر کر سجدہ کیا اور پھر اوپر جا کر خطبہ شروع کر دیا کرتے تھے۔

اس سجدے کیلئے جمہور انہی شرائط کے قائل ہیں جو نماز کی شرطیں ہیں: یعنی، با وضو ہونا، قبلہ رخ ہونا اور نماز کی طرح سجدے میں زمین پر سر رکھنا۔ لیکن جتنی احادیث سجدہ تلاوت کے باب میں ہم کو ملی ہیں ان میں کہیں بھی ان شرطوں کیلئے کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ ان سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ آیت سجدہ سن کر جو شخص جہاں جس حال میں ہو، جھک جائے۔ میرے (مولف کے) دادا پیر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بہشتی زیور میں سجدہ تلاوت کا باب قائم کیا ہے۔ جس میں تفصیل سے سجدہ تلاوت کے مسائل بیان کیے گئے ہیں، وہ سب تو یہاں نقل کرنا ممکن نہیں لیکن چند مفید نکات ملاحظہ فرمائیں: جس طرح نماز کا سجدہ کیا جاتا ہے اسی طرح سجدہ تلاوت بھی کرنا چاہیے۔ اگر نماز میں سجدے کی آیت پڑھی اور نماز ہی میں سجدہ نہ کیا تو اب نماز کے بعد سجدہ کرنے سے ادانہ ہوگا، ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے سجدے کی آیت کو کئی بار دہرا کر پڑھے تو ایک ہی سجدہ واجب ہے۔ ساری سورت پڑھنا اور سجدے کی آیت کو چھوڑ دینا مکروہ اور منع ہے۔ فقط سجدے سے بچنے کے لئے وہ آیت نہ چھوڑے کہ اس میں سجدے سے گویا انکار ہے۔

رمضان المبارک میں صلوٰۃ التراويح میں ختم قرآن کے دوران اور تلاوت قرآن کے موقع پر سجدہ تلاوت کے مواقع اور التزام بالعموم بڑھ جاتا ہے اور ہر خاص و عام، بچہ، بوڑھا، جوان، مرد اور عورت سجدہ تلاوت باجماعت کرتے ہیں۔ اس مضمون میں ان تمام آیات سجدہ کو ترتیب سے جمع کر کے ان کا ترجمہ و تفسیر اور شان نزول بیان کر دی ہے جس طرح وہ قرآن میں موجود ہیں زیادہ تر حواشی تفہیم القرآن سے لیے گئے ہیں۔ صرف ایک آیت کی تفسیر۔ ابن کثیر سے لی گئی ہے۔ امید ہے اس مطالعے سے قاری سجدہ تلاوت کے موقع پر زیادہ خشوع و خضوع کے ساتھ پروردگار عالم کے حضور میں اپنی عجز و انکساری اور کوتاہ دامنی کا اظہار کر سکیں گے، ان شاء اللہ۔

پہلا سجدہ

إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيُسَبِّحُونَهُ وَ لَهُ يَسْجُدُونَ (اعراف: ۶۰-۶۱) جو فرشتے تمہارے رب کے حضور تقرب کا مقام رکھتے ہیں وہ کبھی اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں آ کر اس کی عبادت سے منہ نہیں موڑتے، اور اس کی تسبیح کرتے ہیں، اور اس کے آگے جھکے رہتے ہیں۔

”مطلب یہ ہے کہ بڑائی کا گھمنڈ اور بندگی سے منہ موڑنا شیاطین کا کام ہے اور اس کا نتیجہ پستی و تنزل ہے۔ بخلاف اس کے خدا کے آگے جھکنا اور بندگی میں ثابت قدم رہنا ملکوتی فعل ہے اور اس کا نتیجہ ترقی و بلندی اور خدا سے تقرب ہے۔ اگر تم ترقی کے خواہش مند ہو تو اپنے طرز عمل کو شیاطین کے بجائے ملائکہ کے طرز عمل کے مطابق بناؤ۔ تسبیح کرتے ہیں، یعنی وہ اللہ تعالیٰ کا بے عیب اور بے نقص اور بے خطا ہونا، ہر قسم کی کمزوریوں سے اس کا منزه ہونا، اور اس کا لاشریک اور بے مثل اور بے ہمتا ہونا دل سے مانتے ہیں، اس کا اقرار و اعتراف کرتے ہیں اور دائماً اس کے اظہار

و اعلان میں مشغول رہتے ہیں، اس مقام پر حکم ہے کہ جو شخص اس آیت کو پڑھے یا سنے وہ سجدہ کرے تاکہ اس کا حال ملائکہ مقررین کے حال سے مطابق ہو جائے اور ساری کائنات کا انتظام چلانے والے کارکن جس خدا کے آگے جھکے ہوئے ہیں اسی کے یکے وہ بھی ان سب کیساتھ جھک جائے۔ اور اپنے عمل سے فوراً یہ ثابت کر دے کہ وہ نہ تو کس گھمنڈ میں مبتلا ہے اور نہ خدا کی بندگی سے منہ موڑنے والا ہے۔

دوسرا سجدہ

وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَ كَرْهًا وَ ظَلُمُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْأَصَالِ (الرعد: ۱۵)

وہ تو اللہ ہی ہے جس کو زمین و آسمان کی ہر چیز طوعاً و کرہاً سجدہ کر رہی ہے اور سب چیزوں کے سائے صبح و شام اس کے آگے جھکتے ہیں۔

سجدے سے مراد اطاعت میں جھکنا، حکم بجالانا اور سر تسلیم خم کرنا ہے۔ زمین و آسمان کی ہر مخلوق اس معنی میں اللہ کو سجدہ کر رہی ہے کہ وہ اس کے قانون کی مطیع ہے اور اس کی مشیت سے بال برابر بھی سرتابی نہیں کر سکتی۔ مومن اس کے آگے برضا و رغبت جھکتا ہے تو کافر کو مجبوراً جھکنا پڑتا ہے، کیونکہ خدا کے قانون فطرت سے ہٹنا اس کی مقدرت سے باہر ہے۔ سایوں کے سجدہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ اشیاء کے سایوں کا صبح و شام مغرب اور مشرق کی طرف کرنا اس بات کی علامت ہے کہ یہ سب چیزیں کسی امر کی مطیع اور کسی قانون سے مستخر ہیں۔

اس آیت سجدہ سے پہلے کی آیتوں میں اللہ تبارک و تعالیٰ، کفار کے مشرکانہ طرز عمل پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اسی کو پکارنا برحق ہے۔ رہیں وہ دوسری ہستیاں جنہیں اس کو چھوڑ کر یہ لوگ پکارتے ہیں، وہاں کی دعاؤں کا کوئی جواب نہیں

دے سکتیں۔ انہیں پکارنا تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص پانی کی طرف ہاتھ پھیلا کر اس سے درخواست کرے کہ تو میرے منہ تک پہنچ جا، حالانکہ پانی اس تک پہنچنے والا نہیں۔ بس اسی طرح کافروں کی دعائیں بھی کچھ نہیں ہیں مگر ایک تیر بے ہدف۔ اس کے بعد اس اللہ کا ذکر ہے جس کو ہر چیز سجدہ کر رہی ہے۔

اس لئے ہم کو بھی اظہارِ عبدیت کے طور پر اور پورے کائنات کے نظام سے ہم آہنگی اختیار کرتے ہوئے اس مقام پر سجدہ کرنا چاہیے۔

تیسرا سجدہ

يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ (نحل ۵۰:۱۶) ”اپنے رب سے جو ان کے اوپر ہے، ڈرتے ہیں اور جو کچھ حکم دیا جاتا ہے اسی کے مطابق کام کرتے ہیں“۔ اگر اس سے پہلے کی آیت ۴۸ کو ساتھ ملا کر پڑھیں تو مضمون واضح ہو جاتا ہے۔ اور کیا یہ لوگ اللہ کی پیدا کی ہوئی کسی چیز کو بھی نہیں دیکھتے کہ اس کا سایہ کس طرح اللہ کے حضور سجدہ کرتے ہوئے دائیں اور بائیں گرتا ہے۔ سب کے سب اس طرح اظہارِ عجز کر رہے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا ”زمین اور آسمان میں جس قدر جان دار مخلوقات ہیں اور جتنے ملائکہ ہیں سب اللہ کے آگے سر بسجود ہیں۔ وہ ہرگز سرکشی نہیں کرتے۔ اپنے رب سے جو ان کے اوپر ہے، ڈرتے ہیں اور جو کچھ حکم دیا جاتا ہے اسی کے مطابق کام کرتے ہیں۔

”یہاں تمام جسمانی اشیا کے سایے اس بات کی علامت ہیں کہ پہاڑ ہوں یا درخت، جانور ہوں یا انسان سب کے سب ایک ہمہ گیر قانون کی گرفت میں جکڑے ہوئے ہیں، سب کی پیشانی پر بندگی کا داغ لگا ہوا ہے، الوہیت میں کسی کا کوئی ادنیٰ حصہ بھی نہیں ہے۔ سایہ پڑنا ایک چیز کے مادی ہونے کی کھلی علامت ہے، اور مادی

ہونا بندہ و مخلوق ہونے کا کھلا ثبوت ہے۔ اللہ کے آگے سر بسجود ہونے سے مراد یہ ہے کہ صرف زمین ہی کی نہیں، آسمانوں کی بھی وہ تمام ہستیاں غلام اور تابع دار ہیں۔ ضمناً اس آیت سے ایک اشارہ اس طرف بھی نکل آیا کہ جان دار مخلوقات صرف زمین ہی میں نہیں ہیں بلکہ عالم بالا کے سیاروں میں بھی ہیں۔ یہی بات سورہ شوریٰ آیت ۲۹ میں بھی ارشاد ہوئی ہے۔

چوتھا سجدہ

وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَسْكُونُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا (نبي اسرائیل ۱۰۹:۱۲) اور وہ منہ کے بل روتے ہوئے گر جاتے ہیں اور اسے سن کر ان کا خشوع اور بڑھ جاتا ہے۔ اگر آیت سجدہ کو پہلے کی دو آیتوں کیساتھ ملا کر پڑھا جائے تو مضمون مکمل ہو جاتا ہے۔ اے نبی ﷺ! ان لوگوں سے کہہ دو کہ تم اسے مانو یا نہ مانو، جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا ہے، انہیں جب یہ سنایا جاتا ہے تو وہ منہ کے بل سجدے میں گر جاتے ہیں اور پکاراٹھتے ہیں پاک ہے ہمارا رب، اس کا وعدہ تو پورا ہونا ہی تھا۔ اور منہ کے بل روتے ہوئے گر جاتے ہیں اور اسے سن کر ان کا خشوع اور بڑھ جاتا ہے۔ یعنی وہ اہل کتاب جو آسمانی کتابوں کی تعلیمات سے واقف ہیں اور ان کے انداز کلام کو پہچانتے ہیں۔ قرآن کو سن کر فوراً سمجھ جاتے ہیں کہ جس نبی کے آنے کا وعدہ پچھلے انبیاء کے صحیفوں میں کیا گیا تھا وہ آگیا ہے۔

پانچواں سجدہ

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِنْ ذُرِّيَةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَائِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا

إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا - (مریم: ۵۸) یہ وہ پیغمبر ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے اور ان لوگوں کی نسل سے جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی پر سوار کیا تھا، اور ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے اور اسرائیل علیہ السلام کی نسل سے۔ اور یہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو ہم نے ہدایت بخشی اور برگزیدہ کیا۔ ان کا حال یہ تھا کہ جب رحمان کی آیات ان کو سنائی جاتیں تو روتے ہوئے سجدے میں گر جاتے تھے۔

”اس آیت سجدہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے انبیاء کی جماعت کا ذکر کیا ہے۔ فرمان الہی ہے کہ یہ ہے انبیاء علیہم السلام کی جماعت جن کا ذکر اس سورۃ میں کیا گیا ہے جو اللہ کے انعام یافتہ بندے ہیں۔ اس میں انبیاء علیہم السلام کے چار گروہوں کا ذکر ہے۔ پہلا گروہ اولادِ آدم علیہ السلام سے، یعنی حضرت ادریس علیہ السلام اور ان کی اولاد۔ دوسرا حضرت نوح علیہ السلام کیساتھ کشتی پر سوار ہونے والوں کی نسل سے مراد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں۔ تیسرا ذریت حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مراد حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ چوتھا گروہ ذریت اسرائیل علیہ السلام (یعقوب) سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

فرمان الہی ہے کہ ان پیغمبروں کے سامنے جب کلام اللہ شریف کی آیتیں تلاوت کی جاتی تھیں تو اس کے دلائل و براہین کو سن کر خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان مانتے ہوئے، روتے، گڑ گڑاتے سجدے میں گر پڑتے تھے۔ اسی لئے اس آیت پر سجدہ کرنے کا حکم علماء کا متفق علیہ مسئلہ ہے تاکہ ان پیغمبروں کی اتباع اور اقتدا ہو جائے۔

چھٹا سجدہ

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالْدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيرٌ حَقٌّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُّكْرِمٍ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ. (الحج ۲۲: ۱۸)

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ کے آگے سر بسجود ہیں وہ سب جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں، سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے انسان اور بہت سے وہ لوگ بھی جو عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں؟ اور جسے اللہ ذلیل و خوار کر دے اسے پھر کوئی عزت دینے والا نہیں ہے۔ اس لیے یہاں اہل ایمان کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ وہ اپنی مرضی اور اختیار سے سجدہ کرنے والوں میں شامل ہو جائیں۔ یہاں سجدہ تلاوت واجب ہے اور یہ سجدہ متفق علیہ ہے۔

ساتواں سجدہ

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَنُ أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُورًا. (الفرقان ۲۵: ۲۰) ان لوگوں سے جب کہا جاتا ہے کہ اس رحمان کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں: رحمان کیا ہوتا ہے؟ جسے تو کہہ دے کیا اس کو ہم سجدہ کرتے پھریں؟ یہ دعوت ان کی نفرت میں الٹا اور اضافہ کر دیتی ہے۔

اس سے پہلے والی آیت (۵۹) میں رحمان کی شان بیان کی گئی ہے۔ یعنی وہ خدا جو زندہ ہے، کبھی مرنے والا نہیں وہ باخبر ہے۔ اس نے تجھے دنوں میں زمین اور

آسمانوں کو بنایا۔ پھر آپ ہی عرض پر جلوہ فرما ہوا۔ جب منکرین یہ بات کہتے کہ رحمان کیا ہوتا ہے تو ”یہ بات دراصل وہ محض کافرانہ شوخی اور سراسر ہٹ دھرمی کی بنا پر کہتے تھے۔ جس طرح فرعون نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا: وما رب العلمین ”رب العلمین کیا ہوتا ہے؟“

حالانکہ نہ کفار مکہ خدائے رحمان سے بے خبر تھے اور نہ فرعون ہی اللہ رب العلمین سے ناواقف تھا۔ بعض مفسرین نے اسکی یہ تاویل کی ہے کہ اہل عرب کے ہاں اللہ تعالیٰ کے لیے رحمان کا اسم مبارک شاید (مقبول) نہ تھا اس لیے انہوں نے یہ اعتراض کیا۔ لیکن آیت کا انداز کلام خود بتا رہا ہے کہ یہ اعتراض ناواقفیت کی بنا پر نہیں بلکہ طغیانِ جاہلیت کی بنا پر تھا، ورنہ اس پر گرفت کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ نرمی کے ساتھ انہیں سمجھا دیتا کہ یہ بھی ہمارا ہی ایک نام ہے، اس پر کان نہ کھڑے کرو، علاوہ بریں یہ بات تاریخی طور پر ثابت ہے کہ عرب میں اللہ تعالیٰ کے لیے قدیم زمانے سے رحمان کا لفظ معروف و مستعمل تھا۔ اس جگہ سجدہ تلاوت مشروع ہے اور اس پر تمام اہل علم متفق ہیں۔ ہر قاری اور سامع کو اس مقام پر سجدہ کرنا چاہیے۔

آٹھواں سجدہ

أَلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ. (اہل ۲۲: ۱۵)

اس خدا کو سجدہ کریں جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزیں نکالتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے جسے تم لوگ چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو۔ اس آیت سجدہ سے پہلے، سورہ نمل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں ہد ہد کا بیان ہے، جو اس نے ملک سبا کے دورے سے واپس آنے پر دیا۔ اس نے ایک ایسی قوم کا حال سنایا جس کی ایک

ملکہ ہے اور وہ اور اس کی قوم اللہ کے بجائے سورج کو سجدہ کرتی ہے۔ شیطان نے ان کے اعمال ان کے لیے خوش نمائندی اور انہیں شاہراہ سے روک دیا۔ اس وجہ سے وہ یہ سیدھا راستہ نہیں پاتے کہ اس خدا کو سجدہ کریں جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزیں نکالتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے جسے تم لوگ چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو۔ یہاں اللہ کی دو صفات کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے، یعنی جو ہر ان نئی چیزوں کو ظہور میں لا رہا ہے جو پوشیدہ تھیں۔ اس کا علم ہر چیز پر حاوی ہے، اس کے لیے ظاہر اور مخفی سب یکساں ہیں۔

”اللہ تعالیٰ کی ان دو صفات کو بطور نمونہ بیان کرنے سے مقصود دراصل یہ ذہن نشیں کرنا ہے کہ اگر وہ لوگ شیطان کے دھوکے میں نہ آتے تو یہ سیدھا راستہ انہیں صاف نظر آ سکتا تھا کہ آفتاب نامی ایک دکھتا ہوا کرہ جو بے چارہ خود اپنے وجود کا ہوش بھی نہیں رکھتا، کسی عبادت کا مستحق نہیں ہے بلکہ صرف وہ ہستی اس کا استحقاق رکھتی ہے جو علیم وخبیر ہے اور جس کی قدرت ہر لحظہ نئے نئے کرشمے ظہور میں لا رہی ہے۔ اس مقام پر سجدہ واجب ہے۔ یہ قرآن کے ان مقامات میں سے ہے جہاں سجدہ تلاوت واجب ہونے پر فقہا کا اتفاق ہے۔ یہاں سجدہ کرے سے مقصود یہ ہے کہ ایک مومن اپنے آپ کو آفتاب پرستوں سے جدا کرے اور اپنے عمل سے اس بات کا اقرار و اظہار کرے، کہ وہ آفتاب کو نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا مسبود و معبود مانتا ہے۔

نواں سجدہ

إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ. (السجدہ ۳۲: ۱۵) ہماری آیات پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں جنہیں یہ آیات سنا کر جب نصیحت کی جاتی ہے تو سجدے میں

گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے۔ اس آیت سجدہ سے پہلے کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کی منظر کشی کی ہے، کاش تم دیکھو وہ وقت جب یہ مجرم سر جھکائے اپنے رب کے حضور کھڑے ہوں گے (اس وقت یہ کہہ رہے ہوں گے) اے ہمارے رب ہم نے خوب دیکھ لیا اور سن لیا، اب ہمیں واپس بھیج دیے تاکہ ہم نیک عمل کریں، ہمیں اب یقین ہو گیا۔ (جو اب میں ارشاد ہوگا) اگر ہم چاہتے تو پہلے ہی ہر نفس کو اس کی ہدایت دے دیتے۔ مگر میری وہ بات پوری ہو گئی جو میں نے کہی تھی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے بھردوں گا۔ پس اب چکھو مزہ اپنی اس حرکت کا کہ تم نے اس دن کی ملاقات کو فراموش کر دیا ہم نے بھی اب تمہیں فراموش کر دیا ہے۔ چکھو ہیشگی کے عذاب کا مزہ اپنے کرتوتوں کی پاداش میں۔

اس کے بعد آیت سجدہ میں اہل ایمان کی شان بیان کی گئی ہے کہ ”اور وہ اپنے غلط خیالات کو چھوڑ کر اللہ کی بات مان لینے اور اللہ کی بندگی اختیار کر کے اسکی عبادت بجالانے کو اپنی شان سے گری ہوئی بات نہیں سمجھتے۔ نفس کی کبریائی انہیں قبول حق اور اطاعت رب سے مانع نہیں ہوتی“۔ لہذا جب وہ قرآن سنتے ہیں اور ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور غرور میں مبتلا نہیں ہوتے۔ اسی لیے تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس مقام پر سجدہ کر کے اپنے آپ کو بھی مومنین کے اس گروہ میں شامل کریں۔

دسواں سجدہ

قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعَجْتِكَ إِلَىٰ نَعَاجِهِ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَ

قَلِيلٌ مَّا هُمْ وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ. یہاں پر یہ ممکن نہیں کہ اس واقعے کی تفصیل میں جایا جائے جو حضرت داؤد کیساتھ پیش آیا اور قرآن میں مذکور ہے۔ اس کیلئے تفاسیر سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ ہمارے لئے اتنا کافی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام سے کوئی قصور سرزد نہیں ہوا تھا جو نبیوں والے واقعے سے مماثلت رکھتا تھا۔ اسی لئے فیصلہ سناتے ہوئے۔ معاً ان کو یہ خیال آیا کہ یہ میری آزمائش ہوئی ہے لیکن اس قصور کی نوعیت ایسی شدید نہ تھی کہ اسے معاف نہ کیا جاتا۔ جب انہوں نے سجدے میں گر کر توبہ کی تو نہ صرف یہ کہ انہیں معاف کر دیا گیا بلکہ دنیا اور آخرت میں ان کو جو بلند مقام حاصل تھا اس میں بھی کوئی فرق نہ ہوا۔

اس امر میں اختلاف ہے کہ اس مقام پر سجدہ تلاوت واجب ہے یا نہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہاں سجدہ واجب نہیں بلکہ یہ تو ایک نبی کی توبہ ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وجوب کے قائل ہیں۔ اس سلسلے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تین روایتیں محدثین کی نقل کی ہیں۔ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ ان آیات میں سے نہیں ہے جن پر سجدہ لازم ہے مگر میں نے اس مقام پر نبی کو سجدہ کرتے دیکھا ہے۔ (بخاری)۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سورہ ص میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور فرمایا: داؤد علیہ السلام نے توبہ کے طور پر سجدہ کیا تھا اور ہم شکر کے طور پر سجدہ کرتے ہیں۔ (نسائی) حضرت اب سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبے میں سورہ ص پڑھی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر سے اتر کر سجدہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب حاضرین نے بھی کیا۔ (ابوداؤد) ان روایات سے اگرچہ وجوب سجدہ کی قطعی دلیل تو نہیں ملتی لیکن کم از کم اتنی بات تو ضرور ثابت ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر اکثر سجدہ فرمایا ہے، اور سجدہ نہ کرنے کی بہ نسبت یہاں سجدہ کرنا بہر حال افضل ہے۔

گیا رہو اس سجدہ

فَإِنِ اسْتَكْبَرُوا فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْأَمُونَ. (م۱۰۳:۳۸) لیکن اگر یہ لوگ غرور میں آکر اپنی ہی بات پراڑے رہیں تو پروا نہیں، جو فرشتے تیرے رب کے مقرب ہیں وہ شب و روز اس کی تسبیح کرتے رہے ہیں اور کبھی نہیں تھکتے۔ اس سے پہلے کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں یہ رات اور دن اور سورج اور چاند۔ سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ اس خدا کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا ہے۔ اگر فی الواقع تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔ (۲۲:۳۱) یعنی یہ اللہ کے مظاہر نہیں ہیں کہ تم یہ سمجھتے ہوئے ان کی عبادت کرنے لگو کہ اللہ ان کی شکل میں خود اپنے آپ کو ظاہر کر رہا ہے بلکہ یہ اللہ کی نشانیاں ہیں جن پر غور کرنے سے تم کائنات کی اور اس کے نظام کی حقیقت سمجھ سکتے ہو اور یہ جان سکتے ہو کہ انبیاء علیہم السلام جس توحید خداوندی کی تعلیم دے رہے ہیں وہی امر واقعی ہے۔ سورج اور چاند سے پہلے رات اور دن کا ذکر اس امر پر متنبہ کرنے کے لیے کیا گیا ہے کہ رات کو سورج کا چھینا اور چاند کا نکل آنا، اور دن کو چاند کا چھینا اور سورج کا نمودار ہو جانا صاف طور پر یہ دلالت کر رہا ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی خدا یا خدا کا مظہر نہیں ہے بلکہ دونوں ہی مجبور و لاچار بندے ہیں جو خدا کے قانون میں بندھے ہوئے گردش کر رہے ہیں۔ اور جو یہ کہتے ہیں کہ ہم ان چیزوں کو سجدہ نہیں کرتے بلکہ ان کے واسطے سے اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگر تم واقعی اللہ ہی کے عبادت گزار ہو تو ان واسطوں کی کیا ضرورت ہے، براہ راست خود اسی کو سجدہ کیوں نہیں کرتے۔ گویا اب اگر یہ لوگ غرور میں آکر اپنی ہی بات یا جہالت پر اڑے رہیں تو پروا نہیں ہے۔ اللہ کے مقرب فرشتے جن کے ذریعے پوری کائنات کا

نظام چل رہا ہے، اللہ کی توحید اور اس کی بندگی اختیار کیے ہوئے ہیں، اور اس نظام کے منتظم فرشتے ہر آن یہ شہادت دے رہے ہیں کہ ان کا رب اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کا شریک ہو۔ اس مقام پر سجدہ تو متفق علیہ ہے مگر اس امر میں اختلاف ہے کہ آیت نمبر ۳۷ یا ۳۸ میں کس پر سجدہ کرنا چاہیے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما پہلی آیت پر سجدہ کرتے تھے لیکن حضرات ابن عمر رضی اللہ عنہما، سعید بن مسیب رضی اللہ عنہم و دیگر اکابر و ہم لایسئمون پر سجدہ کرتے تھے اور یہی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا بھی قول ہے۔

بارہواں سجدہ

فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا (النجم ۵۳:۱۲)

”جھک جاؤ اللہ کے آگے اور بندگی بجالاؤ“۔

یہ وہ مشہور آیت سجدہ ہے جس پر جب آپ نے بیت اللہ شریف میں سجدہ کیا تو آپ کے ساتھ مسلم و کافر سب سجدے میں گر گئے۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور کتاب الرحیق المختوم میں یہ واقعہ یوں رقم ہے: ہجرت حبشہ اول کے بعد، اسی سال رمضان شریف میں یہ واقعہ پیش آیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار حرم تشریف لے گئے۔ وہاں قریش کا بہت بڑا مجمع تھا۔ ان کے سردار اور بڑے بڑے لوگ جمع تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دم اچانک کھڑے ہو کر سورہ نجم کی تلاوت شروع کر دی۔ ان کفار نے اس سے پہلے عموماً قرآن سنا نہ تھا۔ اور ان کے کانوں میں ایک ناقابل بیان رعنائی و دل کشی اور عظمت لیے ہوئے کلام الہی کی آواز پڑی تو انہیں کچھ ہوش نہ رہا۔ سب کے سب گوش برآواز ہو گئے۔ کسی کے دل میں کوئی اور خیال ہی نہیں آیا۔ یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ کے اواخر میں دل دہلا

دینے والی آیات تلاوت فرما کر اللہ کا یہ حکم سنایا فَاسْجُدُوا..... اور اس کے ساتھ ہی سجدہ فرمایا تو کسی کو اپنے آپ پر قابو نہ رہا اور سب کے سب سجدے میں گر پڑے۔ بعد میں جب انہیں احساس ہوا کہ کلام الہی کے جلال نے ان کی لگام موڑ دی اور وہ ٹھیک وہی کام کر بیٹھے جسے مٹانے اور ختم کرنے کے لیے انہوں نے ایڑی سے چوٹی تک زور لگا رکھا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس واقعے میں غیر موجود مشرکین نے ان پر ہر طرف سے عتاب اور ملامت کی بوچھاڑ شروع کی تو ان کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے اور انہوں نے اپنی جان چھڑانے کے لیے رسول ﷺ پر یہ افترا پردازی کی اور یہ جھوٹ گھڑا کہ آپ ﷺ نے ان کے بتوں کا ذکر عزت و احترام سے کر کے کہا تھا کہ تِلْكَ الْعَزَائِينُ..... ”بلند پایہ دیویاں ہیں، اور ان کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ صریح جھوٹ تھا جو محض اس لیے گھڑ لیا گیا تا کہ نبی ﷺ کے ساتھ سجدہ کرنے کی جو غلطی ہوگئی ہے اس کے لیے ایک معقول عذر پیش کیا جاسکے۔ بہر حال مشرکین کے سجدہ کرنے کے اس واقعے کی خبر حبشہ کے مہاجرین کو بھی اس طرح پہنچی کہ قریش مسلمان ہو گئے ہیں چنانچہ انہوں نے ماہ شوال میں مکہ واپسی کی راہ لی لیکن جب قریب پہنچے تو حقیقت حال آشکار ہوئی۔

تیرہواں سجدہ

وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ (الشقاق ۸۴:۲۱) اور جب قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے۔ اس آیت سجدہ کے پورے مفہوم کو سمجھنے کیلئے آیت ۱۶ سے پڑھیں۔ ”پس نہیں، میں قسم کھاتا ہوں شفق کی، اور رات کی اور جو کچھ وہ سمیٹ لیتی ہے، اور چاند کی جب کہ ماہ کامل ہو جاتا ہے، تم کو ضرور درجہ بہ درجہ یا ک حالت سے دوسری حالت کی طرف گزرتے چلے جانا ہے۔ پھر ان لوگوں کو کیا

ہو گیا ہے کہ یہ ایمان نہیں لاتے اور جب قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے؟“۔ یعنی (انسان کو) ایک حالت پر نہیں رہنا ہے بلکہ جوانی سے بڑھاپے، بڑھاپے سے موت، موت سے برزخ، برزخ سے دوبارہ زندگی، دوبارہ زندگی سے میدان حشر، پھر حساب و کتاب اور پھر حرا و سزا کی بے شمار منزلوں سے لازماً تم کو گزرنا ہوگا۔ اس بات پر تین چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے۔ سورج ڈوبنے کے بعد شفق کی سرخی، دن کے بعد رات کی تاریکی، اور اس میں ان بہت سے انسانوں اور حیوانات کا سمٹ آنا جو دن کے وقت زمین پر پھیلے رہتے ہیں، اور چاند کا ہلال سے درجہ بہ درجہ بڑھ کر بدر کامل بننا۔ یہ گویا چند وہ چیزیں ہیں جو اس بات کی علانیہ شہادت دے رہی ہیں کہ جس کائنات میں انسان رہتا ہے اسکے اندر کہیں ٹھہراؤ نہیں ہے، ایک مسلسل تغیر اور درجہ بہ درجہ تبدیلی ہر طرف پائی جاتی ہے، لہذا کفار کا یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ موت کی آخری ہنگامی کیساتھ معاملہ ختم ہو جائے گا۔ امام مالک رحمہ اللہ، مسلم رحمہ اللہ اور نسائی رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے نماز میں یہ سورۃ پڑھ کر اس مقام پر سجدہ کیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہاں سجدہ کیا ہے۔ بخاری، مسلم، ابوداؤد، اور نسائی نے ابورافع کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عشا کی نماز میں یہ سورۃ پڑھی اور سجدہ کیا۔ میں نے اسکی وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے ابوالقاسم رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور حضور ﷺ نے اس مقام پر سجدہ کیا ہے، اسلئے میں مرتے دم تک یہ سجدہ کرتا رہوں گا۔

چودھواں سجدہ

كَلَّا لَا تَطِعُهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (المعلق ۹۶:۱۹) ہرگز نہیں، اس کی بات نہ مانو اور سجدہ کرو اور (اپنے رب کا) قرب حاصل کرو۔ شان نزول کے حساب سے یہ پہلی

آیت سجدہ ہے لیکن ترتیب کے حساب سے آخری۔ نبی پاک ﷺ پر وحی کا آغاز حرام میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے سورہ علق کی ابتدائی پانچ آیات کی صورت میں ہوا تھا۔ اس کے بعد کی آیات اس وقت نازل ہوئیں جب رسول ﷺ اللہ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے خانہ کعبہ میں نماز پڑھنا شروع کی اور ابو جہل کو یہ بات ناگوار گزری اور اس نے نبی پاک کو منع کرنا چاہا۔ اس لیے سورہ علق کی آیت چھ سے آخر (۱۹) تک اس آیات میں اللہ پاک نے اس کافر کے رد عمل کا جواب دیا۔ ہرگز نہیں، انسان سرکشی کرتا ہے اس بنا پر کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز دیکھتا ہے۔ (حالانکہ) پلٹنا یقیناً تیرے رب ہی کی طرف ہے۔ تم نے دیکھا اس شخص کو جو ایک بندے کو منع کرتا ہے، جب کہ وہ نماز پڑھتا ہو؟ تمہارا کیا خیال ہے اگر (وہ بندہ) راہِ راست پر ہو یا پرہیزگاری کی تلقین کرتا ہو؟ تمہارا کیا خیال ہے اگر (یہ منع کرنے والا شخص حق کو) جھٹلاتا اور منہ مڑتا ہو؟ کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے؟ ہرگز نہیں، اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر اسے کھینچیں گے، اس پیشانی کو جو جھوٹی اور سخت خطا کار ہے، وہ بلا لے اپنے حامیوں کی ٹولی کو، ہم بھی عذاب کے فرشتوں کو بلا لیں گے۔ ہرگز نہیں، اس کی بات نہ مانو اور سجدہ کرو اور (اپنے رب کا) قرب حاصل کرو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مقام ابراہیم پر نماز پڑھ رہے تھے۔ ابو جہل کا ادھر سے گزر ہوا اس نے کہا: اے محمد ﷺ! کیا میں نے تم کو اس سے منع نہیں کیا تھا؟ اور اس نے آپ ﷺ کو دھمکیاں دینی شروع کیں۔ جواب میں رسول اللہ ﷺ نے اس کو سختی سے جھڑک دیا۔ اس پر اس نے کہا: اے محمد ﷺ! تم کس بل پر مجھے ڈراتے ہو خدا کی قسم اس وادی میں میرے حمایتی سب سے زیادہ ہیں۔ (احمد، ترمذی) (تفہیم القرآن ۶ ج، ص ۳۹۴-۳۹۵)۔ چنانچہ ان آیات کے ذریعے آپ ﷺ کو تسلی دینے کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک بار پھر آپ کو حکم دیا کہ تم اس کی بات نہ مانو اور سجدہ کرو۔

(یہاں) ”سجدہ کرنے سے مراد نماز ہے، یعنی اے نبی ﷺ! تم بے خوف اسی طرح نماز پڑھتے رہو جس طرح پڑھتے ہو، اور اس کے ذریعے سے اپنے رب کا قرب حاصل کرو۔ صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ”بندہ سب سے زیادہ اپنے رب سے اس وقت قریب ہوتا ہے جب وہ سجدے میں ہوتا ہے“۔



تراویح کے مسئلے کو متنازع نہ بنایا جائے

رمضان کا مقدس مہینہ عالم روحانیت کا موسم بہار ہے، اس کی مخصوص عبادات میں دن کا روزہ اور رات کا قیام یعنی نماز تراویح بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ اس کی برکات کا یہ عالم ہے کہ اس میں ایک نفل کا ثواب فرض کے برابر کر دیا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح جلد ۳: ص ۱۷۳) حضور اکرم ﷺ اس ماہ مبارک میں کثرت سے عبادت فرماتے تھے۔ چنانچہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”جب رمضان المبارک آتا تو رسول اللہ ﷺ کمر ہمت سے کس لیتے اور اپنے بستر پر تشریف نہ لاتے۔ یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا“۔ (شعب الایمان ج ۳: ص ۳۱۰)

آخری دس دنوں کے متعلق فرماتی ہیں: ”آپ ﷺ آخری دس دنوں میں جو کوشش فرماتے وہ باقی دنوں میں نہ فرماتے تھے۔“ (صحیح مسلم، ج ۱: ص ۳۷۲)

اس لئے اس ماہ میں جتنی بھی زیادہ سے زیادہ عبادت ہو سکے پوری ہمت اور کوشش سے کرنی چاہئے۔ لیکن بد قسمتی سے عقل و خرد سے تہی دامن اور دلائل و براہین سے نا آشنا ایک قوم نام نہاد ”اہل حدیث“ اہل اسلام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی غرض سے اس مقدس ماہ میں بھی اپنی اوٹ پٹانگ حرکتوں سے باز نہیں آتی۔ اہل

اسلام میں ایک خلیجان پیدا کر دیتے ہیں، عوام الناس کو یہ دھوکہ دیتے ہیں کہ تراویح ۸ رکعات ہیں، ۲۰ رکعات تراویح کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور کتب حدیث کے اردو تراجم بغلوں میں دابے یہ فتنہ پرور لوگ گلی گلی اور قریہ قریہ گشت شروع کر دیتے ہیں۔ اس لئے راقم نے یہ ضرورت محسوس کی کہ اہل السنّت والجماعت کے اس مسئلہ میں دلائل کو قلمبند کر دے۔

قیام رمضان یعنی تراویح آپ ﷺ نے بیس رکعات ادا فرمائی ہیں، اس پر حضرات خلفاء راشدین، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام، ائمہ مجتہدین، حضرات مشائخ رحمہم وغیرہ عمل پیرا رہے۔ بلا داسلام میں چودہ سو سال اسی پر عمل ہوتا رہا ہے اور امت مسلمہ کا اسی پر اجماع و اتفاق ہے۔ چند احادیث و آثار اور فقہاء امت کی تصریحات نقل کی جاتی ہیں جو اس حقیقت کو واضح کرتی ہیں۔

آنحضرت ﷺ کا مبارک عمل

آپ ﷺ قیام رمضان بیس رکعت فرمایا کرتے تھے۔

۱- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ فَصَلَّى النَّاسَ أَرْبَعَةَ وَعِشْرِينَ رَكْعَةً وَأَوْتِرَ بِثَلَاثَةٍ. (تاریخ جرجان للسیسی، ص ۱۳۲) نبی کریم ﷺ رمضان المبارک میں ایک رات تشریف لائے اور لوگوں کو چار (فرض بیس رکعات) تراویح اور تین وتر پڑھائے۔

۲- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوُتْرُ. (مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۳: ص ۲۸۴) رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک میں بیس رکعت (تراویح) اور وتر پڑھتے تھے۔

حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا عمل

حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور مبارک میں تراویح بیس رکعت ہی پڑھی جاتی رہی ہیں۔
تصریحات پیش خدمت ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مبارک دور

۱- عَنْ أَبِي بِن كَعْبِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَمَرَ ابْنَ كَعْبِ أَنَّ يُصَلِّيَ بِاللَّيْلِ فِي رَمَضَانَ فَقَالَ: إِنَّ النَّاسَ يَصُومُونَ النَّهَارَ وَلَا يُحْسِنُونَ أَنْ يَقْرَأُوا فَلَوْ قَرَأَ الْقُرْآنَ عَلَيْهِمْ بِاللَّيْلِ فَصَلِّيَ بِهِمْ عِشْرِينَ رَكْعَةً.

(مسند احمد بن منيع بحوالہ تخفيف الحيرة للمهر بالمصري على المطالب العالين، ج: ۲، ص: ۲۳۲)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ رمضان کی راتوں میں نماز پڑھائیں۔ چنانچہ فرمایا کہ لوگ سارا دن روزہ رکھتے ہیں اور قرأت اچھی طرح نہیں کر سکتے۔ اگر آپ رات کو انہیں (نماز میں) قرآن سنائیں تو بہت اچھا ہوگا۔ پس حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے انہیں بیس رکعتیں پڑھائیں۔

۲- عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدٍ قَالَ كَانَ يُقْرَأُ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً قَالَ وَكَانُوا يَقْرَأُونَ بِالْمَمْتَنِينَ وَكَانُوا يَتَوَكَّفُونَ عَلَى عَصِيهِمْ فِي عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ. (اسنن الكبرى للبيهقي، ج: ۲، ص: ۳۹۶)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے زمانے میں (صحابہ کرام باجماعت) بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے اور (قاری صاحبان) سوسو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور لوگ لمبے قیام کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں لاکھوں کا سہارا لیتے۔

۳- روى مالك من طريق يزيد بن خصيفة عن السائب بن

يزيد عشرين ركعة . (فتح الباری لابن حجر، ج: ۴، ص: ۳۲۱، نیل الاوطار للشوكاني، ج: ۲، ص: ۵۱۳)

موطا امام مالک میں یزید بن خصیفہ کے طریق سے سائب بن یزید کی روایت ہے کہ عہد فاروقی میں بیس رکعت تراویح تھیں۔

۴- قال محمد بن كعب القرظي كان الناس يصلون في زمان

عمر بن الخطاب في رمضان عشرين ركعة . (قيام الليل للمروزي، ص: ۱۵۷)

حضرت محمد بن کعب القرظی (جو جلیل القدر تابعی ہیں) فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

۵- عن يزيد بن رومان انه قال: كان الناس يقومون في زمان

عمر بن الخطاب رضى الله عنه في رمضان بثلاث وعشرين ركعة .

(موطا امام مالک، ص: ۹۸)

یزید بن رومان کہتے ہیں کہ لوگ (صحابہ رضی اللہ عنہم) و تابعین رضی اللہ عنہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تیس رکعتیں پڑھتے تھے۔ (بیس تراویح اور تین وتر)

۶- عن يحيى بن سعيد ان عمر بن الخطاب امر رجلا يصلي

بهم عشرين ركعة . (مصنف ابن شيبه، ج: ۲، ص: ۲۸۵)

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے۔

۷- عن الحسن ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ علی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فی قیام رمضان فکان یصلی بہم عشرين رکعة . (سنن ابی داؤد ج: ۱، ص: ۲۱۱، باب القوت التواتر) حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت پر جمع فرمایا۔ وہ لوگوں کو بیس رکعت نماز تراویح پڑھاتے تھے۔

۸- عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ان عمر امر ان یصلی بالناس فی رمضان فصلی بہم عشرين رکعة .

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ رمضان میں لوگوں کو نماز پڑھائیں، تو آپ نے انہیں بیس رکعت پڑھائیں۔

۹- عن السائب بن یزید قال: کان القیام علی عہد عمر ثلاثۃ وعشرين رکعة . (مصنف عبدالرزاق، ج: ۲، ص: ۳۰۱، حدیث نمبر: ۷۷۲۳)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں تین رکعت (وتر) اور بیس رکعت (تراویح) پڑھی جاتی تھیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مبارک دور

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلاف میں بھی تراویح میں رکعت ہی پڑھی جاتی تھی، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں تھیں۔ چنانچہ حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں: کَانُوا یَقُومُونَ عَلٰی عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بَعِشْرِينَ رَكْعَةً قَالَ وَكَانُوا يَقْرَأُونَ بِالْمَتَنِ وَكَانُوا يَتَوَكَّفُونَ عَلٰی عَصِيهِمْ فِي عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ . (سنن الکبریٰ للبیہقی، ج: ۲، ص: ۳۹۶)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور مبارک میں (صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ) بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے اور قاری سوسو آیات والی سورتیں پڑھتے اور لوگ لمبے قیام کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں لاٹھیوں کا سہارا لیتے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا مبارک دور

آپ رضی اللہ عنہ کے دور خلاف میں بھی تراویح میں رکعت ہی پڑھی جاتی تھی۔ درج ذیل روایات سے یہ بات واضح معلوم ہوتی ہے۔

۱-..... حدیثی زید بن علی عن ابیہ عن جدہ عن علی انہ امر الذی یصلی بالناس صلاة القیام فی شہر رمضان ان یصلی بہم عشرين رکعة، یسلم فی کل رکعتین ویراوح ما بین کل اربع رکعات فیرجع ذو الحاجة ویتوضاء الرجل وان یوتر بہم من آخر اللیل حین الانصراف . (مسند امام زید، ص: ۱۵۸-۱۵۹) امام زید اپنے والد زین العابدین سے وہ اپنے والد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جس امام کو رمضان میں تراویح پڑھانے کا حکم دیا اسے فرمایا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے، ہر دو رکعت پر سلام پھیرے۔ ہر چار رکعت کے بعد اتنا آرام کا وقفہ دے کہ حاجت والا فارغ ہو کر وضو کر لے اور سب سے آخر میں وتر پڑھائے۔

۲-.. عن ابی الحسناء ان علیا امر رجلا یصلی بہم فی رمضان عشرين رکعة . (ابن ابی شیبہ، ج: ۲، ص: ۲۸۵) حضرت ابوالحسن سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھائے۔

۳- عن ابو عبد الرحمن السلمی عن علی رضی اللہ عنہ قال دعا القراء فی رمضان فامر منهم رجلا یصلی بالناس عشرين رکعة

و کان علی یوتر بہم۔ حضرت ابو عبد الرحمن السلمی سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں قاریوں کو بلایا۔ پھر ان میں سے ایک قاری کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھائے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خود انہیں وتر پڑھاتے تھے۔

دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کا عمل

حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے علاوہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کرام رضی اللہ عنہم سے بھی بیس رکعت تراویح ہی منقول ہے۔ ذیل میں چند شخصیات کا عمل پیش کیا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے بیس رکعت تراویح پڑھی یا پڑھائی ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت زید بن وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کان ابن مسعود رضی اللہ عنہ یصلی بنا فی شہر رمضان فیصرف وعلیہ لیل قال الا عمش: کان یصلی عشرين رکعة ویوتر بثلاث. (قیام اللیل للروزی، ج: ۱۵۷)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں ہمیں تراویح پڑھاتے تھے اور گھروٹ جاتے تو رات ابھی باقی ہوتی تھی۔ حدیث کے راوی اعمش فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

حضرت حسن بصری، حضرت عبدالعزیز بن رفیع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: کان ابی بن کعب رضی اللہ عنہ یصلی بالناس فی رمضان بالمدينة عشرين رکعة ویوتر بثلاث. (مصنف ابن ابی شیبہ، ج: ۲، ص: ۲۸۵)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ

جلیل القدر تابعی ہیں۔ دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے فرماتے ہیں۔ ادرکت الناس وہم یصلون ثلاثا وعشرين رکعة بالوتر. (مصنف ابن ابی شیبہ، ج: ۲، ص: ۲۸۵) یعنی تمام حضرات کو ۲۳ رکعت وتر سمیت پڑھتے پڑھاتے دیکھا ہے۔

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ

آپ اہل کوفہ کے مشہور نامور مفتی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں: ان الناس کانوا یصلون خمس ترویحات فی رمضان. (کتاب الآثار و روایت ابی یوسف، ص: ۴۱)

لوگ رمضان میں پانچ تروتکے (بیس رکعت) پڑھتے تھے۔

حضرت شیتربن شکل رضی اللہ عنہ

نامور تابعی ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔ آپ کے بارے میں ہے۔ عن شیتربن شکل و کان من اصحاب علی رضی اللہ عنہ انه کان یومہم فی شہر رمضان بعشرين رکعة ویوتر بثلاث. (سنن الکبریٰ للبیہقی، ج: ۲، ص: ۲۹۶)

حضرت ابوالبختری رضی اللہ عنہ

اہل کوفہ میں اپنا علمی مقام رکھتے تھے۔ آپ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔ آپ کے بارے میں روایت ہے۔ انه

کان یصلی خمس ترویحات فی رمضان ویوتر بثلاث . (مصنف ابن ابی شیبہ، ج: ۲، ص: ۲۸۵) آپ رمضان میں پانچ تروتکے (بیس رکعت) اور تین وتر پڑھتے تھے۔

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ

آپ مشہور تابعی ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کی زیارت کی ہے اور ان سے روایت لی ہے۔ آپ کے بارے میں ابوالخضیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ ہمیں رمضان میں پانچ تروتکے یعنی بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔

حضرت ابن ملیکہ رضی اللہ عنہ

جلیل القدر تابعی ہیں۔ تیس صحابہ رضی اللہ عنہم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔
آپ رضی اللہ عنہ کے متعلق نافع بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

کان ابن ابی ملیکہ یصلی بنا فی رمضان عشرين رکعة . (مصنف

ابن ابی شیبہ، ج: ۲، ص: ۲۸۵)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ

آپ کبار تابعین میں سے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ وغیرہ سے روایت لی ہیں اہل کوفہ میں علمی مقام رکھتے تھے۔ حجاج بن یوسف نے ظلماً قتل کیا تھا۔ آپ کے متعلق اسماعیل بن عبدالملک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کان سعید بن جبیر یومنا فی شہر رمضان فکان یقرء بقراء تین جمعیاء یقرء لیلۃ بقراءۃ ابن مسعود فکان یصلی خمس ترویحات . (مصنف عبدالرزاق، ج: ۲، ص: ۲۰۳) حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ رمضان کے مہینہ میں ہماری امامت کرواتے تھے۔ آپ دونوں قرأتیں پڑھتے تھے۔ ایک رات ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت پڑھتے اور دوسری رات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قرأت۔ آپ پانچ تروتکے (بیس رکعت) پڑھتے تھے۔

حضرت علی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ

آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ، وغیرہ جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کے شاگرد ہیں۔ حضرت سعید بن عبید رضی اللہ عنہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

ان علی بن ربیعۃ کان یصلی بہم فی رمضان خمس ترویحات ویوتر بثلاث . (مصنف ابن ابی شیبہ، ج: ۲، ص: ۲۸۵) حضرت علی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ رمضان مبارک میں پانچ تروتکے (بیس رکعت) اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے۔

حضرات ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سنتوں اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے مقدس طریقوں کی تدوین، جس جامعیت اور تفصیل کے ساتھ حضرات ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم نے فرمائی، یہ مقام امت میں کسی اور کو نصیب نہیں ہوا۔ اسی لئے پوری امت ان ہی کی رہنمائی میں پاک سنتوں پر عمل کر رہی ہے۔ ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم بھی بیس رکعت تراویح کے قائل تھے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ

۱- علامہ ابن رشد اپنی مشہور کتاب ”بداية المجتهد“ میں لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے یہاں قیام رمضان بیس رکعت ہے۔ (بداية المجتهد، ج: ۱، ص: ۲۱۳) ۲- امام فخر الدین قاضی حنفی رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں قمطراز ہیں: عن ابی حنیفہ قال القیام فی شہر رمضان سنة..... کل لیلۃ سوی الوتر عشرين رکعة خمس ترویحات. (فتاویٰ قاضی خان، ج: ۱، ص: ۱۱۳) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رمضان میں ہر رات بیس رکعت یعنی پانچ تراویح وتر کے علاوہ پڑھنا سنت ہے۔

امام مالک بن انس رحمہ اللہ

امام مالک رحمہ اللہ نے ایک قول کے مطابق بیس رکعت تراویح کو مستحسن کہا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن رشد مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: واختار مالک فی احد قولیه.... القیام بعشرين رکعة. (بداية المجتهد، ج: ۱، ص: ۲۱۳) امام مالک رحمہ اللہ نے ایک قول میں بیس رکعت تراویح کو پسند کیا ہے۔ دوسرا قول چھتیس رکعت کا ہے، جن میں بیس رکعت تراویح اور سولہ رکعت نفل تھی۔

امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ

۱- آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: احب الی عشرون.... وکذا لک یقومون بمکة. (قیام اللیل، ص: ۱۵۹) مجھے بیس رکعت پسند ہے، مکہ میں بھی بیس رکعت ہی پڑھتے ہیں۔
۲- وہ کذا ادرکت ببلدنا بمکة یصلون عشرين رکعة. (ترمذی ج: ۱، ص: ۱۶۶) میں نے اپنے شہر مکہ میں لوگوں کو بیس رکعت نماز تراویح پڑھتے ہوئے پایا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ

فقہ حنبلی کے ممتاز ترجمان امام ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:
المختار عند ابی عبد اللہ فیہا عشرون رکعة وبهذا قال الثوری و ابوحنیفۃ و الشافعی رحمہ اللہ. (المغنی لابن قدامہ، ج: ۱، ص: ۸۰۳)

حضرات مشائخ عظام رحمہم اللہ تعالیٰ

امت مسلمہ میں جو مشائخ گزرے ہیں، ان کا عمل و اخلاق، کردار اور سیرت اس امت کے لئے مشعل راہ ہے۔ ان کی زندگی پر نظر ڈالی جائے تو وہ بھی بیس رکعت پر عمل پیرا نظر آتے ہیں۔ جو یقیناً بیس رکعت قیام رمضان کی دلیل ہے۔ چند مشہور مشائخ عظام کی تصریحات درج ذیل ہیں۔

شیخ ابو حامد محمد غزالی رحمہ اللہ

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: التراویح وہی عشرون رکعة و کیفیتہا مشہورۃ وہی سنة موکدة. (احیاء العلوم، ج: ۱، ص: ۱۳۲) تراویح بیس رکعتیں ہیں جن کا طریقہ معروف و مشہور ہے اور یہ سنت موکدہ ہیں۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ

آپ اپنی مشہور کتاب ”غنیۃ الطالبین“ میں تراویح سے متعلق فرماتے ہیں:
صلوة التراویح سنة النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہی عشرون رکعة. (غنیۃ الطالبین، ص: ۲۶۷-۲۶۸)

شیخ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ

مشہور محدث، فقیہ اور سلسلہ تصوف میں ایک خاص مقام کے مالک تھے۔ اپنی مشہور زمانہ کتاب ”المیزان الکبریٰ“ میں تحریر فرماتے ہیں:

”التراویح فی شہر رمضان عشرون رکعات۔ (المیزان کبریٰ: ۱۵۳) صلواہ

تراویح رمضان المبارک میں بیس رکعت ہے۔

☆☆☆

رمضان میں خواتین کیلئے چند احکام

شیخ محمد بن صالح العثیمین فرماتے ہیں:

”میرے خیال کے مطابق مانع حیض گولیوں کا استعمال رمضان میں درست ہے نہ کسی اور مہینے میں، اس لئے کہ اطباء کی رپورٹ سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ گولیاں عورت کے رحم، اعصاب اور خون کے لئے انتہائی مضر ہیں اور ہر مضر چیز ممنوع ہے۔“ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”نقصان اٹھانا اور دوسرے کو نقصان پہنچانا دونوں درست نہیں ہے۔“ (احمد مالک و داروہ الغلیل: ۲۷۸)

اور ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ بہت سی عورتیں ایسی گولیاں استعمال کرتی ہیں جن سے ان کی مہینے کی عادت بگڑ جاتی ہے اور وہ بیمار رہنے لگتی ہیں اسلئے خواتین سے میری گزارش ہے کہ وہ ایسی گولیاں رمضان اور غیر رمضان میں ہرگز استعمال نہ کریں۔

بچی پر روزہ کب واجب ہوتا ہے؟

بچی پر روزہ اس وقت واجب ہوتا ہے جب وہ (عاقل، وبالغ ہو کر) شرعی احکام کی مکلف ہو جائے، وہ یا تو پندرہ سال بعد بالغ ہوتی ہے یا شرمگاہ کے آپس

پاس سخت بال اگنے سے، یا (نیند کے دوران) انزال منی سے یا پہلے حیض سے یا حاملہ قرار پانے سے۔ جب ان علامتوں میں سے کوئی ایک علامت بھی پائی گئی تو بچگی پر روزہ واجب ہو جائے گا۔ چاہے اس کی عمر دس سال ہی کیوں نہ ہو، کیوں کہ بہت سی بچیوں کو دس گیارہ سال کی عمر ہی میں حیض کا خون آجاتا ہے لیکن اس کے گھر والے اسے چھوٹی بچگی سمجھ کر تساہل سے کام لیتے ہیں اور اس سے روزہ نہیں رکھواتے لیکن یہ غلط بات ہے کیوں کہ حیض آنے پر بچگی کو بڑی عورتوں میں شمار کیا جاتا ہے اور اس پر احکام تکلفی لاگو ہو جاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

حیض اور نفاس والی خواتین

حیض و نفاس والی خواتین کے روزہ رکھنا حرام ہے، اور اگر رکھ بھی لیں تو ان کا روزہ صحیح نہیں ہوگا اور اگر کوئی خاتون روزے سے ہو اور غروب آفتاب سے ایک لمحہ پہلے اسے حیض و نفاس کا خون آجائے تو اس کا اس دن کا روزہ باطل ہو جائے گا اور اس پر اس کی قضا لازم ہوگی اور اگر کوئی حائضہ خاتون دن کے کسی حصہ میں پاک ہو جائے تو اس کیلئے باقی دن کا روزہ رکھنا صحیح نہیں ہوگا۔ (بلکہ قضا دے گی) کیوں کہ اس کیلئے دن کے شروع میں روزے کے منافی چیز موجود تھی۔ اور اگر وہ رات کے کسی حصے میں خواہ فجر سے لمحہ بھر پہلے پاک ہو جائے تو اس پر روزہ واجب ہوگا کیوں کہ اب اس کا شمار روزے داروں میں ہے، وہ روزہ رکھے گی خواہ طلوع فجر سے پہلے غسل کر لینے سے اس کا روزہ صحیح رہے گا۔

حاملہ اور دودھ پلانے والی خاتون

حاملہ اور دودھ پلانے والی خاتون کو، اگر روزے کی وجہ سے اپنے یا بچے کے لئے کوئی خوف محسوس ہو تو وہ روزہ چھوڑ دے اور خوف زائل ہونے کے بعد جب ممکن

ہو اپنے فوت شدہ روزوں کی قضا کرے، جیسے مریض اپنے مرض سے شفایاب ہونے کے بعد قضا دیتا ہے۔

بوڑھی عورت جو روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو

اگر کسی بوڑھی عورت کے لئے روزہ رکھنا نقصان دہ ہو تو اس کے لئے روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے“۔ (النساء: ۲۹۸)

ایک اور آیت میں ہے:

”اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو“۔ (البقرہ: ۱۹۵)

ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ جب روزہ بوڑھی عورت کی صحت کے لئے نقصان دہ ہو تو اس کے لئے روزہ رکھنا جائز نہیں ہے اور عام طور پر بڑھاپے میں روزے کی استطاعت نہیں ہوتی اس لئے بوڑھی عورت ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے گی تاہم کھانا کھلانے کی دو صورتیں ہیں، ایک صورت یہ ہے کہ ہر دن کے بدلے ایک چوتھائی صاع گندم یا چاول اور اگر کوئی اور جنس ہو تو نصف صاع مسکین میں تقسیم کرے۔ اس سلسلہ میں چاول کا حکم گندم والا ہے کیوں کہ دونوں یکساں طور پر لوگوں کے استعمال میں آتے ہیں بلکہ (بعض علاقوں میں) چاول آسانی سے تیار ہونے کی وجہ سے زیادہ استعمال ہوتا ہے۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ روزوں کی گنتی کے برابر کھانا پکا کر مسکین کو کھلا دے، اس طرح وہ روزوں کی فرضیت سے بری الذمہ ہو جائے گی۔ واللہ اعلم۔

رمضان میں خواتین کے لئے چند نصیحتیں

مردوں کی طرح عورتوں سے بھی شریعت اسلامیہ تقاضہ کرتی ہے کہ وہ ماہ رمضان کو موقع غنیمت جانتے ہوئے اس میں ایسے کام کریں جن سے خود ان کو اور ان کے دیگر اہل خانہ کو فائدہ پہنچ سکے۔ چنانچہ اس سلسلے میں چند نصیحتیں انتہائی مناسب ہیں: ۱- زیادہ سے زیادہ وقت عبادت کرنا، مثلاً تلاوت قرآن، اللہ تعالیٰ کے ذکر اذکار اور دعا وغیرہ کرنا اس لئے کہ اس مہینے میں عبادت گزاروں کے اعمال کا بدلہ (سترگنا) زیادہ کر دیا جاتا ہے۔ ۲- اس مہینے کی قدر و قیمت کی طرف بچوں کی رہنمائی کرنا اور انہیں آہستہ آہستہ روزے کا عادی بنانا نیز ان کی عقلوں کے مطابق ان کے لئے رمضان کے احکام بیان کرنا تاکہ وہ اطاعت کے عادی اور نیک نوجوان بنیں۔ ۳- مختلف قسم کے کھانے تیار کرنے میں کم سے کم وقت خرچ کرنا کیوں کہ رمضان کھانے پینے کا نہیں بلکہ عبادت کا مہینہ ہے اس لئے ہماری بہنوں کو ایسا کھانا تیار کرنا چاہئے۔ جو ان کے اہل خانہ کے لئے مناسب ہو اور اس میں کسی طرح کا تکلف اور اسراف نہیں کرنا چاہئے تاکہ وہ چیز ان سے ضائع نہ ہو جائے جو کھانے سے زیادہ اہم ہے یعنی کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کھانا تیار کرنے میں اس قدر مشغول ہو جائیں کہ عبادت کیلئے فارغ نہ ہو سکیں نیز اطاعت اور نیکیوں کے بڑھانے کا سنہری موقع ان سے کھو جائے۔ نمازیں اول وقت میں ادا کرو، جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے۔ یہ حکم صرف رمضان کیلئے نہیں بلکہ ہمیشہ کیلئے ہے۔

☆☆☆

رمضان المبارک اور خواتین

جنت کا راستہ

کیا ہماری مسلم، روزے دار اور فرماں برداری خواتین کوئی ایسا آسان راستہ جانتی ہیں جو انہیں جنت میں پہنچا دے؟ اگر نہیں جانتی ہیں تو ان کی خدمات میں نبی کریم ﷺ کی وہ احادیث پیش ہیں جن میں آپ ﷺ نے ان کو ہدایت و سعادت کے ایسے راستے کی رہنمائی کی ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور جنت تک پہنچانے والا ہے، نیز اس پر چلنے سے میاں بیوی کے درمیان بہترین مضبوط ازدواجی تعلقات بھی استوار رہیں گے۔

شوہر کی خوشنودی

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جس عورت کا اس حالت میں انتقال ہو کہ اس کا شوہر اس سے خوش ہو وہ

جنت میں داخل ہوگی“۔ (ترمذی ابن ماجہ، وحام)

اسلئے ہماری مسلم خواتین کو چاہئے کہ جس چیز میں اللہ کی نافرمانی نہ ہو وہ اس میں زندگی بھرا اپنے شوہروں کو خوش رکھیں اور جنت میں داخلے جیسی کامیابی کو یقینی بنائیں۔

اپنے واجبات کو پورا کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر کسی عورت نے پانچوں وقت کی نمازیں پڑھیں، رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اور اپنے شوہر کی اطاعت کی تو اسے کہا جائے گا تم جنت کے جس دروازے سے چاہو داخل ہو جاؤ“۔ (ابن حبان صحیح الجامع رقم: ۶۷۳)

خواتین کا تراویح میں قرآن سننا اور سنانا

ایک بدعت رمضان میں ہے کہ نامحرم حافظ گھروں میں جا کر عورتوں کو تراویح میں قرآن سناتے ہیں اس میں بھی چند مفاسد ہیں ایک تو یہ کہ اجنبی مرد کی آواز جب کہ وہ خوش آوازی کا ارادہ بھی کرے عورت کے لئے ایسے یہی ہے جیسا اجنبی عورت کی آواز مرد کے لئے اور رواج یہی ہے کہ خوش آواز مرد تلاش کئے جاتے ہیں۔ سو عورتوں کے لئے جماعت کی ضرورت ہی کیا ہے اپنی اپنی الگ تراویح پڑھ لیں، تراویح سننے کی ضرورت نہیں ہے۔

اگر عورتیں خود حافظ ہیں تو بھی تنہا تنہا اپنی تراویح میں ختم کر لیں اور اگر حافظ نہیں ہیں تو الم تر کیف سے پڑھ لیں اور ناظرہ جتنا ہو سکے پڑھ لیا کریں، کیوں کہ روپیہ خرچ کر کے اگر حافظ کو تراویح سنانے کیلئے بلایا تو گویا روپیہ خرچ کر کے گناہ مولیا۔ بعض عورتوں کا یہ دستور ہے کہ رمضان المبارک میں حافظ کو گھر میں بلا کر اس کے پیچھے قرآن مجید سنتی ہیں اس میں بہت سے مفاسد ہیں۔

● جو شخص قرآن مجید سناتا ہے حتی الامکان آواز بنا کر لہجہ بنا کر دلکش کر کے پڑھتا ہے۔ مردوں کا ایسا نغمہ عورتوں کے کان میں پڑتا ہے بیشک قلب کے فتنہ و فساد کا موہم ہے۔ حدیث میں اس کی دلیل واضح ہے۔ ☆ دوسری عورتوں کے مزاج میں چوں کہ بے احتیاطی ہوتی ہے۔ اس لئے سلام پھیر کر پکار پکار کر باتیں کیا کرتی ہیں اور امام صاحب سنا کرتے ہیں۔ بلا ضرورت عورتوں کا اپنی آواز اجنبی مردوں کے کان میں ڈالنا شرعاً پسندیدہ ہے۔ ☆ تیسرے بعض مجمع میں تمام عورتیں اس مرد کے اعتبار سے نامحرم ہوتی ہیں ان میں کوئی بھی اس کی بیوی یا ماں یا بہن نہیں ہوتی، ایک گھر میں مرد کا اتنی نامحرم عورتوں کے ساتھ جمع ہونا بیشک حکم شرعی کے خلاف ہے۔

شریعت کا مقصود یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں میں دوری رہے۔ پس جب عورتوں کو مردوں کے مجمع میں جانے کی ممانعت ہے، اسی طرح مردوں کو عورتوں کے مجمع میں جانے سے اور عورتوں کو مرد کو گھر بلانے سے کیوں ممانعت نہیں ہوگی۔

عورتوں کیلئے یہی مناسب ہے کہ اپنے گھروں میں الگ الگ تراویح پڑھیں ہاں! کسی کا بھائی، بیٹا حافظ ہو اور چار عورتیں گھر کی جمع ہو کر اس کے پیچھے قرأت سن لیں تو اس میں مضائقہ نہیں۔ بشرطیکہ یہ شخص فرض جماعت کے ساتھ مسجد میں پڑھے اور اگر دو چار میں کوئی پردہ دار ہو یعنی ایسی عورت ہو جس سے پردہ ضروری ہو تو درمیان میں کوئی دیوار یا آڑ ہو اور دیگر عورتوں کے جمع ہونے کا اہتمام نہ کیا جائے۔

● محلہ بھر کی عورتیں روز کی روز اکٹھی ہوتی ہیں اول تو عورت کو مجبوری کے بغیر گھر سے باہر پاؤں نکالنا منع ہے۔ اور یہ کوئی مجبوری نہیں کیوں کہ ان کے لئے شریعت میں کوئی تاکید نہیں آئی کہ تراویح جماعت سے پڑھا کرو۔ پھر نکلنا بھی روز روز کا اور زیادہ برا ہے۔ پھر لوٹنے کا وقتی بموقع (خطرہ) کا ہوتا ہے کہ رات زیادہ ہو جاتی ہے، گلیاں، راستے بالکل خالی، سنسان ہو جاتے ہیں، ایسی حالت میں خدانہ

کرے اگر مال یا عزت کا نقصان ہو جائے تو کوئی تعجب نہیں (پھر اس زمانہ میں تو واقعی بڑا خطرہ ہے) خواہ مخواہ اپنے آپ کو خلیجان میں ڈالنا عقل کے بھی خلاف ہے اور شریعت کے بھی خلاف ہے، خاص کر بعض عورتیں تو زیور، کپڑے وغیرہ پہن کر گلی میں چلتی ہیں ان کے لئے تو اور بھی زیادہ خرابی اور خطرہ کا اندیشہ ہے۔

خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا جائز نہیں

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ نفلی روزہ رکھے جب کہ اس کا شوہر گھر پر ہو۔ ہاں اس کی اجازت سے رکھ سکتی ہے اور عورت کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ کسی کو گھر میں آنے کی اجازت دے ہاں اگر شوہر کسی کے بارے میں اجازت دے تو عورت بھی اجازت دے سکتی ہے کیوں کہ مسلمان شوہر جس کے آنے کی اجازت دے گا وہ عورت کا محرم ہوگا۔“

دین اسلام کامل اور مکمل دین ہے اس میں دونوں طرح کے حقوق یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی رعایت رکھی گئی ہے۔ جس طرح حقوق اللہ کی ادائیگی عبادت ہے اسی طرح حقوق العباد کا ادا کرنا بھی عبادت ہے۔ اس حدیث میں حقوق العباد کی نگہداشت کرنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ شوہر اور بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں۔ اور آپس میں ایسا تعلق ہے جو روزے میں نہیں ہوتا۔ اگر کوئی عورت روزہ پر روزہ رکھتی جائے اور شوہر کے خاص تعلق کا خیال نہ رکھے تو گناہ گار ہوگی۔ شوہر کو خوش رکھنا اور اس کے حقوق کا دھیان رکھنا بھی عبادت ہے۔ بعض عورتوں کو دیکھا گیا ہے کہ روزہ پر روزہ رکھتی چلی جاتی ہیں اور روانہ روزہ رکھنے کی عادت ڈالیتی ہیں، دن میں روزہ رات کو تھک کر پڑ گئیں، شوہر بے چارے کا کوئی دھیان نہیں، یہ طریقہ شرعاً

درست نہیں ہے۔ عورتوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی ہے کہ کسی عورت کے لئے حلال نہیں کہ شوہر گھر پر موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھے شوہر اگر اجازت دے تو نفلی روزہ رکھے البتہ روزانہ روزہ رکھنا پھر بھی منع ہے۔

سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ رکھنا عورت کے لئے حلال نہیں۔“ (صحیح البخاری، الناکا، باب الاذن المرءة فی بیت زوجها، حدیث: ۵۱۹۵)

روزہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے اور صالح عمل ہے لیکن چوں کہ بیوی سے شوہر کے حقوق وابستہ ہیں اور شوہر کسی بھی وقت اس سے اپنے حقوق کی ادائیگی کا مطالبہ کر سکتا ہے جب کہ روزہ بعض حقوق کے حصول میں مانع اور رکاوٹ ہے، اس لئے جب شوہر گھر پر ہے اور عورت روزے رکھنا چاہتی ہے تو وہ شوہر سے پوچھے اگر اجازت دے تو روزہ رکھے نہیں تو نہ رکھے لیکن فرض روزے اور اسی طرح دیگر فرائض کی ادائیگی میں شوہر کی اجازت کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر کسی عورت نے شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھا اور شوہر کو مباشرت کی ضرورت محسوس ہوتی تو اس کیلئے بیوی کے روزے تو توڑ دینا جائز ہے۔ اگر شوہر کو کوئی ایسی ضرورت پیش نہ ہو تو اس کیلئے یہ مکروہ ہے کہ اپنی بیوی کو روزے سے منع کرے بشرطیکہ روزہ بیوی کیلئے نقصان دہ نہ ہو یا اس سے بچوں کی تربیت اور رضاعت میں کوئی فرق نہ آتا ہو ان مسائل میں شوال کے چھ روزوں اور دیگر نفلی روزوں کا حکم یکساں ہے۔

مرد و زن اعمال و ثواب میں برابر ہیں

اگر ہماری خواتین ان چند آیات و احادیث میں غور کریں تو ان پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اور مردوں کے درمیان اکثر شرعی احکام کلیہ

میں مساوات رکھی ہے جب کہ قیامت کے دن اجر و ثواب کے حصول میں بھی وہ مردوں کے برابر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”اے مومنو! اگر مومن عورتیں تمہارے پاس ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان لو، اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے لیکن تم اگر انہیں مومنہ پاؤ تو انہیں کافروں کے پاس واپس نہ لوٹاؤ“۔ (استحجہ: ۱۰)

ایک جگہ فرمایا: ”جو لوگ مومن مردوں اور عورتوں کو ان کے ناکردہ فعل پر تکلیف دیتے ہیں وہ کئے بہتان اور گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں“۔ (الاجزاب: ۵۸)

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تمام مومن مردوں اور عورتوں کے لئے استغفار کا حکم دیا ہے، چنانچہ فرمایا:

”اے نبی! جان لیجئے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اپنے گناہ کے لئے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کیلئے مغفرت طلب کیجئے۔ اللہ تعالیٰ (دنیا میں) تم لوگوں کے چلنے پھرنے اور آخرت میں (تمہارے ٹھکانوں کو جانتا ہے)۔“ (محمد: ۱۹)

اخروی اجر و ثواب کیلئے مرد کے درمیان مساوات کی بابت ارشاد خداوندی ہے:

”مومن مردوں اور مومن عورتوں میں جو نیک کام کریں گے ہم (دنیا میں) انہیں بہترین زندگی دیں گے اور (آخرت میں) انہیں بہترین بدلہ دیں گے“۔ (نحل: ۹۷)

ایک اور آیت میں ہے: ”مومن مرد اور مومن عورتوں میں سے جو بھی نیک عمل کریں گے وہ جنت میں جائیں گے اور ایسے لوگوں پر کھجور کی گٹھلی کے شکاف کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا“۔ (النساء: ۱۳۳)

یہ دین اسلام کا متفقہ مسئلہ اور ایک بدیہی امر ہے کہ اسلام کے جوارکان مردوں کے لئے فرض ہیں وہی عورتوں کے لئے بھی فرض ہیں البتہ عورتوں سے حیض و نفاس کے دنوں میں نماز مطلقاً ساقط ہو جاتی ہے اس کی قضا نہیں ہوتی۔ جیسا کہ امی

عائشہ کی حدیث میں ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”جب ہمیں حیض کا خون آتا تھا تو ہمیں نماز کی قضا کا نہیں بلکہ صرف روزے کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا۔“ (بخاری و مسلم)

ہماری خواتین کیلئے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اسلامی واجبات پر عمل کریں، نماز کو انکے اوقات میں ادا کریں، مکمل روزے رکھیں، زکوٰۃ بر وقت ادا کریں، اگر طاقت ہو تو بیت اللہ شریف کا حج کریں، بھلائی کا حکم دیں، برائی سے روکیں، اور استطاعت کے مطابق اپنے حلقہ اثر میں اسلام کی دعوت کا فریضہ انجام دیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کے طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا“۔ (البقرہ: ۲۸۶)

روزوں میں خواتین کا صدقہ ادا کرنا

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”اے خواتین کی جماعت! تم صدقہ کرو اور کثرت سے استغفار کرو کیوں کہ میں جہنم میں سب سے زیادہ تم کو دیکھا ہے تم بہت زیادہ لعن طعن اور اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہو“۔ (صحیح مسلم، صحیح الجامع، رقم: ۷۸۵۷)

ایک اور حدیث میں حضرت عبد اللہ بن مسعود بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اے خواتین کی جماعت! تم صدقہ کرو چاہے اپنے زیورات ہی سے کرو اس لئے کہ قیامت کے دن جہنم میں تمہاری تعداد زیادہ ہوگی“۔

(احمد، ترمذی، نسائی، ابن حبان و حاکم صحیح الجامع، رقم: ۷۸۵۷)

صدقہ ایک ایسی مالی عبادت ہے جو مال کو میل کچیل سے صاف اور دل کو گناہوں سے پاک کرتی ہے نیز یہ تزکیہ نفس کے بڑے تربیتی ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”جس نے نفس کو پاک کر لیا وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے اسے آلودہ کیا وہ ناکام ہو گیا“۔ (الغیس: ۹-۱۰)

صدقہ اپنے اندر ایک بڑا ہی مثبت تاثر رکھتا ہے وہ یہ کہ اس کے ذریعہ ایک مالدار اور ایک غریب کے درمیان رابطہ اور تعلق رہتا ہے۔ اس سے معاشرہ اخلاقی بگاڑ سے محفوظ رہتا ہے۔ غریبوں کو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ امت کے افراد میں یگانگت اور بھائی چارے کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ ہزاروں مسلمان اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے اپنے بھائیوں کے تعاون کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں۔

ہماری امت میں کتنے ہی ایسے فقراء اور مساکین ہیں جنہیں اپنے بھوک مٹانے کیلئے ایک لقمہ اور اپنی پیاس بجھانے کے لئے ایک گھونٹ پانی میسر نہیں ہے۔ ہماری امت میں کتنے ہی ایسے بے یار و مددگار لوگ ہیں جن کے پاس کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ موسم گرما کی حرارت ہو یا موسم سرما کی ٹھنڈک دونوں موسموں میں زمین ان کا بستر اور آسمان ان کا لحاف ہوتا ہے۔ یعنی دونوں موسموں میں آسمان کے نیچے بے یار و مددگار پڑے رہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

”اے عائشہ! آگ سے بچو چاہے کھجور کے ایک ٹکڑے ہی سے ممکن ہو۔ کیوں کہ یہ بھوکے کی بھوک کا اسی طرح سدباب کرتا ہے جس طرح اس نے سیر آدمی کی بھوک کو مٹایا تھا“۔ (احمد بن حنبلہ صحیح الترغیب والترہیب: ۳۶۲۱)

کیا خواتین اپنے زیورات کی زکوٰۃ دیتی ہیں؟

مسلم خواتین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کریں، اپنے حقوق و واجبات کو ادا کریں، ان جملہ واجبات میں سے ان

زیورات کی زکوٰۃ ادا کرنا بھی ایک واجب ہے جنہیں وہ اپنے پاس رکھتیں اور بطور زینت استعمال کرتی ہیں۔

شیخ عبدالعزیز بن باز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”عورت جن زیورات کو بطور زینت خود استعمال کرتی ہے یا عاریتاً کسی کو دیتی ہے خواہ سونے کے ہوں یا چاندی کے، ان پر زکوٰۃ واجب ہے کیوں کہ کتاب و سنت کے جو دلائل سونے اور چاندی میں زکوٰۃ کے واجب ہونے پر دلالت کرتے ہیں ان کے عموم میں زیورات بھی شامل ہیں“۔

مثلاً اللہ رب العزت کا یہ فرمان: ”جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے انہیں اس دن کے دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیجئے، جس دن وہ مال جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں، پہلو اور پٹھیں داغی جائیں گی اور ان سے کہا جائے گا یہ وہی خزانہ ہے جسے تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا، سو جو تم جمع کرتے تھے اب اس کا مزہ چکھو“۔

(البقرہ: ۳۴-۳۵)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”سونے اور چاندی کا جو مالک، ان کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا، قیامت کے روز اس کے مال کی تختیاں بنائی جائیں گی اور دوزخ میں گرم کر کے اس سے اس کے پہلو، اس کی پیشانی اور پیٹھ کو داغایا جائے گا، جب کبھی وہ آگ ٹھنڈی ہو جائے گی تو وہ اس پر اسی طرح لوٹا دی جائے گی اور پچاس ہزار سال کے دن میں اسے یہی عذاب ہوتا رہے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کر دے، پھر وہ اپنا راستہ جنت کی طرف پائے گا یا جہنم کی طرف“۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ایک دوسری حدیث میں ہے: ”ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اس کے ساتھ ایک بچی بھی تھی جس

کے ہاتھ میں سونے کے دو موٹے ٹنگن تھے آپ ﷺ نے اس سے کہا: ”کیا تم اس کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟“ اس نے کہا ”نہیں“ آپ ﷺ نے فرمایا ”کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے بدلے آگ کے دو ٹنگن پہنائے؟“ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”اس عورت نے یہ سنتے ہی وہ اتار کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیئے“ اور کہا ”یہ دونوں اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہیں“۔ (فتاویٰ اسلامیہ، ج ۲: ص ۷۵)

زیورات کی زکوٰۃ نکالنے کا طریقہ

عورت یا اس کا ولی ہر سال گزرنے پر سونے کا وزن کرے اور موجودہ قیمت کے مطابق اس میں سے ڈھائی فیصد (2.5%) زکوٰۃ نکال دے۔

زکوٰۃ کیسے دی جائے؟

مسلم خاتون کو چاہئے کہ وہ زکوٰۃ ادا کرتے وقت ان آٹھ قسم کے لوگوں میں سے کسی کو تلاش کرے جن کے علاوہ کسی اور کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔ وہ آٹھ قسم کے مستحقین یہ ہیں:

- ۱- فقراء، ۲- مساکین، ۳- عاملین زکوٰۃ، ۴- وہ لوگ جن کی تالیف قلب مقصود ہو، ۵- غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے، ۶- قرض دار، ۷- اللہ کے راستے میں اور ۸- مسافر۔

زکوٰۃ ادا کرنے یا صرف مستحقین کو دینے میں کسی طرح کا تساہل درست نہیں بعض لوگوں کی عادت ہے کہ وہ کچھ مخصوص اشخاص یا مخصوص گھروں کو کئی کئی سال تک اپنی زکوٰۃ کا مال دیتے رہتے ہیں جب کہ وہ زکوٰۃ کے حاجت مند نہیں ہوتے یا

حالات بہتر ہونے کی وجہ سے انکی ضرورت ختم ہو چکی ہوتی ہے، ایسا کرنا جائز نہیں۔ لیکن لوگوں کی عادت اس قدر بگڑ گئی ہے کہ وہ زکوٰۃ جیسی عبادت میں بھی اس طرح کا تصرف کرتے ہیں جب کہ وہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن ہے۔

مسلم خواتین اور عید

رمضان المبارک میں اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے مختلف عبادات، مثلاً صیام و قیام، ذکر و اذکار اور تلاوت قرآن وغیرہ پورے جوش و خروش سے ادا کی جاتی ہے۔ رمضان المبارک کے اختتام پر رحمت بھری عید الفطر وقوع پذیر ہوتی ہے۔ جو روزے دار کے لئے فرحت و سرور کا باعث ہوتی ہے۔ کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ایک فریضہ کی ادائیگی سے سبکدوش ہوتا ہے لیکن عید کے موقع پر ہماری خواتین پر جو احکام عائد ہوتے ہیں وہ ان میں سے بعض غافل ہو چکی ہیں۔



رمضان المبارک میں صحت مندر بننے کا طریقہ

رمضان المبارک بڑی رحمتوں اور برکتوں والا مہینہ ہے۔ اس کی اہمیت و افادیت زندگی کے مختلف پہلوؤں سے ثابت ہے۔ سال کے اس بابرکت ماہ میں ہمیں خداوند تعالیٰ کی طرف سے عبادتوں کے ثواب اور گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کا بھرپور موقع ملتا ہے۔ ساتھ ہی تیس دنوں میں ذہنی اور جسمانی نظام مضبوط اور طاقتور ہو جاتا ہے خاص طور پر جو غذا ہم اس مہینے افطاری و سحری میں استعمال کرتے ہیں وہ سادہ متوازن اور صحت بخش ہونی چاہئے۔ افطاری میں صحت بخش جو ضرور نوش کرنا چاہئے تاکہ جسم میں کمزوری نہ رہے۔ سحری میں پیٹ بھر کر کھانا غلط طرز عمل ہے اس سے معدے کا نظام غیر محرک ہو جاتا ہے اور نظام ہضم کو شدید نقصان پہنچانا ہے۔ ہمارا معدہ ایک خاص مقدار تک کی غذا ہضم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ مخصوص مقدار سے زائد غذا اکثر مختلف بیماریوں کا باعث بنتی ہے۔ جیسے ڈائریا، تیزابیت اور معدے کا انفیکشن وغیرہ۔ زیادہ کھانے سے دست شروع ہو جائیں تو شدید کمزوری لاحق

ہوتی ہے، پھر دستوں کے ساتھ الٹیاں متاثرہ شخص کو مزید لاغر کر دیتی ہیں، لہذا اول تو کسی بھی قسم کی بھاری و ثقیل غذا کا استعمال ہرگز نہ کریں اور اگر بھاری غذا استعمال کر بھی رہے ہیں تو کم مقدار میں لیں۔ سحری میں گھی میں ڈوبے پراٹھوں کی جگہ کوشش کریں کہ سادہ روٹی یا ڈبل روٹی استعمال کریں۔ یہ معدے کے لئے مفید ہے۔ ان کے ساتھ دال یا کم روغن والا سالن استعمال میں کھانے کے بعد توانائی کر سکتے ہیں۔ ان سب چیزوں کے ساتھ ساتھ سحری میں کوئی سا ایک پھل ضرور استعمال کریں۔ اور اسے اپنی عادت بنا لیں۔ رمضان کے بعد ایسا ہی ناشتہ کرنے کی عادت ڈالیں۔ انشاء اللہ کبھی معدے کی کوئی شکایت نہیں ہوگی۔

سحری میں چاول سے بنی ہوئی ڈشیز بہت کم استعمال کریں۔ نہاری، سری پائے، بیگن اور گو بھی وغیرہ سے بھی پرہیز کریں۔ اگر مذکورہ غذائیں سحری میں استعمال کی جائیں تو بد ہضمی کی شکایت ہو سکتی ہے، البتہ کبھی کبھار استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن کوشش کریں کہ کم مقدار میں کھائیں، ورنہ پورا دن کھٹی ڈکاریں آئیں گی اور تیزابیت کی شکایت بھی ہو سکتی ہے۔ ایک اور بات کا بہت خیال رہے کہ سحری میں انڈیا اس سے بنی ہوئی چیزیں کم سے کم استعمال کریں یا بالکل ہی نہ کھائیں ایسی غذاؤں سے پیاس کی شدت بڑھ جاتی ہے۔ ان احتیاطی تدابیر سے افطار تک انشاء اللہ بہت اچھا گزرے گا۔ ہاں، ایک احتیاط اور برتنیں، سحری کے بعد آرام بالکل نہ کریں۔ اپنے روزمرہ کا سرانجام دیتے رہیں اور خود کو مصروف رکھیں۔ سحری کے فوراً بعد آرام سے جسم میں سستی آ جاتی ہے، جو معدے کا سائز بڑھاتی ہے اور پیٹ بھرا ہوا اور پھولا پھولا سا محسوس ہوتا ہے۔ یہ تو سحری سے متعلق احتیاطی تدابیر، اب بات کرتے ہیں۔ افطار کی روزہ ہمیشہ کھجور یا نمک سے افطار کریں۔ طبی اور مذہبی اعتبار سے اس کی بڑی اہمیت ہے۔ یہ دونوں چیزیں صحت کے لئے نہایت مفید ہیں۔

جدید تحقیق کے مطابق کھجور میں کچھ ایسی غذائیت ہوتی ہے جو معدے کے عضلات کو مضبوط کرتی ہے اور دوران خون کی کارکردگی بڑھادیتی ہے۔ کھجور کے استعمال سے نہ صرف ہڈیاں مضبوط ہوتی ہے، بلکہ یہ جسم کو بھرپور توانائی فراہم کر کے جسم کی کمزوری دور کرتی ہے۔ کھجور کے فوراً بعد تھوڑا سا نیم گرم پانی استعمال کریں۔ یہ بھی معدے کی کارکردگی کو بڑھاتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ پورے G.I ٹریک کی صفائی کر کے عضلات کو مضبوط کرتا ہے اور معدے میں موجود تیزاب کو ختم کرنے میں مدد دیتا ہے۔ سحری کی طرح افطاری میں بھی روغنی اشیاء کا استعمال کم سے کم کریں، یا بالکل ہی نہ کریں، افطاری میں دہی بڑے، سبزی کے پکوڑے، فروٹ چاٹ، فرلیش جوس یا گلوکوز لے کر سکتے ہیں۔ سمو سے اور رول وغیرہ کا استعمال کم سے کم کریں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ پورا رمضان المبارک صحت مندر ہیں اور معدے کی بیماریوں سے بچیں تو افطاری کے فوراً بعد کھانا نہ کھائیں، بلکہ دو گھنٹے بعد کھائیں، عادت بنا لیں کہ افطاری کے بعد تھوڑی بہت چہل قدمی ضرور کریں۔ حضرات تراویح وغیرہ پڑھتے ہیں تو ان سے ورزش ہو جاتی ہے اور کھانا ہضم ہو جاتا ہے۔

خواتین کے لئے ضروری ہے کہ وہ کھانے سے پہلے اور افطاری کے کچھ دیر بعد چہل قدمی کریں، تاکہ کھانا ہضم ہو جائے، ورنہ کھانے کے بعد سونے سے کھانا ٹھیک سے ہضم نہیں ہوگا اور سحری میں بھی بھاری بھاری سانسوس ہوگا۔ یہ طرز عمل صحت کے لئے کسی طور مناسب نہیں ہے۔ سحری اور افطاری کا خاص شیڈول بنائیں اور پھر پورا مہینہ اس سختی سے عمل کریں، تاکہ تمام روزمرہ کے کام بھی متاثر نہ ہوں اور عبادت کا لطف و ثواب بھی پورا حاصل ہو سکے۔ افطاری کے بعد وقتاً فوقتاً کوشش کریں کہ تازہ پھلوں کا جوس استعمال میں رہے، تاکہ جسم و جاں میں طاقت رہے، ویسے بھی ہر خاص و عام جانتا ہے کہ توانائی کی بحالی تازہ پھلوں کے رس ہی

سے ممکن ہے۔ میڈیکل سائنس نے روزے کے متعلق نہایت ہی دلچسپ اور حیرت انگیز انکشافات کئے ہیں۔ سویڈن کے ریسرچ اسکالرز کہتے ہیں کہ روزہ رکھنے سے ایسے افراد کی جماعت، جو تھوڑے فرہی مائل ہوں، صحبت کم ہونے لگتی ہیں، جب کہ جو افراد بلے پتلے ہوں ان کی صحت میں اضافہ ہونے لگتا ہے۔ روزے سے جسم میں موجود جراثیم اور فاضل مادوں کا اخراج ہو جاتا ہے۔ معدہ، جگر، تلی، اور آنتیں مضبوط ہوتی ہیں اور ان کی طاقت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ روزہ رکھنے سے ایسے افراد کو بھی فائدہ ہوتا ہے۔ جو تمباکو یا دیگر نشہ آور اشیاء مثلاً شراب فیلون یا ہیروئن وغیرہ کی لت کا شکار ہوں۔ اگر یہ افراد بھی روزہ رکھنا شروع کر دیں۔ تو نشے کی عادت ختم ہو سکتی ہے۔ تیس دنوں کی ٹریننگ ان کے اعصاب اور قوت ارادی کو مضبوط بنا کر نشے جیسی برائی سے ان کی جان چھڑا سکتی ہے۔ جو افراد چاہتے ہیں ان کا وزن کم ہو جائے تو انہیں کسی بھی قسم کی ادویہ یا ٹوٹکے نہیں آزمانے چاہئیں، بلکہ پابندی سے صرف روزہ رکھیں۔ ایک مہینے میں روزوں کی برکت سے ان کا وزن واضح طور پر کم ہو جائے گا، پھر روزہ نفسیاتی و جذباتی بیماریوں کا بھی بہترین علاج ہے۔ (ماخذ)



اعتکاف

انسان نہ محض جسم و مادہ ہے اور نہ صرف جان و روح بلکہ دونوں کے ایک مرتب مجموعے کا نام ہے۔ جس طرح جسم و مادہ کا ایک عالم ہے اور اس کی صحت و مرض کے خاص قوانین ہیں ٹھیک اسی طرح ایک مستقل عالم جان و روح کا ہے اور روح کی صحت و مرض، ضعف و قوت، بالیدگی و پڑمردگی، ترقی و تنزلی کے لئے بھی کچھ خاص قواعد اور ضابطے مقرر ہیں۔ شریعت اسلامی ان دونوں عالموں کے متعلق ضروری ہدایتوں کی جامع ہے۔

جسم کو ہلاک کر دینا انسان کے لئے حد کی مرضی نہیں البتہ جسم کو روح کا ماتحت و مطیع رکھنا عین منشاء خداوندی ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ و غیرہ تمام عبادتوں سے مقصود صرف اسی قدر ہے کہ روح کی لطافت طبعی قائم رہے اور مادہ کی کثافتیں اس کی اصلی سرشت پر غالب نہ آنے پائیں کہ یہی راہ عبدیت، یہی طریق معرفت، یہی مسلک خود شناسی ہے۔ روح کا انتہائی کمال یہ ہے کہ جسم سے الگ اور مجرد ہو کر نہیں بلکہ جسم کے ساتھ مراتب ترقی طے کرے۔ ٹھیک اسی طرح یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ روح کی رفتار ترقی میں سب سے زیادہ رکاوٹیں بھی جسم ہی پیدا کرتا رہتا ہے۔ غصہ، کینہ، حسد،

حرص و غیرہ جسم ہی کی ترکیب کا نتیجہ ہیں اور یہی وہ چیزیں ہیں جو روح کی کمزوری و پڑمردگی کا باعث ہوتی ہیں اور اس کی طبعی پاکیزگی و صفائی کو گدلا کرتی رہتی ہیں۔ روح کی صحت و پاکیزگی و بالیدگی برقرار رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ جسم کو ہلاک کئے بغیر کبھی کبھی مادی دنیا کے تعلقات کو کمی کے انتہائی نقطے پر پہنچا دیا جائے۔ شریعت کی بولی میں اس صورت پر ہمیز کا نام روزہ ہے اور اس ”پرہیز“ کے شرائط جب ذرا زیادہ سخت کر دیئے جاتے ہیں تو اس کا نام ”اعتکاف“ پڑ جاتا ہے۔ اعتکاف کے لفظی معنی کسی مکان کے اندر اپنے تئیں مقید کر دینے کے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان عبادت کی غرض سے مسجد میں قیام و سکونت کو لازم قرار دے لے۔

مسجد اس مکان کو کہتے ہیں جو محض یاد الہی و عبادت خداوندی کے لئے مخصوص ہو۔ اس میں بیٹھ جانے کے معنی ہی یہ ہیں کہ بندے نے اپنے تعلقات سب طرف سے توڑ کر صرف اپنے خالق جوڑ رکھے ہیں اور جس وقت تک وہ اس زاویہ نشینی کی حالت میں ہے وہ نہ کسی کا دوست ہے نہ عزیز، حاکم ہے نہ محکوم، نہ بھائی ہے نہ شوہر، نہ رفیق ہے، نہ رقیب، بلکہ بندہ ہے اور محض بندہ۔ عورت کی خواہش کرنا اس کے لئے ممنوع، غیر ضروری گفتگو اس کے لئے ناجائز، کھانا پینا صرف اسی حد تک جائز جو جسم کو ہلاک ہونے سے محفوظ رکھ سکے۔ دوران اعتکاف بندہ، گویا اپنے تصور میں ہر وقت دربار خداوندی میں حاضر رہتا ہے۔ اسی لئے ہر وہ شیخ جو اس دربار کے منافی ہے، اس کے لئے ناجائز ہے۔

چراغ اسی وقت روشن ہو سکتا ہے جب اس میں تیل موجود ہو، انجن جب ہی حرکت کر سکتا ہے جب اس میں برقی یا دھانی قوت کا ذخیرہ موجود ہو، جسم کی زندگی جب ہی قائم رہ سکتی ہے جب اسے غذا پہنچتی ہے۔ روح کی زندگی بھی جب ہی قائم

و برقرار رہ سکتی ہے جب اسے اپنے مزاج و سرشت کے مطابق غذا پہنچتی رہے اور روح کی غذا یہی ہے کہ کبھی کبھی اسے مادی کثافتوں کے ماحول سے دور رکھ کر اس کی فطری لطافت کو ابھرنے اور طبعی پاکیزگی و شرافت کو چمکنے کا پورا موقع دیا جائے۔

دنیا کا سب سے بہتر و برتر انسان انسان علیہ الصلوٰۃ والسلام، خلوت و جلوت دونوں کے آئین و انداز کا پورا رمز شناس تھا۔ رمضان المبارک کے آخر عشرے میں اعتکاف عادت شریعہ میں داخل تھا۔ ماہ صیام سارے کا سارا عبادت و ذکر الہی میں گزرتا تھا۔ لیکن آخر کے دس دن میں آتش شوق اور زیادہ تیز ہو جاتی تھی۔ ازواج و اصحاب سے بے تعلق ہو کر یہ پورا عشرہ مسجد ہی کی چار دیواری کے اندر گزرتا تھا اور بندے کو اپنے معبود کے ساتھ خلوت نشینی کے سارے لطف حاصل ہوتے تھے۔

☆☆☆

روزہ کا فدیہ

وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهِ فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ (سورۃ بقرہ ۱۸۴) اور جو لوگ روزے کی طاقت رکھتے ہوں ان کے ذمہ فدیہ ہے کہ وہ ایک غریب کا کھانا ہے۔

اس آیت کے بارے میں اختلاف ہے کہ اس کا حکم باقی ہے یا منسوخ ہو گیا ہے؟ چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ حضرات سے منقول ہے کہ اس کا حکم منسوخ ہو گیا ہے۔ اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ منسوخ نہیں ہے۔ مسند امام حمد بن حنبل رضی اللہ عنہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی لمبی روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ نماز کے اندر تین طرح کے تغیرات ہوئے ہیں اور اسی طرح روزے کے بارے میں تین قسم کی بتدریج تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ (۱) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ہر ماہ تین دن کے روزے رکھنے کا تھا، نیز عاشورہ (دس محرم الحرام) کا روزہ رکھنے کی عادت شریفہ تھی پھر جب آیت کریمہ ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ“ نازل ہوئی تو ماہ رمضان کے روزے فرض کر دئے گئے۔ (۲) ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت نازل ہوئی، مگر ہر ایک کو خواہ وہ کمزور ہو یا طاقتور یہ

اختیار دیا گیا کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ نہ رکھے، اور روزہ رکھنے کے بدلہ میں فدیہ دیدے، پھر آیت کریمہ ”فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ“ نازل ہوئی، اور اس نے اس اختیار بین الصم والفدیہ کو ختم کر دیا۔ لہذا جو شخص مقیم ہو مسافر نہ ہو تندرست ہو بیمار نہ ہو اس پر روزہ رکھنا ہی ضروری قرار دیا گیا البتہ مسافر اور بیمار کیلئے روزہ نہ رکھنے اور بعد میں قضاء کر لینے کی رخصت نازل ہوئی، اسی طرح جو شخص بہت بوڑھا ہو، روزہ رکھنے کی طاقت ہی نہ رکھتا ہو تو اس کو بھی روزہ نہ رکھنے کی اجازت ملی۔ (۳) ابتداء میں حکم یہ تھا کہ غروب آفتاب سے لے کر سونے سے پہلے پہلے تک کھانے پینے اور مباشرت و مجامعت کی اجازت تھی، سو جانے کے بعد یہ سب چیزیں ممنوع ہو جاتی تھیں، گویا دوسرے دن کا روزہ شروع ہو جاتا تھا، حتیٰ کہ اگر کوئی شخص رات ہی کو بیدار ہو گیا ہو تب بھی اس کیلئے کھانے پینے وغیرہ کی اجازت نہیں تھی، ایک انصاری صحابی صرمہ رضی اللہ عنہ نامی ایک بار دن بھر کام کر کے تھکے ماندے شام کے وقت گھر آئے عشاء کی نماز ادا کی اور پھر نیند آگئی، اگلے دن کچھ کھائے پینے بغیر روزہ رکھا، جس کی وجہ سے حالت بہت نازک ہو گئی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شکستہ حالت دیکھ کر واقعہ معلوم کیا، حضرت صرمہ رضی اللہ عنہ نے پورا حال بیان کر دیا، ادھر تو ان کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔ ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہ واقعہ ہوا کہ انہوں نے سو جانے کے بعد اپنی بیوی سے مجامعت کر لی، پھر ان کو بڑی ندامت و شرمندگی ہوئی اور بہت افسوس کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر واقعہ بیان کیا، دیگر بعض صحابہ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح انہوں نے واقعات ذکر کئے، اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ: ”أَحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ“ الی قولہ ”ثُمَّ اَتَمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ“ نازل فرمائی، اور اللہ تعالیٰ نے غروب آفتاب سے طلوع صبح صادق تک کھانے پینے وغیرہ کی اجازت دی اور روزہ صرف صبح صادق سے غروب آفتاب تک

رکھنے کا حکم دیدیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ حکم منسوخ نہیں ہے، بلکہ یہ آیت نازل ہی ایسے بوڑھے آدمی کے بارے میں ہوئی تھی جس کو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں تھی، فرضیت صوم کے بعد اس بوڑھے آدمی کو اس حکم سے مستثنیٰ کیا گیا کہ وہ روزہ رکھنے ہی کا پابند نہیں ہے بلکہ اس کو افطار کر لینے اور اسکے بدلہ میں فدیہ دینے کی اجازت ہے۔ ”عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ فِي الشَّيْخِ الْكَبِيرِ الَّذِي لَا يُطِيقُ الصَّوْمَ ثُمَّ ضَعُفَ فَرَخَّصَ لَهُ أَنْ يُطْعِمَ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مَسْكِينًا“ (ابن کثیر)

الغرض آیت کا حکم جن حضرات نے عام رکھا ہے ان کے نزدیک فدیہ دینے کی عام اجازت منسوخ ہو گئی ہے، اور خصوصی اجازت اب بھی باجماع امت باقی ہے، اور ابن عباس نے اس حکم کو عام مانا ہی نہیں ہے، بلکہ خاص ان لوگوں کیلئے رکھا ہے جو روزہ رکھنے کی بالکل قدرت ہی نہ رکھتے ہوں، گویا ”يُطِيقُونَ“ کے معنی ”لَا يُطِيقُونَ“ کے ہیں، یعنی یہاں پر لا نافیہ مقدر ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر میں ’لا‘ کو مقدر مانا ہے، یا پھر اس میں ہمزہ سلب ماخذ کیلئے ہے۔ طاقت بمعنی قدرت کا ہونا اور اطاقہ بمعنی قدرت کا ختم ہو جانا۔ وفی تفسیر السدی يطيق من اطاق فلان اذا زالت طاقته و الهمزة للسلب ای لا يقدر على الصوم و هم الذين قدروا عليه في حال شباب ثم عجزوا عنه في حال الكبر۔ (روح البیان)

اختیار کی حکمت

اکثر مفسرین کے نزدیک ابتداء تندرست مقیم لوگوں کو بھی روزہ رکھنے اور روزہ نہ رکھ کر فدیہ دینے کا اختیار دیا گیا تھا، جس کی حکمت اور وجہ حضرات علماء نے یہ لکھی

ہے کہ لوگوں پر زیادہ مشقت نہ ہو، کیونکہ اس وقت تک لوگوں کو روزہ رکھنے کی کوئی عادت نہیں تھی، اگر ایک بارگی ان کو روزہ کا پابند بنا دیا جاتا تو پہلے سے اس کی عادت نہ ہونے کی وجہ سے بڑی دشواری اور مشقت میں پڑ جاتے، اس لئے ان کو اولاً اختیار دیا گیا اور روزہ رکھنے کی ان کے سامنے ترغیب بیان کی گئی ”وَ اَنْ تَصُومُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ“ پھر جب لوگوں کو عادت صوم ہو گئی تو یہ اختیار ختم کر کے قوی مقیم کو روزہ رکھنے ہی کا لازمی حکم دیا گیا۔ ”ذهب اکثر المفسرين الى ان المراد بالدين يطيقونه الاصحاء المقيمون خيرهم في ابتداء الاسلام بين امرين بين ان يصوموا و بين ان يفطروا و يفدوا لثلاث يشق عليهم لانهم كانوا لم يتعودوا الصوم ثم نسخ التخيير“ (روح البیان)

فدیہ کی اجازت کس کس کے لئے؟

جمہور علماء و مفسرین نے آیت کے عمومی حکم فدیہ کو منسوخ مانا ہے۔ مگر بعض خاص افراد کیلئے اب بھی باجماع امت فدیہ کی اجازت دی ہے۔ ”واجمعوا علی ان المشائخ والعجائز الذین لا یطیقون الصیام او یطیقونه علی مشقة شدیدة ان یفطروا“ (ترجمہ) مگر وہ افراد کون ہیں؟ جن کو افطار کرنے اور روزہ کے بدلہ فدیہ دینے کی اجازت ہے۔ اس سلسلہ میں حضرات علماء نے درج ذیل لوگوں کو ذکر کیا ہے۔

(۱) شیخ فانی: یعنی ایسا بوڑھا اور کمزور انسان جس کو روزہ رکھنے کی بالکل قدرت ہی نہ ہو تو اس کیلئے افطار کرنے کی اجازت ہے۔ اور اس پر قضاء بھی نہیں ہے، البتہ صحیح قول کے مطابق اس کو ہر دن کے روزے کے بدلہ میں فدیہ ادا کرنا لازم ہوگا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ جب وہ بہت بوڑھے ہو گئے تھے اور روزہ رکھنے کی طاقت بالکل نہیں رہی تھی، تو وہ افطار کرتے تھے، روزہ نہیں

رکھتے تھے، اور ایک روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو گوشت روٹی کھلایا کرتے تھے۔ (ابن کثیر) (۲) ایسا بیمار شخص جس کو مرض کے زائل ہونے اور روزہ رکھنے پر قدرت کی توقع ہی نہ رہی ہو، تو اس کیلئے بھی افطار کر لینے اور فدیہ دینے کی اجازت ہے۔ (۳) حاملہ عورت۔ (۴) مرض عورت جب ان دنوں قسم کی عورتوں کو اپنی جان پر یا بچہ کی جان پر کوئی خطرہ اور اندیشہ ہو تو ان کیلئے افطار کر لینا شرعاً جائز اور درست ہے۔ لیکن وضع حمل اور دودھ چھڑا دینے کے بعد کیا ان کو فدیہ دیدینے کی بھی اجازت ہے، اس سلسلہ میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔

(۱) افطار کر لیں، پھر فدیہ دیدیں، اور قضاء بھی کریں۔ (۲) افطار کر لیں اور صرف فدیہ دیں، قضا ان کے ذمے نہیں۔ (۳) افطار کر لیں پھر صرف قضاء کریں کوئی فدیہ لازم نہیں۔ (۴) افطار کر لیں اور ان کے ذمہ نہ فدیہ ہے نہ روزہ کی قضا لازم ہے۔ ”ومما یلتحق بهذا المعنی الحامل و المرضع اذا خافتا علی انفسهما او ولدیھا ففیھما خلاف کثیر بین العلماء فمنھم من قال یفطر ان و یفدیان و یقضیان الخ“ (تفسیر ابن کثیر)

حضرات احناف کے یہاں ان دنوں قس کی عورتوں پر مریض اور مسافر کی طرح صرف قضاء کرنا لازم ہوگا، فدیہ ان پر ضروری نہیں ہے، اور صرف فدیہ روزہ کی طرف سے کافی نہیں ہوگا۔ وقضوا الزوما ما قدروا بلا فدیة وبلا ولاء“ (در مختار)

فدیہ کی مقدار

فدیہ کے معنی لغت میں بدلہ کے آتے ہیں، یعنی روزہ کا بدلہ، فدیہ کی مقدار کے بارے میں آیت میں ذکر فرمایا ہے۔ ”طَعَامُ مَسْکِیْنٍ“ (ایک محتاج کا کھانا)

حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی مقدار صدقہ فطر کی طرح نصف صاع گندم یا ایک صاع جو یا کھجور ہے، یہی اشیاء دیدے یا ان کی قیمت بازار سے معلوم کر کے کسی غریب کو مالکانہ طور پر بغیر کسی عوض کے دیدے۔ مسئلہ: افضل اور بہتر یہ ہے کہ ایک روزہ کا فدیہ ایک غریب کو دیا جائے، کئی غریبوں پر تھوڑا تھورا کر کے تقسیم نہ کیا جائے، اسی طرح کئی روز کے فدیے الگ الگ غریبوں کو دیئے جائیں، ایک ہی غریب کو سب فدیہ جمع کر کے نہ دیئے جائیں۔ لیکن اگر اس کے خلاف کر دیا یعنی ایک فدیہ کئی غرباء پر تقسیم کیا، یا کئی فدیے ایک ہی غریب کو دیئے، تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ (انوار القرآن، معارف القرآن)

مسئلہ: اگر کوئی شخص روزہ کا فدیہ ادا کرنے کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ استغفار کرتا رہے، اور دل میں یہ نیت رکھے کہ جب ہو سکے گا فدیہ ادا کر دوں گا۔ مسئلہ: اگر کسی بیمار نے فدیہ ادا کر دیا اور پھر وہ اچھا ہو گیا اور روزہ رکھنے پر اس کو قدرت ہو گئی تو اب وہ ادا کیا ہو فدیہ کافی نہیں ہوگا، بلکہ اس کو روزہ کی قضاء کرنی ہوگی۔ اور اس فدیہ کے طور پر دی ہوئی چیز پر صدقہ کا ثواب ہوگا۔

☆☆☆

روزے کی قضا اور کفارہ

(۱) روزہ ٹوٹ گیا یا کسی عذر مثلاً سفر، بیماری یا حیض و نفاس کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا تو رمضان المبارک کے بعد قضا کرے، قضا کے لئے کوئی دن مقرر نہیں، جب چاہے قضا کر سکتا ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ رمضان کے ختم ہونے پر جلد قضا کر لے اس لئے کہ زندگی اور صحت کا کوئی اعتبار نہیں۔ (۲) کئی روزوں کی قضا کرنا ہو تو یہ بھی اختیار ہے کہ لگاتار رکھے اور یہ بھی اختیار ہے کہ درمیان میں وقفہ کر کے روزہ رکھتا رہے۔ (۳) اپنی طرف سے کسی اور سے روزے نہیں رکھوایا جاسکتا۔ (۴) سفر یا بیماری کی وجہ سے کچھ روزے چھوڑ دیئے تھے، رمضان کا مہینہ گزرتے ہی اس کا انتقال ہو گیا تو اس کے ذمے قضا ضروری نہیں۔ سفر سے لوٹنے اور بیماری سے تندرست ہونے کے بعد جتنے ملیں گے اتنے دن کی قضا لازم ہوگی۔

کفارہ

رمضان کے روزے میں قصداً کھاپی لیا، یا بیوی سے قصداً صحبت کر لی تو اس روزے کی قضا بھی ضروری ہے اور اس کے ساتھ کفارہ بھی ضروری ہے۔

کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کر سکتا ہو تو آزاد کرے (لیکن شرعی غلام آج کل نہیں ملتے) یہ ممکن نہ ہو تو مسلسل ساٹھ روزے رکھے۔ ان میں کسی طرح بھی ناغہ نہ ہو۔ اگر ناغہ ہو گیا تو دوبارہ شروع کر کے مسلسل ساٹھ روزے رکھے۔ البتہ عورت حیض (ماہواری) کی وجہ سے ناغہ کر سکتی ہے۔ اگر روزے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا ایک مسکین کو ساٹھ دن دو وقت کھانا کھلائے یا ساٹھ محتاجوں میں سے ہر ایک کو صدقہ فطری کی مقدار دے دی۔ (صدقہ فطری کی مقدار آگے آرہی ہے)۔

اگر کئی روزے قصداً توڑ لئے تو ان تمام روزوں کے لئے ایک ہی کفارہ کافی ہے۔ ہر روزے کے لئے الگ کفارہ ضروری نہیں اگرچہ وہ روزے مختلف سالوں کے رمضان کے ہوں۔ لیکن ایک روزہ کا کفارہ ادا کرنے کے بعد دوسرا روزہ توڑا ہے تو اب دوبارہ کفارہ ادا کرنا ہوگا۔



شب قدر کی فضیلت

اللہ تبارک و تعالیٰ نے سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ کی امت کو ”خیر امت“ کا خطاب دیا اور اسے ”افضل الامم“ بنایا تو اس نے اس امت کو بہت سے ایسے خصائص و امتیازات بھی عطا کیے جو گزشتہ امتوں کے حصے میں نہیں آئے۔ انہیں خصائص میں سے ایک اہم خصوصیت ”شب قدر“ کی نعمت عظمیٰ ہے جو سرکار کی شب ولادت کے بعد تمام مقدس راتوں میں سب سے عظیم و افضل ہے۔ یہ آسمان پر فرشتوں کے لئے عید کی رات ہے اور زمین پر انسانیت کے لئے معراج کمال کے حصول کی رات ہے۔ یہ وہ رات ہے جس میں دریائے کرم جوش پر ہوتا ہے اور کسی بھی طالب خیر کو محروم نہیں کیا جاتا، رات بھر رحمتوں کی برسات ہوتی ہے، خیرات و برکات کا نزول ہوتا ہے، مردہ دلوں کو زندگی عطا کی جاتی ہے اور روحوں کی تاریک دنیا کو انوار و تجلیات سے جگمگایا جاتا ہے، مومنوں کو ملائکہ کے اسلام آتے ہیں اور پوری زمین کو ان کے ورود مسعود سے بقیع نور بنا دیا جاتا ہے، قرآن مقدس جو خدائے ذوالجلال کا آخری کلام، اور دنیا کی سب سے عظیم و بابرکت کتاب ہے، جو آسمانی کتابوں میں بھی اپنی ہمہ گیری، اور وسعت و حفاظت کے لحاظ سے آفتاب کی

طرح تاباں و درخشاں ہے، جس کی نور بیزی و صوفشانی نے نہ جانے کفر کی کتنے مہیب تاریخوں اور گھنگھوڑ گھٹاؤں میں ایمان و ایقان کا چراغ جلایا، اور نہ معلوم اس کی اثر آفرینی و اعجاز بیانی نے کتنے قلوب کو مسخوڑ کیا۔

خلاصہ یہ کہ جو ساری کائنات کے لئے نجات و فلاح کا ضامن ہے، رحمتوں کا خزینہ اور برکتوں کا گنجینہ ہے، وہ مقدس کلام الہی اسی مقدس رات میں آسمان دنیا کی طرف نازل ہوا، یہ عظیم امانت اسی عظیم رات میں انسانوں کے لئے بیت العزۃ کے سپرد ہوئی۔ خدائے اکبر خود اس کی شہادت دیتا ہے، بلکہ وہ خود اس رات کے فضائل بھی بیان کرتا ہے چنانچہ ارشاد فرماتا ہے۔

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ. وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ. لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ. تَنْزِيلُ الْمَلَكَةِ وَالرُّوحِ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ أَمْرٍ. سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ. (سورة القدر ۹۷)

بے شک ہم نے قرآن مجید کو شب قدر میں اتارا اور تم نے کیا جانا کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور جبریل (زمین کی طرف) اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لئے مآلہم جو اللہ تعالیٰ نے اس سال کے لئے مقدر فرمایا) اترتے ہیں وہ صبح چمکنے تک (بلاؤں اور آفتوں سے) سلامتی ہے۔

یہ سورہ کب نازل ہوئی

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں قوم بنی اسرائیل کے ایک ایسے مجاہد و جلیل کا تذکرہ ہوا جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہزار مہینے تک مسلسل جہاد کیا تھا تو رسول پاک ﷺ کو اس پر تعجب ہوا۔ آپ نے اپنی امت کے لئے بھی اس ”خیر کثیر“ کی تمنا فرمائی اور خدائے کریم کی بارگاہ میں

عرض کیا کہ بارالہ! تو نے میری امت کو بہت مختصر عمر عطا کی ہے اور اس کے اعمال بھی دوسری امتوں کے بہ نسبت کم فرمائے ہیں تو ایسا نہ ہو کہ یہ امت اپنی عمر کو تاح کے باعث اس سعادت عظمیٰ سے محروم رہ جائے جس کے حصول و اکتساب کے لئے عمر درازی کا جب ہوا کرتی ہے۔ یہ دعارب کائنات کے سب سے زیادہ محبوب نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی تھی، تو ان کی یہ دعا کیوں کر مقبول نہ ہوتی۔ اس دعاء کے صدقے میں آپ کو اور آپ کی امت کو ایک ایسی جلیل القدر نعمت سے سرفراز فرمایا جس کی اگلی امتوں میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: فَأَعْطَاهُ اللَّهُ تَعَالَىٰ لَيْلَةَ الْقَدْرِ خَيْرًا مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ مُدَّةِ حَمَلِ الْإِسْرَائِيلِي السَّلَاحِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَهُ وَ لِأُمَّتِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَهِيَ مِنْ خَصَائِصِ هَذِهِ الْأُمَّةِ۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو شب قدر عطا فرمائی جو ہزار مہینے کی عبادت اور اس جہاد سے افضل ہے جو اسرائیلی مجاہد نے خدا کے راستے میں کیا تھا۔ تو یہ عظیم رات اس امت کے خصائص سے ہے۔

شمعون عابد کی کرامت

کہا جاتا ہے کہ اس بندہ خدا کا نام شمعون تھا، ان کو قادر مطلق نے بڑی قوت و دلیری عطا کی تھی اس وجہ سے وہ ہزار مہینے تک کافروں سے مسلسل یوں جہاد کرتے رہے کہ آپ کے گھوڑے کا نمندہ (پیٹھ کا بچھونا) کبھی خشک نہ ہونے پایا اور اس طرح آپ نے کافروں کو زیر کر دیا۔ جب کفار بہت تنگ دل ہو گئے تو انہوں نے اپنے ایک قاصد کے ذریعہ آپ کی بیوی کو یہ لالچ دیا کہ اگر وہ اپنے شوہر کو گرفتار کرادے تو یہ اسے ”سونے سے بھرا سونے کا طشت“ پیش کریں گے، وہ اسکے لئے آمادہ ہو گئی

رات کو جب حضرت شمعون سو گئے اس نے آپ کو کھجور کی چھال کے رستے سے باندھ دیا جب آپ بیدار ہوئے اور جسم کو ہلایا تو رسہ ٹوٹ کر پارہ پارہ ہو گیا۔ بیوی سے پوچھا تو نے ایسا کیوں کیا؟ وہ کہنے لگی کہ میں آپ کی طاقت کا اندازہ کرنا چاہتی تھی۔ جب کافروں کو یہ خبر ملی تو انہوں نے اس عورت کے پاس لوہے کی ایک مضبوط زنجیر بھیجی اس نے اس رات بھی وہی حرکت کی مگر اس مجاہد نے اسے بھی توڑ دیا۔ اب ابلیس لعین کافروں کے پاس آیا اور انہیں یہ ترکیب بتائی کہ یہ عورت اپنے خاوند ہی سے دریافت کرے کہ وہ کس چیز کے توڑنے کی طاقت نہیں رکھتا، کافروں نے اپنی جاسوس کو یہ ہدایت بھیج دی اور اس نے شوہر سے پوچھ کر یہ معلوم کر لیا کہ وہ اپنے کیسوؤں کے بندھن کو نہیں توڑ سکتے، ان کے آٹھ لمبے لمبے کیسو تھے جو زمین سے گھسٹتے رہتے تھے جب وہ سو گئے تو اس بے وفا عورت نے چار کیسو سے آپ کے ہاتھ اور چار کیسو سے دونوں پیر باندھ دیئے۔

شمعون کی بددعاء

کفار تو پہلے ہی سے تاک میں تھے فوراً آگئے اور آپ کو گرفتار کر کے اپنے ذبح خانے تک لے گئے، یہ ذبح خانہ چار سو گز اونچا اور اسی کے تناسب سے وسیع اور کشادہ تھا مگر اس وسعت و بلندی کے باوجود وہ صرف ایک ستون پر کھڑا تھا، تمام کفار آپ کے گرد جمع تھے انہوں نے آپ کے کان اور ہونٹ کاٹ دیئے تب اس مرد مجاہد نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا کی یا ارحم الراحمین! مجھے ان بندھنوں کے توڑنے کی طاقت عطا فرما، اس ستون کو چھت سمیت کافروں پر گرا دے اور مجھے ان کے چنگل سے نجات دے۔ یہ دعا مقبول ہو گئی اور خدائے پاک نے آپ کو ایسی قوت بخشی کہ بند ہلاتے ہی تمام بندھن ٹوٹ گئے پھر اللہ تعالیٰ نے چھت گرا کر سارے کافروں کو

ہلاک کر دیا اور یہ بندہ خدا ان کے شر سے نجات پا گئے۔ جب صحابہ کرام نے یہ واقعہ سنا تو عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم لوگ بھی یہ ثواب حاصل کر سکتے ہیں؟ تو سرکار علیہ التحیہ والثناء نے فرمایا مجھے معلوم نہیں پھر آپ نے بارگاہ الہی میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو شب قدر سے نوازا۔ (مکاشفۃ القلوب عربی ص ۲۵۲)

ہزار مہینے جہاد کیا

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ پہلے زمانے میں ایک نبی شمسون علیہ السلام تھے انہوں نے اللہ عزوجل کے دین کیلئے ہزار مہینے تک کافروں سے جہاد کیا اور بدن سے ہتھیار و لباس نہیں اتارا تو صحابہ کرام نے تمنا کی کہ کاش ہماری عمر بھی دراز ہوتی اور ہم بھی ایسا ہی جہاد کرتے تو سورۃ القدر نازل ہوئی اور نبی کریم ﷺ نے بتایا کہ شب قدر اس ہزار مہینے سے بہتر ہے جس میں حضرت شمسون علیہ السلام نے جہاد کیا تھا۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ص ۱۲۹ ج ۱)

چار پیغمبروں کا تذکرہ

ایک روز رسول پاک ﷺ نے اپنے اصحاب سے بنی اسرائیل کے چار پیغمبروں، حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت حزقیل علیہ السلام اور حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا کہ انہوں نے اسی برس تک خدائے پاک کی عبادت کی اور ایک لمحہ بھی اس کی نافرمانی میں نہ گزارا، اس پر صحابہ کرام کو تعجب ہوا تو حضرت جبریل امین علیہ السلام بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کو اور آپ کے اصحاب کو ان بزرگوں کی طاعت و عبادت و عدم عصیان پر تعجب ہو گیا، تو اللہ عزوجل نے آپ کو اس سے افضل اور بزرگ عبادت عطا کی ہے۔ پھر انہوں نے سورۃ القدر کی تلاوت فرمائی جس میں صرف ایک شب ”شب قدر“ کی عبادت کو ہزار

مہینوں کی عبادت سے افضل و بہتر بتایا گیا ہے، یہ سننا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں خوشیوں کی لہر دوڑ گئی۔

يُقَالُ إِنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ لَمْ يَفْرَحُوا بِشَيْءٍ كَفَرَحِهِمْ بِقَوْلِهِ تَعَالَى خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ -

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بشارتِ جلیلہ پر اس قدر خوش ہوئے کہ کبھی اتنا زیادہ خوش نہ ہوئے تھے۔ (غنیۃ الطالبین ج ۲ ص ۹ عمدۃ القاری ص ۱۲۹ ج ۱۱)

اس واقعات میں باہم کوئی منافات نہیں اور اس کا عین امکان ہے کہ بارگاہِ رسالت میں ان سب کا ذکر کسی ایک ہی موقع پر ہوا ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ کئی موقعوں پر یہ بیان ہوئے ہوں شاید یہی وجہ ہے کہ اس سورہ کو بعض نے مکی کہا، بعض نے مدنی، تو ان اقوال میں بھی فی الواقع کوئی اختلاف نہیں کہ ممکن ہے اس سورہ کا نزول ہجرت سے پہلے و بعد کئی موقعوں پر ہوا ہو۔

شب قدر کون سی رات ہے؟

اس کے متعلق قرآن حکیم و احادیث نبویہ میں کوئی واضح و یقینی صراحت نہیں ملتی۔ تاہم احادیث کثیرہ سے یہ ثبوت ضرور فراہم ہوتا ہے کہ یہ مبارک رات رمضان کے آخری عشرہ کی پانچ طاق راتوں میں سے کوی ایک ہے بلکہ اس بات کا بھی ظن حاصل ہوتا ہے کہ وہ طاق رات ستائیسویں رمضان کی ہے لیکن اس سب کے باوجود یقین سے یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ شب قدر فلاں شب ہے اسی وجہ سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے مؤثر انداز میں ان طاق راتوں میں ذکر و عبادت میں مشغول رہنے کا حکم دیا ہے۔ وہ خود بھی عشرہٴ اخیرہ میں بڑے اہتمام کے ساتھ شب بیداری فرماتے اور اپنے اہل و عیال کو بھی اس برکت کے حصول کے لئے بیدار رکھتے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں ذکر و عبادت کے لئے جتنی کوشش اور جدوجہد فرماتے اتنی زیادہ کوشش دوسری راتوں میں نہیں کرتے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۸۲ بحوالہ مسلم شریف)

انہیں ام المؤمنین کا یہ بیان بھی ہے کہ جب رمضان کا یہ عشرہ آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا تہ بند مضبوط باندھ لیتے اور رات بھر جاگتے اور اپنے اہل و عیال کو بھی بیدار رکھتے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۲ بحوالہ بخاری شریف و مسلم شریف)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مضبوطی سے ازار باندھنے سے یہ مراد ہی کہ آپ ان راتوں میں عادت کریمہ سے زیادہ عبادت فرماتے، یا یہ مراد ہے کہ ازواجِ مطہرات سے بالکل الگ تھلگ رہتے۔ (اشیۃ المصنوعات ص ۱۱۵ ج ۲)

یہ کثرتِ عبادت اور جدوجہد اور ازواجِ طاہرات سے علاحدگی اس لئے ہے کہ یہ راتیں بڑی ہی عظیم ہیں جن کی پروردگار عالم نے قسم کھائی ہے۔ وَالْفَجْرِ وَ لَيَْالٍ عَشْرِ - (اس صبح کی قسم، اور دس راتوں کی) تو کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی لمحہ بھی یادِ الہی سے غفلت میں گزر جائے کہ یہ ذرا سی غفلت بھی شب قدر کی بے قدری ہوگی۔ یہی ام المؤمنین بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں شب قدر کو تلاش کرو۔ (بخاری شریف ص ۱۰۲۷ ج ۱) طاق راتیں ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، اور ۲۹ ہیں۔ بعض فضلاء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ انا انزلناہ میں تین جگہ لیلۃ القدر کا لفظ ذکر کیا ہے جس کے حروف نو ہیں اور ان کا مجموعہ ستائیس ہے اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ شب قدر ستائیسویں شب ہے۔ (اشیۃ المصنوعات ص ۱۱۵ ج ۲)

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد و عمل یہ درس دے رہا ہے کہ عشرہٴ اخیرہ کی کسی بھی ایک رات کو شب قدر یقین کر کے غافل مت ہو جاؤ تمہیں کیا معلوم کہ شب قدر کون سی رات ہو، اس لئے پانچوں طاق راتوں میں دنیا سے کنارہ کش ہو کر خدائے پاک

کے ذکر و فکر میں لگے رہو، شب بیداری، کرو، ان میں کوئی ایک رات ضرور شب قدر ہوگی جس میں رحمتوں کی بارش اور خیر و سلام کا فیضان ہوتا ہے۔

شب قدر میں کیا کرے

اس رات میں بھی دنیا کی رغبتوں سے بے نیاز ہو کر، اذکار و اعمال میں مشغول رہے کثرت سے نفل نمازیں پڑھے، قرآن کی تلاوت کرے۔ دل کو حسد، بغض، کینہ، عداوت، غرور، تکبر کی آلائشوں سے پاک رکھے، کسی کا ناحق مال کھایا ہے تو واپس کرے، کسی کو تکلیف پہنچائی ہے تو اس سے معافی مانگے، بالخصوص ماں باپ سے اپنا قصور ضرور معاف کرائے، کسی بھی دعا سے پہلے اور دعاء کے بعد درود شریف نہ بھولے۔ اللہ تعالیٰ درود شریف کو ضرور قبول فرماتا ہے اور کریم مولا کے کرم سے یہ بہت ہی بعید ہے کہ اول و آخر کو تو قبول فرمائے اور درمیان کی دعا کو رد فرمادے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **الْذُّعَاءُ مَحْجُوبٌ عَنِ اللَّهِ حَتَّى يُصَلِّيَ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ وَأَهْلِ بَيْتِهِ** دعاء اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول نہیں ہوتی جب تک کہ محمد ﷺ اور آپ کے اہل بیت پر درود نہ بھیجا جائے۔ اس حدیث کو اب الشیخ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ص ۷۷ ج ۲) (ماخوذ، از مبارک راتیں)



تمہیں کیا معلوم لیلۃ القدر کیا ہے؟

یہ رات ابتداء آفرینش ہی سے بہت با برکت چلی آئی ہے۔ مظاہر حق میں ہے کہ اسی رات میں ملائکہ کی پیدائش ہوئی اسی رات میں آدم علیہ السلام کا مادہ جمع ہونا شروع ہوا اور اسی رات میں جنت میں درخت لگائے گئے۔ درمنشور کی ایک روایت میں ہے کہ اسی رات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی سب سے مقدس اور آحری کتاب کے نزول کے لئے بھی اسی رات کو منتخب فرمایا: **ارشاد باری ہے: اِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ** پھر اس رات کی عظمت ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ

آپ کو کچھ معلوم بھی ہے کہ شب قدر کیسی بڑی چیز ہے۔

اس کی سب سے بڑی فضیلت تو یہ ہے کہ اس ایک رات کی عبادت کا ثواب ہزار مہینے کی عبادت سے زیادہ ہے اور پھر اس زیادتی کا بھی علم نہیں کہ کتنی زیادہ ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک مجاہد کا ذکر فرمایا جو ایک ہزار مہینے تک مسلسل مشغول جہاد رہا، کبھی ہتھیار نہیں اتارے، مسلمانوں کو یہ سن کے

تعب ہو اس پر یہ سورہ قدر نازل ہوئی جس میں اس امت کے لئے صرف ایک رات کی عبادت کو اس مجاہد کی عمر بھر کی عبادت یعنی ایک ہزار مہینے سے بہتر قرار دیا گیا۔ پھر بہتر ہونے کی کوئی حد مقرر نہیں، کتنی بہتر ہے کہ گئی، چوگئی، دس گئی، سوگئی، سبھی احتمالات ہیں۔

اس رات کی دوسری فضیلت قرآن حکیم ہی میں یہ ارشاد فرمائی کہ اس رات میں حضرت جبرئیل علیہ السلام ملائکہ کی مقدس جماعت لے کر زمین پر تشریف لاتے رہیں اور جتنے اللہ کے بندے عبادت میں مشغول ہوتے ہیں ان کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں۔

تیسری فضیلت اس رات کی یہ ارشاد فرمائی گئی کہ ابتدائے رات سے لے کر صبح تک یہ رات سلام اور سلامتی ہی ہے کہ کسی شر و فساد کا اس میں نام نہیں۔ احادیث میں بھی اس رات کے متعدد فضائل ذکر کئے گئے ہیں۔

ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم پر ایک مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو اس رات سے محروم رہ گیا گویا ساری ہی خیر سے محروم رہ گیا۔ اور اس کی بھلائی سے وہی محروم رہ سکتا ہے جو حقیقتاً محروم ہی ہو۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے کھڑا ہو اس کے پیچھے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ حضرت ابو بکر و راق رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ اس رات کو لیلۃ القدر کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جس آدمی کی اس سے پہلے اپنی بے عملی کے سبب کوئی قدر و قیمت نہ تھی اس رات میں توبہ استغفار اور عبادت کے ذریعہ وہ بھی صاحب قدر و شرف بن جاتا ہے۔ (معارف القرآن: ج: ۸)

امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رمضان کا پورا مہینہ نہایت مبارک ہے مگر وہ انوار جو اس مہینہ کے دنوں سے وابستہ ہیں وہ اور ہی ہیں اور جو خیرات و برکات اس مہینہ کی راتوں سے متعلق ہیں وہ اور ہیں۔ پھر راتوں میں شب قدر سارے مہینہ کا خلاصہ اور لب لباب ہے جو شخص اس رات کی خیر و برکت سے محروم رہے وہ بالکل ہی محروم و بدنصیب ہے۔

شب قدر کی برکات سے محروم لوگ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا شب قدر میں وہ تمام فرشتے جن کا مقام سدرۃ المنتہیٰ پر ہے جبرئیل امین کے ساتھ دنیا پر اترتے ہیں اور کوئی مومن مرد یا عورت ایسا نہیں جس کو وہ سلام نہ کرتے ہوں، بجز اس آدمی کے جو شراب پیتا ہو یا خنزیر کا گوشت کھاتا ہو۔

حضرت اقدس شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ فرشتے حضرت جبرئیل کے کہنے سے متفرق ہو جاتے ہیں اور کوئی گھر چھوٹا یا بڑا جنگل یا کشتی ایسی نہیں ہوتی جس میں کوئی مومن ہو اور وہ فرشتے مصافحہ کرنے کے لئے وہاں نہ جاتے ہوں لیکن اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا حرام کاری کی وجہ سے جنسی یا تصور ہو۔

شب قدر میں کن امور سے بچنا چاہئے۔

جیسے متبرک اوقات میں عبادت کرنے سے اجر و ثواب بڑھ جاتا ہے ایسے ہی ان میں معصیت کرنے سے معاصی کا وبا بھی زیادہ ہوتا ہے۔ لہذا اس بات کا بہت

اہتمام کیا جائے کہ اس پاکیزہ رات میں کسی گناہ کا ارتکاب نہ ہو۔ بعض لوگ شب قدر میں جاگتے تو ہیں لیکن ان کا جاگنا سیر و تفریح کرنے، ہوٹلوں میں ٹھنڈا گرم پینے اور بازاروں میں گشت کرنے کے سوا کچھ نہیں ہوتا ظاہر ہے کہ اس جاگنے سے سو جانا بہتر ہے۔ کم از کم سو کر گناہوں سے تونج جائے گا۔ بہر حال یہ کوتاہی بہت عام ہے اس سے بچنے کا بہت اہتمام کرنا چاہئے۔ بعض لوگوں جاگتے ہیں اور عبادت بھی کرتے ہیں مثلاً مساجد میں اس کیلئے بڑے بڑے اجتماع ہوتے ہیں اور ان میں کئی مفاسد شامل ہو جاتے ہیں جو بڑے خطرناک اور باعث گناہ ہیں مثلاً ان کیلئے مسجد کو خوب سجایا جاتا ہے اور دل کھول کر چراغاں کیا جاتا ہے نیز بجلی کی ٹیوب اور قمقمے خوب جلائے جاتے ہیں جو سراسر اسراف اور حرام ہے نہ اپنے پیسے سے کرنا جائز ہے نہ مسجد کے فنڈ سے چراغاں کیلئے چندہ دینے والے یا قولاً تائید کرنے والے اور شرکت کرنے والے سب گنہگار ہوتے ہیں۔ لہذا سب کو اہتمام کر کے مکمل طور پر اسے بند کرنا چاہئے۔

اکثر مساجد میں شبینہ ہوتا ہے اور آج کل اکثر شبینے کئی مفاسد پر مشتمل ہونے کی بنا پر جائز نہیں ہتے البتہ جو شبینہ تمام شرائط کے ساتھ ہو وہ درست ہے۔

بعض جگہ صلوٰۃ اللہ اور دیگر نوافل جماعت کے ساتھ ادا کئے جاتے ہیں حالانکہ نوافل کی جماعت ایسے درست نہیں۔ بعض لوگوں نے نوافل کو خاص خاص طریقوں کے ساتھ شب قدر میں مخصوص کیا ہوا ہے حالانکہ یہ طریقے خود ساختہ ہیں کسی دلیل شرعی سے اس کا ثبوت نہیں۔ (البلاغ: ۱۳۰۱ھ)

لیلۃ القدر کون سی رات ہے

حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ معارف القرآن جلد ۸ میں لکھتے ہیں کہ اتنی بات تو قرآن کریم کی تصریحات سے ثابت ہے کہ شب قدر ماہ رمضان المبارک میں آتی

ہے مگر تاریخ کے تعین میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ جو چالیس تک پہنچتے ہیں۔ تفسیر مظہری میں ہے کہ ان سب اقوال میں صحیح یہ ہے کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے۔ مگر آخری عشرہ کی کوئی خاص تاریخ متعین نہیں بلکہ ان میں سے کسی بھی رات میں ہو سکتی ہے۔ وہ ہر رمضان میں بدلتی بھی رہتی ہے اور ان میں سے خاص طاق راتیں، ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹، میں از روئے احادیث صحیحہ زیادہ احتمال ہے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ فضائل رمضان میں لکھتے ہیں:

”بہر حال ہر شخص کو اپنی ہمت و وسعت کے موافق تمام سال اس کی تلاش میں سعی کرنا چاہئے۔ نہ ہو سکے تو رمضان میں جستجو کرنا چاہئے اگر یہ بھی مشکل ہو تو عشرہ اخیرہ کو غنیمت سمجھنا چاہئے۔ اتنا بھی نہ ہو سکے تو عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہئے اور اگر خدا نخواستہ یہ بھی نہ ہو سکے تو ستائیسویں شب کو تو بہر حال غنیمت بارہ سمجھنا چاہئے کہ اگر تائید ایزدی شامل ہے اور کسی خوش نصیب کو میسر ہو جائے تو پھر تمام دنیا کی نعمتیں اور راحتیں اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔“

شب قدر میں عبادت کیسے کی جائے

علامہ رجب علی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اس رات میں مختلف عبادت کو جمع کرنا افضل ہے، مثلاً تلاوت، نماز، دعا، اور مراقبہ وغیرہ جس میں زیادہ دل لگے مشغول رہا جائے اور کچھ نہ ہو سکے تو عشاء اور صبح کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے کا ضرور اہتمام کیا جائے۔ حدیث میں آیا ہے کہ یہ بھی رات بھر جاگنے کے حکم میں آجاتا ہے۔ ان راتوں کو جلسوں تقریروں میں صرف کرنا بڑی محرومی میں داخل ہے۔ تقریریں ہر رات ہو سکتی ہیں لیکن عبادت کا یہ وقت پھر ہاتھ نہیں آئے گا۔

شب قدر کی مخصوص دعا

ابن ماجہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جائے تو کیا دعا مانگوں فرمایا یہ دعا مانگو: (اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي)

اے اللہ تو بہت معاف کرنے والا۔ معافی کو پسند کرتا ہے، لہذا مجھے معاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے گناہوں کو معاف فرما کر دنیا و آخرت میں عافیت عطا فرمائے۔ آمین



رمضان المبارک کا حجۃ الوداع

”حضرت حبیب الامت دامت برکاتہم نے رمضان کا جمعہ الوداع میں نماز سے قبل وعظ فرمایا۔“

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَحْدَهُ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ أَمَّا
بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ يَا أَيُّهَا
الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ. صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ

رمضان المبارک کا یہ آخری عشرہ، آخری ایام آخری مرحلے میں ہے رمضان المبارک کو اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح تمام آسمانی کتابوں پر قرآن مجید کو فضیلت ہے اسی طرح تمام مہینوں میں رمضان المبارک کو فضیلت حاصل ہے امام الا نبیاء احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا رمضان المبارک پورے سال کا دل ہے سال کے بارہ مہینوں کا دل ہے جس طرح قرآن مجید کا دل سورہ یس ہے اسی طرح رمضان المبارک پورے سال کا دل ہے انسان کے جسم کے جتنے اعضاء ہیں وہ اعضاء اگر خراب ہو جائیں تو بھی آدمی زندہ رہتا ہے اور اپنی ضروریات زندگی کو کسی نہ کسی حد تک پورا کرتا رہتا ہے پاؤں سے معذور ہو جائے تو بھی آدمی زندہ رہتا

ہے کھاتا پیتا رہتا ہے سفر بھی کرتا ہے یا خدا نخواستہ ہاتھ ٹوٹ جائے تو دوسرے ہاتھ سے کام چلا لیتا ہے اگر بہرا ہو جائے تو اشارے سے اس سمجھا سکتے ہیں اور گونگا ہو جائے تو وہ اشارے سے اپنی بات بتا سکتا ہے یا اندھا ہو جائے دوسرا آدمی اس کا ہاتھ پکڑ کر چل سکتا ہے لیکن دل فیل ہو جائے خراب ہو جائے تو اس کا زندہ رہنا مشکل ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ جسم کے اندر جس طرح سے دل کا صحیح رہنا اور صحت مندر رہنا ضروری ہے اسی طرح امت محمد ﷺ کے بارہ مہینوں میں رمضان المبارک کا صحیح صحیح گذرنا بھی ضروری ہے اس لئے کہ یہ بھی بارہ مہینوں کا دل ہے کسی کا رمضان صحیح گذر گیا تو سمجھ لو اس کے بارہ مہینے صحیح گذر گئے یا گذر جائیں گے اور رمضان غلط لا پرواہی گناہوں معصیت میں گذر گیا تو سال بھرا اسکے اثرات رہتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ رمضان المبارک کے تعلق سے بہت حساس اور بہت زیادہ نصیحت فرمانے والے اور بہت زیادہ توجہ کرنے والے بہت زیادہ فضیلت بیان کر نیوالے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمتوں کی جانب بہت زیادہ التفات اور توجہ دلا نیوالے تھے۔ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ گیارہ مہینوں سے زیادہ اس مہینے میں مشغول رہتے تھے۔ حدیث پاک میں تعداد اللہ تعالیٰ نے بندوں کو سمجھانے کیلئے رکھی ہے کہ روزانہ اللہ تعالیٰ ہزاروں آدمیوں کی مغفرت فرماتے ہیں رمضان المبارک کی برکت سے جن پر دوزخ واجب ہوگئی ہوتی ہے اور پھر جب جمعۃ الوداع آتا ہے تو جتنے بندوں کی اللہ نے روزانہ مغفرت فرمائی اسی قدر ایک دن جمعۃ الوداع میں مغفرت فرماتے ہیں ظاہر ہے بندوں کو سمجھانے کیلئے یہ شمار اور گنتی لگا دی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ تو بے حساب رزق دیتے ہیں بے حساب پانی اور بے حساب نعمتیں دیتے ہیں اللہ کی نعمتوں کا کوئی حساب نہیں۔

وَ اِنْ تَعَدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا . اسی طرح اللہ تعالیٰ بے پناہ مغفرت فرماتے ہیں بے حساب مغفرت فرماتے ہیں۔

دوستو! رمضان المبارک کا یہ مہینہ آخری مرحلے اور آخری ایام میں ہے اللہ تعالیٰ دنیا کے سارے مسلمانوں کے روزوں اور عبادات کو قبول فرمائے۔ آمین!

روزہ دار کی پہچان

حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت کے دن روزہ ایک بہترین صورت میں میدان حشر میں آئے گا جیسے کوئی آدمی بہت زیادہ حسین و جمیل ہو۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوگا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تجھے کیا چاہیے تو وہ عرض کرے گا کہ اے اللہ جن لوگوں نے دنیا میں میرا حق ادا کیا تھا میں انہیں تاج پہنانا چاہتا ہوں میں انہیں آج انعام دلانا چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے۔ کہ پہچان لے تو اپنے روزے داروں کو جنہوں نے تیرا لحاظ اور خیال کیا اور تیرا پاس رکھا چنانچہ رمضان ہر روزے دار کو پہچان لے گا روزے دار کے منہ کی خوشبو سے، جو اس کے منہ سے خوشبو دور سے آتی ہوگی اور رمضان کہہ دے گا کہ یہی میرا روزے دار ہے اللہ تعالیٰ اس کو حاضر فرمائیں گے اور اس کو عزت کا تاج پہنایا جائیگا دنیا میں آدمی بیماری کی وجہ سے بھی بھوکا رہ سکتا ہے کبھی فاقوں کی نوبت غربت اور تنگ دستی کی وجہ سے آسکتی ہے اور کبھی آدمی کھانا نہیں چاہتا ہے کبھی کھانا چاہتا ہے لیکن کھانا نہیں سکتا بیماری کی وجہ سے قئے ہو جاتی ہے لیکن روز دار کا معاملہ بالکل الگ ہے اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مبارک ہیں وہ لوگ جنکے جگر پیاسے ہیں جن کے پیٹ میں بھوک لگی رہتی ہے پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کرتے ہیں کہ کب حکم ہوگا تو ہم پانی پیں گے اور کب حکم ہوگا کہ ہم کھانا کھائیں گے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے لوگوں کی مغفرت اپنے ذمہ لے لی۔ لوگ اپنی نفسانی خواہشات کیوجہ ڈانٹنگ کرتے ہیں کہ کہیں موٹے نہ ہو جائیں بھاگیں گے دوڑیں گے اپنی صحت بنانے کیلئے، ڈانٹنگ کرنے والوں

کو ایک فہرست دی جاتی ہے کہ یہ بھی نہ کھاؤ وہ بھی نہ کھاؤ ظاہر ہے اس کے چھوڑنے کا کوئی ثواب نہیں ہے چونکہ انسان اپنی صحت کیلئے کر رہا ہے لیکن روزے دار روزے کی حالت میں جن چیزوں کو چھوڑ رہا ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا اجر ہے۔

نیک بندوں کا ریکارڈ

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سدرۃ المنتہی کے نیچے اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ پیدا کیا ہے سدرۃ المنتہی کیا ہے؟ یہ وہ درخت ہے جس پر قیامت تک دنیا میں آنے والے تمام انسانوں کے ناموں کا ایک ایک پتہ اس پر لگا ہوا ہے اور اسی سدرۃ المنتہی کو ملک الموت دیکھتے رہتے ہیں جب اس درخت سے کوئی پتا جھڑتا ہے تو فرشتے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ پتہ فلاں کے نام کا ہے اور اسکی روح کو قبض کر لیا جاتا ہے ظاہر ہے کہ وہ درخت سمجھانے کیلئے ہے وہ کیا چیز ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں اس کو ایک درخت کی شکل میں بیان کیا گیا ہے تمام انسانوں کا ریکارڈ اس پر موجود ہے یہاں پر حکومت کے پاس جو ریکارڈ رہتا ہے اس ریکارڈ کے رکھنے کیلئے بڑے بڑے گوڈاں بنائے جاتے ہیں نہیں معلوم کتنے گوڈاں رہتے ہیں اور وہ بھی ناکافی ہو جاتے ہیں اور اس میں بھی سارے لوگوں کا اندراج نہیں ہوتا ہے مثال کے طور پر بنگلور میں جو آدمی پیدا ہوا اس میں زیادہ سے زیادہ ستر اسی فیصد لوگوں کے نام لکھے جاتے ہیں باقی لوگوں کے نام اور ریکارڈس نہیں ہوتے یا جو باہر سے آکر رہ گئے ان کے ریکارڈس اس میں نہیں ہوتے پھر بھی اتنے لمبے چوڑے گوڈاں کی ضرورت ہوتی ہے جس میں اسٹاک رکھا جاتا ہے اسی طرح آدمی کے عقل میں نہیں آسکتا کہ اللہ تعالیٰ نے سدرۃ المنتہی کیسا بنایا ہے اس پر سارے ریکارڈ موجود ہیں انسانوں کی عمر حالات اور پھر موت کا وقت بھی اس میں لکھا ہوا ہے اور ایسا آٹومیٹک اور خود کار ہے کہ جب

موت کا وقت آتا ہے تو پتتا خود بخود جھڑ جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ ملک الموت ہر گھر میں پانچ مرتبہ جھانک کر دیکھتے ہیں کہ میری یہاں کوئی آج دیوٹی تو نہیں ہے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس جھانکنے کو اللہ تعالیٰ ہی سمجھ سکتے ہیں کہ وہی علیم وخبیر ہیں کہ کس طرح سے وہ جھانک کر دیکھتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اے گھر والوں تم اللہ کا خوف کرتے رہو میری آمد تمہارے گھر پر جلدی ہونے والی ہے۔

ایک عجیب و غریب فرشتہ

تو میں عرض کر رہا تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا سدرۃ المنتہی کے نیچے اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو پیدا کیا ہے جو بہت زیادہ بڑا فرشتہ ہے۔ فرمایا علامہ عبدالرحمن صفوی رحمۃ اللہ علیہ نے نزہۃ المجالس میں لکھا ہے کہ وہ فرشتہ اتنا بڑا ہے کہ ہزار سال تک اس کے پاس سے چلا جائے تب جا کر اس کا جسم ختم ہوتا ہے اتنا بڑا فرشتہ ہے یہ ہزار سال بھی سمجھانے کیلئے ہے اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ اللہ تعالیٰ کے عرش کرسی اور یہ زمین و آسمان کے خلاء اتنے وسیع ہیں کہ یہ ہمارے ذہن و دماغ میں نہیں آسکتے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں قیامت تک اس میں اضافہ کرتا رہوں گا تو فرمایا کہ وہ فرشتہ بے انتہا طاقت ور اور بہت زیادہ مصروف ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو ہزار سردیئے ہیں اور ہر سردیئے ہزار چہرے ہیں اور ہر چہرے میں ہزار منہ ہیں اور ہر منہ میں ہزار کیسو ہیں اور ہر کیسو میں ہزار موتی ہیں اور ہر موتی میں ہزار نور کے دریا ہیں اور ہر دریا میں ایک ہزار مچھلیاں ہیں یعنی وہ فرشتہ نہیں بلکہ ایک عجیب و غریب چیز اللہ نے بنائی ہے کہ ایسی ایسی ہزاروں دنیا اسکے اندر سما جائے تو بھی کچھ پتہ نہ لگے اتنا بڑا فرشتہ اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔ نبی کریم ﷺ جب معراج میں تشریف لے گئے تو آپ نے اس کو سلام کیا تو وہ بہت مصروف تھا اس نے

سنائیں تو جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ محبوب کبریا سلام کہہ رہے ہیں اور تم سن نہیں رہے ہو تو اس نے گردن اٹھا کر مہربان کہا اور سلام کا جواب دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو دوسرے پر دیئے ہیں زبرد کے، اس نے وہ اپنے پر پھیلا دیئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ زمین و آسمان کے جتنے حصے خالی ہیں سب بھر گیا پھر اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کو بوسہ دیا اور ایک خاص بات اس نے بتائی جو میں آپ سے عرض کرنا چاہ رہا ہوں۔ اس نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبارک ہو آپ کو اور آپ کی امت کو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مبارک کیسی ہے؟ فرشتے نے کہا کہ رمضان المبارک کی وجہ سے آپ کی اور آپ کے امت کی مغفرت فرمادی یہ خوشخبری اللہ نے دی کہ اللہ نے جو آپ کو رمضان عطا فرمایا ہے رمضان کی قدر کرنیوالوں کی اللہ نے مغفرت فرمادی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے پاس دو صندوق رکھے ہوئے دیکھے اور ہر صندوق میں ہزار قفل تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ صندوق کیا ہے؟ فرشتے نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان صندوق میں آپ کی امت کے مغفرت کے پروانے رکھے ہوئے ہیں جو روزہ رکھے گا تراویح پڑھے گا قرآن کی تلاوت کرے گا اور منکرات سے پرہیز کرے گا اللہ تعالیٰ نے پروانہ اس کیلئے اس میں رکھ دیا ان صندوقوں کی کیفیت کیا ہوگی وہ تو ہم لوگ نہیں سمجھ سکتے ہیں گھر میں الماری رہتی ہے تو اس میں دو تین چار قفل سے زیادہ نہیں رہتے یا آفس کی الماری میں ریکارڈ وغیرہ رہتے ہیں لیکن وہ صندوق اللہ نے کیسے بنائے ہیں کہ ان صندوقوں میں ہزار قفل ہیں اور جب ان صندوقوں کو کھولا جاتا ہے تو ہر قفل کے اندر ہزار خانے ہیں اور ہر خانے کے اندر ہزار ریکارڈ ہیں۔ نہیں معلوم اسکی صورت حال کو تو اللہ تعالیٰ ہی سمجھ سکتے ہیں واقعی اللہ تعالیٰ نے روزے داروں کے لئے بڑے انعام رکھے ہیں جو بندہ روزہ رکھتا ہے اور رمضان کی

قدر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکے لئے بے شمار نعمتیں رکھی ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ نے یہی فرمایا: وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لِلْأَبْرَارِ هُمْ نَسُوا مَا كَانُوا يَكْفُرُونَ۔ جو انعامات رکھے ہیں وہ تمہاری سمجھ میں نہیں آسکتے ہیں۔

جنتی کا کھانا کیسا ہوتا؟

چھوٹے سے چھوٹے جنتی کو جب ایک وقت کھانا دیا جائیگا تو ستر ہزار برتنوں میں دیا جائیگا اور ہر پیالے پر زبرد اور زمر داوڑ اور یاقوت کے نقش و نگار ہوں گے یہاں دسترخوان پر چار پانچ دس چیزیں رکھ دی جائیں تو آدمی کا پیٹ فل ہو جاتا ہے کہ کیا کھائے کیا نہ کھائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ مہربانی ہماری ہوگی جنتی لوگ ہمارے مہمان ہوں گے اور ہم ان کے میزبان ہوں گے۔

جب ایک وقت کا کھانا لاکر رکھا جائے گا تو ستر ہزار قسم کے کھانے وہاں موجود ہوں گے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے کھانوں کو ہم کیسے کھائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح سے تم اپنے دسترخوان کی ہر چیز پر ہاتھ ڈال کر آسانی سے کھا لیتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ان ستر ہزار چیزوں کو بھی آسانی سے کھلا دیں گے۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک بیک آتی رہیں گی ابھی پلیٹیں آئی ہے کھایا تو وہ غائب ہوگئی دوسری آگئی پھر تیسری آگئی پھر کچھ اور آگیا ایسا تلوینی نظام اللہ نے رکھا ہے کہ انسان اسکو سوچ نہیں سکتا، اس مادی دنیا پر چھوٹی چھوٹی چیزوں پر لوگ مرجاتے ہیں، ایمان اپنا خراب کر لیتے ہیں بے ایمان بن جاتے ہیں دھوکہ دیتے ہیں اور نہیں معلوم کتنے جھوٹ بول لیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کے لئے جو نعمتیں رکھ رکھی ہیں وہ انسان کے دماغ اور اس کی سمجھ سے باہر کی چیزیں ہیں۔

جنت کی سواریاں اور حوریں

ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا جنت میں گھوڑے بھی ہوں گے فرمایا کہ ہاں وہاں گھوڑے ہوں گے لیکن سونے کے ہوں گے اس کا جسم سونے کا ہوگا اور وہ اسی طرح چلے گا جیسے دنیا میں تمہارا یہ گوشت اور ہڈی والا گھوڑا چلتا ہے ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا جنت میں اونٹ بھی ہوں گے فرمایا کہ ہاں وہاں اونٹ بھی ہوں گے لیکن وہ سونے کے ہوں گے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنتیوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے عجیب و غریب سواری بنائی ہے قدیل نما سواریاں بنا دی ہیں فرمایا کہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ تپتی تپتی ٹانگوں والے قدیل میں بیٹھے ہوئے اڑ رہے ہیں اور جنت میں گھوم رہے ہیں گویا وہاں ایسی سواریاں ہوں گی یہاں تو آدمی کار میں اور ہوائی جہاز میں بیٹھ کر یہ سمجھ لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی نعمت دے دی، لیکن وہاں کی نعمتوں کے سامنے یہاں کی نعمتیں بالکل بچ ہیں فرمایا کہ چڑیوں کی طرح قدیلوں میں اڑتے پھریں گے جنتی لوگ جب کہیں جانا چاہیں گے وہ قدیل آئے گا اور جہاں جانا چاہیں گے وہاں جائیگا پھر آجائے گا آپ نے پیرا سوٹ تو دیکھا ہوگا جو فوجیوں کے پاس رہتا ہے یہ اسی کی حقیر سی نقل ہے اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتیں رکھی ہیں ایسی ایسی نعمتیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان نعمتوں کو اگر ظاہر فرمادیں تو عقل حیران رہ جائے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایسی حوریں ہوں گی اگر ایک کوئی حور دنیا میں تھوکتے تو ساری دنیا خوشبو سے بھر جائے اور فرمایا کہ اس کے گیسواتنے خوبصورت ہوں گے کہ اگر ایک بال اس کا اگر زمین پر آجائے تو اسکی چمک سے لوگوں کی آنکھیں چوندھیاں جائیں ایسے عجیب و غریب مناظر اللہ نے جنت میں رکھے ہیں یہ اس وقت حاصل ہوں گے

جب انسان امتحان میں پاس ہوگا اور رمضان المبارک جیسے مہینے کی قدر کرے گا۔ اس مہینے کے بارے میں اللہ کے نبی نے فرمایا کہ: **أَوْلَاهُ رَحْمَةٌ وَأَوْسَطُهُ مَغْفِرَةٌ وَأَخْرَهُ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ** یہ آخری مہینہ آگ سے خلاصی کا مہینہ ہے اور جہنم سے چھٹکارے کا مہینہ ہے اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین! دوستو، بزرگو! دوزخ معمول چیز نہیں ایک ہزار سال تک اس کو دکھایا گیا تو وہ سرخ ہوگئی پھر ایک ہزار سال تک دکھایا گیا تو وہ سفید ہوگئی پھر ایک ہزار سال دکھایا گیا تو وہ کالی ہوگئی اب وہ کالی ہے اس کے اندر ایک طبقہ ایسا ہے جو سب سے نیچے ہے جس کا نام ہاویہ ہے۔ **فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ** اس میں ان لوگوں کو رکھا جائے گا جو بہت زیادہ اللہ کے نافرمان ہوں گے اور رمضان المبارک کو پائیں گے اور روزے نہیں رکھیں گے۔

دوزخ میں پتھر گرنے کی آواز

ایک بار حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں ایک بہت زور سے آواز آئی صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ آواز کیا ہے فرمایا کہ واللہ اعلم! اللہ ہی جانتے ہیں کہ کیا آواز تھی۔ حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سلام بھیجتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے ستر سال پہلے ایک پتھر دوزخ میں ڈالا تھا وہ پتھر آج دوزخ کی تہہ میں جا کر گرا ہے یہ اسکی آواز تھی اتنی گہری ہے کہ ستر سال تک وہ پتھر نیچے جاتا رہا تب جا کر وہ اسکی تہہ میں پہنچا۔

جب ایک ستارہ ٹوٹ کر سمندر میں گرا

ابھی چند سال پہلے جو آسمان کا ستارہ ٹوٹ گیا تھا غالباً ۱۹۸۱ء کی بات ہے ساری دنیا کہہ رہی تھی کہ تین حصے دنیا ختم ہو جائیگی جب وہ ستارہ زمین پر آ رہا تھا تو

اتنی تیزی کے ساتھ آ رہا تھا کہ ہر گھنٹے میں دس ہزار کلومیٹر کی رفتار سے آ رہا تھا اس کے بیس ٹکڑے ہوئے سب سے چھوٹا ٹکڑا دس کلومیٹر کا تھا (یہ اسی دنیا کی بات ہے) جب وہ آسمان سے گر رہا تھا تو زمین تک آنے کیلئے پچیس دن لگے اور سارے سائنٹسٹ فکرمند تھے اگر یہ زمین پر گر گیا تو دنیا ختم ہو جائیگی اللہ تعالیٰ نے نظام بنا رکھا جب وہ گرا تو سمندر میں آ کر گرا، دنیا بچ گئی، نہیں معلوم یہ خلاء کتنا پھیلا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں ایک ستارہ ٹوٹ کر گرنے سے دنیا کے ختم ہونے کا اندیشہ ہو گیا تو دوزخ اور جنت کے حالات کا اصل علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

کیا جنت میں حقہ بھی ملے گا؟

بزرگوں میں حضرت عبداللہ سندھی رضی اللہ عنہ گذرے ہیں پہلے وہ غیر مسلم تھے۔ ماشاء اللہ مسلمان ہوئے اور بہت بڑے عالم بنے ہندوستان کو آزاد کرانے میں انہوں نے اہم رول ادا کیا میں ان کی قبر پر حاضر ہوا تھا، ملتان میں ان کی قبر ہے تو مولانا عبداللہ سندھی رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ جنت میں سب ملے گا تو وہاں حقہ بھی ملے گا؟ آج کل لوگ بیڑی سگریٹ پیتے ہیں پرانے زمانے میں حقہ پیتے تھے۔ تو مولانا نے بہت اچھا جواب دیا فرمایا کہ ہاں بھائی حقہ بھی وہاں ضرور ملے گا لیکن آگ لینے کیلئے جہنم میں جانا پڑے گا۔

روزہ نہ رکھنے والے کو سزا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن میدان حشر میں ایک آدمی کو فرشتے مارتے ہوئے لائیں گے اور وہ چیختا چلاتا ہوگا اور کہے گا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بچا لو مجھے بچا لو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوڑے ہوئے اسکے پاس جائیں گے اور کہیں

گے کہ میرے امتی کو کیسے مار رہے ہو تو فرشتے کہیں گے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کا امتی ضرور ہے لیکن اس نے رمضان کو پایا اور روزے نہیں رکھے اسلئے ہم اس کو مار رہے ہیں۔ فرشتے عرض کریں گے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا دعویٰ دار تو رمضان ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے ہٹ جائیں گے اور فرمائیں گے جس کا دعوے دار رمضان ہو اس کو میں نہیں بچا سکتا اور میں اسکی سفارش نہیں کر سکتا۔ دوستو! رمضان ایسا عظیم الشان مہینہ جس کی فضیلت احادیث اور کتابوں میں بے شمار ہے آدمی پڑھتے پڑھتے تھک جاتا ہے اس کی زندگی ختم ہو جاتی ہے لیکن اس کی فضیلت ختم نہیں ہوتی ایسے مبارک مہینے میں مسلمان کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا چاہیے اور زیادہ سے زیادہ اللہ کی رضا مندی اور خوشنودی حاصل کرنی چاہیے آج رمضان المبارک کا آخری جمعہ ہے اس کے بعد پھر رمضان المبارک کا مہینہ ختم ہو جائیگا اللہ تعالیٰ اگلا رمضان بھی ہم سب کو عطا فرمائے۔ آمین! اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مومن دو وقت کھاتا ہے اور صدیق ایک وقت کھاتا ہے اور مومن ایک آنت سے کھاتا ہے اور کافر سات آنت سے کھاتا ہے تو مسئلہ یہ ہے کہ جو آدمی دو وقت کی روٹی آرام سے کھا رہا ہے جو صاحب نصاب ہو اس پر صدقہ فطر واجب ہے یہ صدقہ فطر کیا ہے؟ قیامت کے دن جب بندہ اللہ کے دربار میں حاضر ہوگا تو اسکے اعمال نامے میں بہت ساری کوتاہیاں۔ خامیاں نظر آئیں گی کہیں روزوں میں جھول ہوگا کہیں قرآن کی تلاوت میں جھول ہوگا کہیں نماز میں جھول ہوگا کسی دوسری عمل میں کمی ہوگی تو اللہ تعالیٰ صدقہ فطر سے اس کو پورا فرمائیں گے۔ لوگو! صدقہ دو اور بلا کو رد کرو صدقہ بلاؤں اور مصیبتوں کو رد کرتا ہے اور یہ عید الفطر کا صدقہ مخصوص صدقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ پسند ہے صدقہ فطر کی ایک مصلحت یہ ہے کہ جو مستحق لوگ ہیں وہ بھی خوشحال لوگوں کی طرح عید منا سکیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دس طرح سے آدمی شکر ادا کرتا

ہے۔ اسی طرح مال بھی خرچ کر کے اللہ کا شکر ادا کرتا ہے ہر گھر میں جتنے آدمی ہیں سب پر صدقہ فطر واجب ہے اگر ایک دن کا بچہ ہے تو اس پر بھی اتنا ہی صدقہ فطر ہے جتنا بڑے آدمی پر۔ اس سال پینتالیس روپے صدقہ فطر طے ہوا ہے بعض لوگ پینتالیس دے رہے بعض لوگ بچاس بہر حال گھر کے ہر آدمی کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا ضروری ہے اور سنت یہ ہے کہ عید کی نماز سے پہلے پہلے ادا کر دے اور بہتر یہ ہے کہ عید سے دو چار دن پہلے ادا کرے تاکہ جو مستحق لوگ ہیں ان تک پیسہ پہنچ جائے اور وہ لوگ بھی عید مناسکیں اس لئے دوستو جیسے سال میں مال کی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے اسی طرح صدقہ فطر ادا کرنا بھی ضروری ہے اور صدقہ فطر ایک آدمی کو پورا کا پورا دیا جاسکتا ہے اور دو چار آدمیوں کو بھی دے سکتے ہیں۔

صدقہ فطر کا بہتر مصرف

اور بہترین مصرف یہ ہے کہ صدقہ فطر مدارس اسلامیہ کو دیا جائے جہاں غریب اور نادار طلبہ پڑھتے ہیں کہ آپ کا اور پیسہ علم دین اور علم قرآن حاصل کرنے میں لگے اس لئے کہ جو لوگ مانگنے والے ہیں ان کو ہر جگہ مل جاتا ہے لیکن طالب علم جو اللہ کے دین کو حاصل کر رہا ہے وہ لوگوں سے نہیں مانگتا اس لئے ایسے مدارس میں جہاں طلبہ کے قیام و طعام کا نظم ہو اور نادار طلبہ پڑھتے ہوں ان کے قیام و طعام لباس و ادویات درسی کتب وغیرہ کا انتظام ہو تو وہاں دینا زیادہ بہتر اور احسن ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا بہت بڑا اجر ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ طالب علم پر ایک روپیہ خرچ کرنا ستر روپے کے برابر ہے اور رمضان میں خرچ کرنا سات سو گنا تک بڑھ جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ طالب علم پر خرچ کرنا ایسا ہے جیسا جہاد میں خرچ کرنا جیسے جہاد کیلئے اونٹ گھوڑا تلوار اور زرہ خریدی جاتی ہے۔ اسی طرح

طالب علم اور مدرسے کے لئے خرچ کرنا دونوں برابر ہے ثواب میں، اس لئے جن کا دل چاہے مدرسے میں دیں اور جن کا دل چاہے غریب یتیم مساکین کو بھی دیں اللہ تعالیٰ ہم سب کی عبادات کو قبول فرمائے اور رمضان المبارک کے ایام جو ہم سے جلدی جلدی رخصت ہو رہے ہیں اس کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!



الوداع اے ماہ رمضان

ماہ رمضان المبارک کے آخری جمعہ المبارک کو جمعۃ الوداع“ کہا جاتا ہے۔ یوں تو سب دن اور سب راتیں اللہ ہی نے بنائی ہیں مگر جمعے کا دن ایک خاص فضیلت اور بے حد برکت والا دن ہے۔ اسی وجہ سے اسے ”سید الایام“ یعنی ”تمام دنیا کا سردار“ بھی کہا گیا ہے، نیز اہل ایمان کے لئے تو جمعے کا دن گویا عید کا دن ہے، متعدد احادیث میں جمعۃ المبارک کے خصوصی فضائل بیان ہوئے ہیں۔

حضرت ابولبابہ بن عبدالمذر بنی النخعی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جمعے کا دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دنوں سے بھی کہیں بڑھ کر ہے، اس دن کی پانچ اہم خصوصیات ہیں جو درج ذیل ہیں:

اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔

اس دن انہیں زمین پر اتارا۔

اسی دن ان کی وفات ہوئی۔

جمعے کے دن ایک گھڑی ایسی آتی ہے جب بندہ اپنے رب سے جو کچھ مانگتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے عطا فرماتا ہے، لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ کوئی حرام چیز نہ

مانگے۔ جمعے کے دن ہی قیامت قائم ہوگی، چنانچہ ہر مقرب فرشتہ، زمین، آسمان، ہوا، پہاڑ اور دریا جمعے کے روز ڈرتے ہیں کہ کہیں قیامت قائم نہ ہو جائے۔

جمعۃ المبارک کے اور بھی بے شمار فضائل ہیں جو متعدد کتب احادیث میں مرقوم ہیں۔ ایک روایت کے مطابق یہ جمعے کا ہی مبارک دن تھا جب عرفات کے میدان میں حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حوا علیہما السلام جنت سے نکلنے کے بعد ایک دوسرے سے ملے تھے، کیوں کہ انکی توبہ قبول ہو گئی تھی۔ روز جمعہ کیلئے رحمۃ للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس دن کثرت سے مجھ پر درود و سلام پڑھا کرو، اس دن مجھ پر جو شخص ایک بار درود پڑھتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے دس رحمتیں نازل کی جاتی ہیں۔ مسلمان پورے سال ہی اس روح پرور اور مقدس دن کی برکتوں اور فضیلتوں سے فیض یاب ہوتے ہیں، جب کہ رمضان المبارک میں یہ دن اور بھی زیادہ برکت اور فضیلت والا ہو جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: رمضان میں ہر روز افطار کے وقت دس لاکھ افراد کی بخشش ہوتی ہے اور ہفتے بھر کی مجموعی تعداد کے برابر جمعے کے دن بخشش ہوتی ہے۔ گویا رمضان المبارک کا ہر جمعہ عام بخشش و رحمت کا دن ہے، اسی دن میں ایک ساعت ایسی بھی آتی ہے، جس میں ایمان والوں کی جائز خواہش اور دعا قبول ہوتی ہے۔ علمائے کرام کے نزدیک وہ خطبہ جمعہ کے درمیانی وقفے کی ساعت ہے جس میں ہاتھ اٹھائے بغیر رب العزت سے خاص دعا مانگنی چاہیے۔

جمعۃ المبارک کے دن دعا کی قبولیت کے حوالے سے مزید دو اوقات ایسے ہیں جن کا احادیث مبارکہ میں تذکرہ آیا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ کی روایت ہے کہ جب امام خطبے کے لئے منبر پر جا کر بیٹھتا ہے تو اس وقت سے لے کر نماز کے ختم ہونے تک کا وقت، دعا کی قبولیت کی وقت ہے۔ دعا کی قبولیت کی دوسری خاص ساعت عصر کی نماز سے لے کر غروب آفتاب تک ہوتی ہے۔

لہذا جمعۃ الوداع میں ان اوقات کی فضیلت رمضان المبارک کی وجہ سے اور بھی بڑھ جاتی ہے اور پھر یہ مبارک دن تو رمضان کے اس آخری عشرے میں ہوتا ہے جو جہنم سے آزادی کا عشرہ ہے۔ اسی خاص عشرے میں لیلۃ القدر جیسی مقدس و مبارک رات بھی آتی ہے ہزار ماہ کی عبادات سے بہتر ہے۔ یہی وہ افضل عشرہ ہے جس میں اللہ رب العزت کے فرما بردار بندے اس کی رضا اور خوش نودی کے حصول کے لئے اعتکاف کی سنت ادا کرتے ہیں۔ یہ موقع ہوتا ہے جب وہ اپنی خطاؤں اور اپنی لغزشوں پر اپنے رب کے حضور گڑگڑا کر معافی مانگتے ہیں۔ اس عشرے میں اللہ کی رحمت اپنے بندوں پر کس طرح نازل ہوتی ہے، اس کا اندازہ نبی رحمت کے ارشاد سے لگایا جاسکتا ہے، اللہ رب العزت روزانہ افطار کے وقت ایسے دس لاکھ بندوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے جو اپنی بد اعمالیوں کے سبب جہنم کے مستحق ہو چکے ہوتے ہیں اور جب رمضان المبارک کا آخری دن ہوتا ہے اس دن اتنے لوگوں کو جہنم سے آزاد کیا جاتا ہے جس قدر پہلے دن سے اب تک آزاد ہو چکے ہوتے ہیں۔

جمعۃ الوداع ہمیں یہ احساس دلاتا ہے کہ ہم اپنا محاسبہ کریں اور اپنے اعمال کا جائزہ لیں کہ اس ماہ مبارک سے ہم کہاں تک مستفید ہوئے؟ ہم نے اس مقدس مہینہ میں کیا کھویا اور کیا پایا؟ رب العالمین کی رضا حاصل کی یا رمضان المبارک کا ماہ مبارک پا کر بھی اپنی مغفرت نہ کرا سکے۔ چنانچہ اگر ہم نے روزے کا مقصد حاصل کر لیا اور تقویٰ سے آراستہ ہو گئے تو یہی ہماری کامیابی ہے، اس سے بڑھ کر سرخروئی کوئی نہیں۔ مبارک باد کے مستحق ہیں وہ مومن بندے جنہوں نے رمضان المبارک کا مہینہ پایا اور اسے ماہ بخشش سمجھتے ہوئے اپنی خطاؤں اور گناہ معاف کرانے میں کامیاب ہو گئے۔

آدابِ یومِ العید

عید کے دن غسل کرنا چاہئے، حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما عید الفطر کے دن عید گاہ جانے سے قبل غسل کیا کرتے تھے۔ (موطا امام مالک)

عید کے دن خوشبو استعمال کرنا چاہیے۔

عید کے دن عمدہ لباس اگر ممکن ہو تو نیا لباس زیب تن کرنا چاہئے۔ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کے دن اپنا سب سے زیادہ خوبصورت لباس زیب تن کرتے تھے۔ (زاد المعاد) عید الفطر میں کچھ کھا کر جانا چاہئے۔ خصوصاً طاق کھجوروں کو کھانا چاہئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کو طاق کھجوریں تناول فرمانے کے بعد جاتے۔ (بخاری) عید الاضحیٰ میں نماز سے فارغ ہو کر قربانی کا گوشت کھانا چاہیے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن جب تک کچھ کھا نہیں لیتے نہیں نکلتے اور قربانی کے دن اس وقت تک نہیں کھاتے جب تک نماز نہیں پڑھ لیتے۔ (ترمذی)

عید کی رات میں بکثرت تکبیریں کہنی چاہیے۔ عید گاہ پیدل جانا چاہئے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن پیدل جاتے اور

پیدل ہی واپس ہوتے۔ (ابن ماجہ) حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ عید الفطر کے دن تین چیزیں مسنون ہیں۔ (۱) عید گاہ پیدل جانا۔ (۲) جانے سے پہلے کچھ کھالینا۔ (۳) غسل کرنا۔ (ازواء الغلیل) بلند آواز سے کبیر کہتے ہوئے عید گاہ کی طرف جانا چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہی معمول تھا۔

ایک راستہ سے عید گاہ کی طرف جانا اور دوسرے راستے واپس آنا چاہئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن راستہ بدل لیتے تھے۔ (بخاری) عید کی نماز کھلے میدان میں پڑھنی چاہیے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کھلے میدان میں نماز عید پڑھتے تھے۔ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عید گاہ میں عیدین کی نماز پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی معمول تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کی وجہ سے صرف ایک بار مسجد میں عید کی نماز پڑھی ہے۔ (زاد المعاد)

عید کی نماز دو رکعت سنت مؤکدہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز کی ادائیگی پر ہمیشگی کی ہے اور حکم بھی دیا ہے۔ امام کو چاہیے کہ نماز کے بعد لوگوں کو نصیحت کرے۔ عید کی ایک دوسرے کو مبارک باد دینی چاہیے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عید کے دن جب ایک دوسرے سے ملتے تو مبارک باد دیتے تھے۔ تَقَبَّلَ اللَّهُ مِنَّا وَ مِنْكَ (اللہ ہمارے اور آپ کے عمل کو قبول فرمائے) کہنا مستحب ہے۔ عید کے دن جائز کھیل کود میں مشغول ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو وہاں کے لوگ دو دن کھیل کود میں مشغول رہتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے تمہیں ان کے بدلہ میں ان سے بہتر دن دئے ہیں یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن۔ (بخاری) عید کے دن روزہ رکھنا ممنوع ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ اور عید الفطر کو روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ (مسلم)

عید کی حقیقی مسرت

مفکر اسلام حضرت مولانا عبد الماجد دریا آبادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ عید آ رہی ہے، آپ کے بچے (خدا آپ کا سایہ ان کے سروں پر عرصے تک قائم رکھے) خوش ہو رہے ہیں کہ نئے نئے رنگین کپڑے پہننے کو ملیں گے۔ طرح طرح کی مٹھائیاں اور اچھے اچھے کھانے کھانے میں آئیں گے اور عید گاہ میں نئے نئے کھلونے خریدیں گے، آپ کو اپنے بچوں کی خوشیاں مبارک! لیکن یہ بھی کبھی آپ نے سوچا ہے کہ ان مٹھائیوں اور کھانوں کی لذت کئی لمحوں تک اور کپڑوں اور کھانوں کی خوشی کتنی دیر تک قائم رہ سکتی ہے؟ کپڑے میلے ہوں گے، کھلونے ٹوٹیں گے اور مٹھائیاں حلق کے نیچے اتر جائیں گی۔ اپنے بچوں کو ہنستا کھیلتا دیکھ کر تھوڑی دیر آپ بھی خوش ہو لیں گے؟ لیکن جس طرح تھوڑی ہی دیر کے بعد ان کی اداسی یقینی ہے، اسی طرح آپ کی بھی خوشی ٹھہرنے والی نہیں۔ آپ وہ دائمی خوشی کیوں نہ خرید لیں، جسے نہ کبھی زوال ہو اور نہ جس سے آپ کبھی محروم ہو سکیں؟

آپ کے پڑوس میں، آپ کے محلہ میں، آپ کی بستی میں آپ ہی کے بچوں کی طرح دل رکھنے والے اور دلوں میں ارمان و شوق رکھنے والے کچھ اور بچے بھی ہیں، جن کے ناز بردار ماں باپ آج اس عالم میں موجود نہیں۔ عید ان کے گھر میں بھی آئی ہے، پر ان کے چہرے اداس ہیں اور کوئی ان کی اداسی پر کڑھنے والا نہیں۔ ان کے دل غمگین ہیں اور کوئی ان کی غمگینی کو دور کرنے کی تڑپ اپنے دل میں رکھنے والا نہیں۔ وہ بے والی و وارث ہیں، آپ ان کی سرپرستی کیجئے۔ وہ بے آسرا ہیں، آپ ان کے آسرا بنئے۔ آپ کی عید جب ہی مقبول ہو سکتی ہے، جب آپ ان کی عید کو اپنی عید بنائیں اور اپنے دل میں یہ خیال تک نہ لائیں کہ آپ ان پر کوئی احسان و نوازش

کر رہے ہیں؛ بلکہ اپنی خوش بختی پر سجدہ شکر کریں کہ آپ کو اپنی عاقبت سدھارنے کا ایک موقع دیا گیا۔ اگر آج ایک یتیم کی بھی عید آپ نے کرادی تو ”کل“ جب تمام ہنستے ہوئے چہرے رورہے ہوں گے، آپ کے چہرے پر ان شاء اللہ اس وقت بھی تبسم رقص کر رہا ہوگا۔

عید کا چاند دیکھا جا چکا ہے۔ امیر گھرانوں کی ڈیوڑھیاں مبارک باد کے شور سے گونج رہی ہیں۔ آپ اپنے دل میں کل کے مصارف دودھ، شکر، سویاں، میوہ، عطر، پان، بچوں کی خاطر داری، دوستوں کے تحفہ تحائف، ملازمین و متوسلین کے انعام و اکرام وغیرہ کا حساب لگا رہے ہوں گے؛ لیکن یہ بھی کبھی آپ کے خیال میں آتا ہے کہ ان دعوتوں اور ضیافتوں کی خوشیوں کی عمر کتنی ہے؟ ان میں سے کسی بھی مسرت کو پائنداری نصیب ہے؟ آپ اس مسرت کا سودا کیوں نہ کر لیں، جو آپ سے کبھی نہ چھن سکے اور جو بڑے سے بڑے آڑے اور نازک وقت پر بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑے؟

آپ کے پڑوس میں، آپ کے محلہ میں، آپ کی بستی میں کچھ غریب و بیکس، ضعیف و مفلس، محتاج و بے زر بھی اپنی زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں، وہ بھی آپ ہی کی شریعت کا کلمہ پڑھنے والے ہیں، آپ ہی کے رسول اللہ ﷺ کی امت ہیں، آپ ہی کے پروردگار کے بندے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ آپ کے ہاں بہت کچھ ہے اور ان بے چاروں کے ہاں کچھ بھی نہیں۔ آپ کل مٹھیاں بھر بھر کر پیسے لٹائیں گے، وہ غریب اناج کے دانے دانے کو ترس رہے ہیں۔ آپ کے ہاں نوکر چاکر ہی نہیں بلکہ کتے اور بلی تک کل عید منائیں گے، ان بے چاروں کو اس کی فکر ہے کہ کل کا فاقہ کیسے برداشت کیا جائے گا۔ آپ اگر عید کی حقیقی مسرت حاصل کرنا

چاہتے ہیں تو اپنے کھانے سے پہلے ان محتاجوں اور مسکینوں کو کھلائیے اور دوستوں کی پر تکلف دعوتوں اور ضیافتوں سے قبل ان قافہ کشوں کا جبری روزہ کھلوائیے۔ آپ کی اصلی عید یہی ہے کہ یتیموں اور مسکینوں کے ہاں عید کرائیے کہ آپ کے آقا و سردار ﷺ کا یہی طریقہ تھا۔ یتیموں کی غمخواری، مسکینوں کی دستگیری، دردمندوں کی حاجت روائی فرماتے تھے، ان مختصر فقروں میں ساری سیرت مبارک کا عطر کھنچ آتا ہے۔



عیدین انعامات الہی ہیں

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”ہر قوم کے لئے عید اور خوشی کے دن ہیں اور اختتام رمضان پر ہماری عید کا دن ہے۔“ نبی اکرم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو فرمایا: تم سال میں دو دن خوشی منایا کرتے تھے۔ اب خدا نے تم کو ان سے بہتر دو دن عطا فرمائے ہیں، یعنی ”عید الفطر اور عید الاضحیٰ“۔

شب عید

عید الفطر کی رات کو فرشتوں میں بوجہ خوشی کے دھوم مچ جاتی ہے اور اللہ رب العزت ان پر جلوہ فرماتے ہوئے دریافت کرتے ہیں کہ بتاؤ، مزدور اپنی مزدوری پوری کر چکے تو اس کی جزا کیا ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ اسے پوری پوری اجرت ملنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”فرشتو! تم گواہ رہو میں نے محمد ﷺ کی امت کے روزہ داروں کو بخش دیا اور ان کے لیے جنت واجب کر دی، اسی لئے اس رات کا نام فرشتوں میں لیلۃ الجائزة یعنی انعام کی رات ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو دنوں عیدوں کی شب بیداری کرے گا، نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ تو اس بندے

کا دل نہیں مرے گا، جس دن اوروں کے دل مردہ ہو جائیں گے۔ (ابن ماجہ) ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: جو ان پانچ راتوں کو جاگے گا تو اس کیلئے جنت واجب ہو جائے گی (۱) ذی الحجہ کی آٹھویں رات (۲) ذی الحجہ کو نویں رات (۳) ذی الحجہ کی دسویں رات (۴) عید الفطر کی رات (۵) شعبان کی پندرہویں رات۔

چاند رات

ہمارے معاشرے میں ایک خاص قسم کا تاثر رکھتی ہے جس میں خوشی و مسرت اور دوستوں، رشتہ داروں کی ملاقاتوں پر دلی خوشی کا احساس پایا جاتا ہے۔ وہ رات جس کو انعام کی رات، کا نام دیا گیا وہ گھروں، بازاروں میں قید سے نجات کا تاثر دیتی ہے۔ لگتا ہے وہ تمام جکڑے ہوئے شیطان اپنے لاؤ لشکر اور تمام تر ہتھیاروں، چال بازیوں کیساتھ مسلمانوں کے گھروں، محلوں، بازاروں پر پل پڑتے ہیں۔ عید کا چاند نظر آتے ہی نہ ذہن وہ جگمگاتے ہوئے لگتے ہیں نہ دلوں میں وہ نور کا سماں ہوتا ہے۔

الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا فحاشی و بے حیائی کے علم بردار بن کر سامنے آتا ہے۔ گویا کہ شیطان کی فوجیں حملہ کرنے کو تیار بیٹھی تھیں اور اب ذہنوں، دلوں اور نظروں کو گندگی اور نجس میں مبتلا کرنے کا حکم آ گیا۔ کتنے نادان ہیں ہم کہ سارا ماہ مبارک جتنی مزدوری کی وہ ضائع کر دی۔ بازاروں میں شیطان خوب کھیل کھیلتا ہے۔ مردوں اور عورتوں سے حیا، پاکیزگی، حرمت، غیرت دے پاؤں رخصت ہو جاتی ہے۔ چاند رات میں بازاروں کی رونق دیکھنے والوں کی بھی کمی نہیں۔ محسوس ہی نہیں ہوتا کہ مسلمانوں میں رمضان المبارک کے کچھ اثرات رہ گئے ہیں۔ ہم سب کو اپنے معمولات کا جائزہ لینا چاہئے کہ ہم ان مقدس ساعات میں کہاں اور کیا کرنے میں مصروف ہوں گے، جب اللہ رب العزت روزہ داروں میں اپنی رحمت خاص سے

انعامات تقسیم فرما رہے ہوں گے۔ کیا ہم دنیا کی چیزوں کی طلب میں اخروی انعام کو بھول جاتے ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نظر عنایت اور خصوصی انعام کی اہمیت نہیں ہے؟ عید کی تیاری کے سب مراحل اگر پہلے پورے کر لئے جائیں تو اس مقدس، عظیم رات کے ایک ایک لمحے سے بخوبی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

عید کا دن

ترغیب منذری میں درج ہے کہ: ”عید کی صبح کو اللہ بہت سارے فرشتوں کو شہروں میں بھیجتا ہے۔ وہ گلی کوچوں، راستوں میں کھڑے ہو کر پکارتے ہیں جن کی پکار کو انسان اور جنات کے علاوہ سب سنتے ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں۔ اے امت محمدیہ کے لوگو! تم اپنے رب کریم کی طرف نکلو، جو بہت انعام دیتا ہے اور بڑے بڑے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ جب روزے دار عید گاہ میں پہنچ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان فرشتوں سے فرماتا ہے: ان مزدوروں کا کیا بدلہ ہونا چاہیے جنہوں نے اپنے کام احسن طریقے سے انجام دے دیے ہیں؟ فرشتے جواب دیتے ہیں: اے ہمارے آقا! ان کا بدلہ یہی ہے کہ ان کی پوری پوری مزدوری دے دی جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے فرشتو! تم گواہ رہو ان کے رمضان کے روزے اور نماز کی وجہ سے میں ان سے خوش ہو گیا اور ان کو بخش دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے میرے بندو! تم مجھ سے مانگو میں اپنی عزت اور جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس اجتماع میں دنیا و آخرت کی جو بھلائی مجھ سے مانگو گے میں دوں گا اور تمہارا خصوصی خیال رکھوں گا اور جب تک میری ناراضی سے ڈرتے رہو گے تمہاری خطاؤں اور لغزشوں سے درگزر کرتا رہوں گا اور مجھے اپنی عزت و بزرگی کی قسم ہے! نہ تمہیں رسوا اور ذلیل کروں گا اور نہ مجرمین کے سامنے تمہاری رسوائی ہونے دوں گا۔ تم سب

کو میں نے معاف کر دیا۔ تم نے مجھے راضی کرنے کی کوشش کی، میں تم سے راضی ہو گیا۔ یہ اعلان اور انعام بخشش سن کر فرشتے جھوم اٹھتے ہیں اور مومنین کی کامیابی پر جشن مناتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زکوٰۃ الفطر فرض ہے جو لوگوں کو ان گناہوں سے پاک کرے گا جو رمضان میں روزے کیساتھ دانستہ یا نادانستہ سرزد ہوئے۔ جو نماز عید سے قبل ادا کرے گا اس صدقہ الفطر قبول ہوگا۔ جو عید کی نماز کے بعد ادا کرے گا تو اسے صدقہ خیرات کا ثواب مل جائے گا۔ نبی ﷺ نے مکہ مکرمہ کے گلی کوچوں میں ایک آدمی بھیج کر یہ اعلان کرایا کہ آگاہ ہو جاؤ، صدقہ فطر ہر مسلمان مرد، عورت، آزاد، غلام چھوٹے بڑے پر واجب ہے۔ (ترمذی) جو لوگ زکوٰۃ لینے کے مستحق ہیں وہ صدقہ فطر لینے کے بھی مستحق ہیں۔ گھر کا سربراہ اپنے گھر کے ہر فرد کی جانب سے صدقہ فطر ادا کرے، خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ بچہ اگر ایک دن کا بھی ہو تب بھی صدقہ فطر دینا ہوگا۔

عید کی صبح اٹھ کر روزمرہ کی ضروریات سے فارغ ہو کر عید کی نماز کے لیے تیاری کرنا واجب ہے۔ اگر اس دن حسب عادت رمضان المبارک کی طرح سحری کے وقت اٹھے اور نماز تہجد ادا کرے، اپنے رب سے مزدوری لینے کی رات اور ان مبارک اوقات کو اپنے لیے توشہ آخرت بنا سکتا ہے۔ شب عید کی بہت فضیلت ہے۔ جو عید کی رات جاگ کر عبادت کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور قیامت کے دن اس کا دل زندہ رہے گا۔ عید کی رات کو آج ہمارے گھر، گلیاں اور بازار جو نقشہ پیش کرتے ہیں ان کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمیں محاسبہ نفس کی اشد ضرورت ہے۔ مزدور اپنی مزدوری لینے کے بجائے شیطانی مشغولیات سے دلوں کو مردہ کر رہے ہوتے ہیں اور وہ تمام اجر و ثواب جو پورے رمضان المبارک میں سمیٹا ہوتا ہے، ضائع ہو جاتا ہے۔

عید کی نماز سے پہلے

میٹھی چیز کھا کر گھر سے روانہ ہونا سنت نبوی ﷺ ہے۔ رسول اللہ ﷺ طاق عدد عموماً سات کھجوریں کھا کر گھر سے عید کیلئے روانہ ہوتے تھے۔ (طبرانی) عید گاہ پیدل جانا احسن ہے بوجہ عذر سواری پر جانا بھی جائز ہے۔ (ترمذی)

اس نماز کو شہر سے باہر ادا کرنا سنت ہے۔ بلا عذر شرعی اس نماز کو شہر میں پڑھ لینا خلاف سنت ہے۔ سارے شہر کی گلی کوچوں اور راستوں سے مسلمان اپنے رب کی کبریائی کا اعلان کرتے ہوئے ایک کھلے میدان میں جمع ہوتے ہیں۔ سب قوموں کے تہوار ہوتے ہیں اور بالعموم وہ اپنے تہوار مناتے وقت کھیل تماشے، پینے پلانے اور ناچ گانے وغیرہ میں کھوجاتی ہیں۔

مسلمانوں کے تہوار اپنے رب کی حمد و ثنا سے شروع ہوتے ہیں اور جائز حدود میں سیر و تفریح، کھیل کود، میل جول، کھانے پکانے، دعوتِ طعام کے ساتھ جاری رہتے ہیں۔ غرض، اسلام کی بنیادی باتوں سے کسی بھی موقع پر صرف نظر نہیں کیا جاتا۔ ایسی حرکات جو انسانوں کو حیوانوں کے درجے پر لے آئیں قطعی منع ہیں۔ مومنوں کا اپنی افرادی قوت کا مظاہرہ کرنا بھی خوشی کے موقع پر جائز ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے گروہ کی شکل میں عید گاہ کی طرف جانے اور بلند آواز سے تکبیر پڑھنے کی تلقین کی اور یہ کہ ایک راستے سے جاؤ تو واپسی پر دوسرے راستے سے آؤ۔

عید شعائر اسلام

جمعہ کی طرح عید بھی شعائر اسلام ہے۔ اس کا احترام اور اس کے تقاضے سنت نبوی ﷺ کے مطابق پورا کرنا ہر مومن، مرد و عورت اور بچے پر واجب ہے۔

عید کے دن نماز سے پہلے گھر سے روانہ ہونے سے لے کر (تمام راستے) اور نماز کھڑی ہونے تک زیادہ سے زیادہ تکبیریں پڑھنا چاہئیں۔ ساری فضا ایک نورانی احساس اور پاکیزہ جذبے سے معمور ہو جائے اور دشت و جبل نام حق سے گونج اٹھیں۔ عید کے دن سرکارِ دو عالم محمد رسول اللہ ﷺ اس دعا کو پڑھا کرتے تھے۔

اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ عَيْشَةً نَقِيَّةً وَ مِئْتَةً سَوِيَّةً وَ مَرَدًّا غَيْرَ مَخْزِيٍّ وَ لَا فَاضِحٍ. اللَّهُمَّ لَا تُهْلِكْنَا فَجَاءَةً وَ لَا تَأْخُذْنَا بَعْتَةً وَ لَا تَعْجَلْ عَنَّا حَقٌّ وَ لَا وَصِيَّةً. اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ الْعَفَاةَ وَ الْغِنَى وَ الْبَقَاءَ وَ الْهُدَى وَ حُسْنَ عَاقِبَةِ الْآخِرَةِ وَ الدُّنْيَا وَ نَعُوذُ بِكَ مِنَ الشُّكِّ وَ الشِّقَاقِ وَ الرِّيَاءِ وَ السَّمْعَةِ فِي دِينِكَ ، يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ۔

”خدا یا! ہم تجھ سے پاک و صاف زندگی اور ایسی ہی عمدہ موت طلب کرتے ہیں۔ خدا یا! ہمارا لوٹنا ذلت و رسوائی کا نہ ہو۔ خدا یا! ہمیں اچانک ہلاک نہ کرنا نہ اچانک پکڑنا اور نہ ایسا کرنا کہ ہم حق ادا کرنے اور وصیت کرنے سے بھی رہ جائیں۔ خدا یا! ہم تجھ سے حرام سے اور دوسروں کے سامنے سوال بننے کی فضیحت سے بچنے کی دعا کرتے ہیں۔ اے اللہ، ہم تجھ سے پاکیزہ زندگی، نفس کا غنی، بقا، ہدایت و کامیابی اور دنیا و آخرت کے انجام کی بہتری طلب کرتے ہیں۔“

اے ہمارے رب ہم شکوک و شبہات اور آپس میں نفاق، ریا، بناوٹ اور دین کے کاموں میں دکھاوے کے عمل سے پناہ چاہتے ہیں۔ اے دلوں کے پھیرنے والے رب! ہمارے دل ہدایت کی طرف پھیرنے والے رب! ہمارے دل ہدایت کی طرف پھیرنے کے بعد ٹیڑھے نہ کرنا اور ہمیں اپنی طرف سے خاص رحمت عطا فرما۔ بے شک تو سب کچھ دینے والا ہے۔“

اسلامی تہواروں میں نہ شراب و قمار ہے نہ لہو و لعب اور نہ انسانیت سوز نظارے بلکہ خاکساری و خشیت الہی کے جلوے ہیں۔ ایثار و مساوات کے مجسمے اور ہمدردی و غم خواری کے نمونے ہیں۔ اتحاد و اتفاق کی جیتی جاگتی عملی تصویر نظر آتی ہے۔ مسلمانوں کی عیدوں میں نہ کھیل تماشہ ہے نہ وقت کے ضیاع کا کوئی عمل ہے، بلکہ ان خوشی کے دنوں میں بھی عبادت الہی اور ذکر و تسبیح و تہلیل ہے۔ مومن اپنی دنیا کی آسائشوں کے بجائے آخرت کیلئے ہر لمحہ فکر مند رہتا ہے۔ اسلئے عید کی تیاریوں میں مگن ہو کر ایسا ہوش و خرد سے بے بہرہ نہیں ہو جاتا کہ فرائض کی بجا آوری تک بھول جائے۔

عید اور خواتین

ہم دیکھتے ہیں کہ شب عید، شاپنگ، مہندی، چوڑیوں، سلائیوں اور میچنگ کی فکر میں گزر جاتی ہے اور نماز فجر سے غفلت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ گھڑیاں رب کی رضا کے حصول کی خصوصی گھڑیاں ہیں اور تحائف خصوصاً عید کا رڈز کا انتخاب تو ایمان کا امتحان ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو کارڈز اور ٹی وی، ویڈیو، سی ڈی کے ذریعے فحاشی پھیلاتے ہیں اور جو لوگ ان کو خرید کر فحاشی پھیلانے میں مدد و معاون بنتے ہیں، سب کے لیے دنیا و آخرت میں ذلت و رسوائی مقدر ہے۔ یہ قرآن کا صریح حکم ہے۔

عید اور فکرِ آخرت

عید کی حقیقی خوشیوں کو محض دنیاوی خوشیوں کا محور نہیں جانا چاہیے بلکہ توشہ آخرت پر بھی نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مومن کی پانچ عیدیں ہیں۔

۱۔ جس گناہ سے محفوظ رہے اور کوئی گناہ سرزد نہ ہو۔
۲۔ جس دن دنیا سے اپنا ایمان سلامت لے جائے اس کی وہ عید ہے۔
۳۔ جس دن دوزخ کے پل سے سلامتی کے ساتھ گزر جائے۔
۴۔ جس دن دوزخ کے پل سے جنت میں داخل ہو جائے۔
۵۔ جس دن اپنے رب کی رضا کو پالے اور اس کے دیدار سے اپنی آنکھیں روشن کرے وہ عید کا دن ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی نے عید کے دن دیکھا کہ آپ خشک روٹی کھا رہے ہیں۔ دیکھنے والے نے کہا: اے ابو تراب رضی اللہ عنہ! آج عید ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہماری عید اس دن ہے جس دن کوئی گناہ نہ کیا ہو۔

وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ کو کسی نے عید کے دن روتے دیکھا تو کہا: آج تو مسرت و شادمانی کا دن ہے۔ حضرت وہب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ خوشی کا دن اس کے لیے ہے جس کے روزے مقبول ہو گئے۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے عید کے دن لوگوں کو کھیل کود میں مشغول دیکھ کر فرمایا: لوگ عید میں مشغول ہو کر عید کو بھول گئے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ عید کے فضائل کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

عید ان کی نہیں جنہوں نے عمدہ لباس سے اپنے آپ کو آراستہ کیا۔ عید تو ان کی ہے جو خدا کی عید اور پکڑ سے بچ گئے۔

عید ان کی نہیں جنہوں نے آج بہت سے خوشبوؤں کا استعمال کیا، عید تو ان لوگوں کی ہے جنہوں نے گناہوں سے توبہ کی اور اس پر قائم رہے۔

عید ان لوگوں کی نہیں جنہوں نے بڑی بڑی دیکیں چڑھا دیں اور بہت سے کھانے پکائے، عید تو ان کی ہے جنہوں نے حتی الامکان نیک بننے کی کوشش کی اور

نیک بنے رہنے کا عہد کیا۔ عیدان کی نہیں جو دنیاوی زینت کے ساتھ نکلے، عید تو ان کی ہے جنہوں نے تقویٰ و پرہیزگاری کو زاہد راہ بنایا۔

عیدان کی نہیں جنہوں نے عمدہ عمدہ سواریوں پر سواری کی، عید تو ان کی ہے جنہوں نے گناہوں کو ترک کر دیا۔

عیدان کی نہیں جنہوں نے اعلیٰ درجے کے فرش سے (قالینوں سے) اپنے مکانوں کو آراستہ کر لیا، عید تو ان کی ہے جو دوزخ کے پل سے گزر گئے۔

عیدان کی نہیں جو کھانے پینے میں مشغول ہو گئے، عیدان لوگوں کی ہے جنہوں نے اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کیا۔

☆☆☆

عیدین کا فلسفہ

بلاشبہ دین اسلام انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ایک ایسا جامع ترین اور عالمگیر مذہب ہے جو فطرت انسانی کے عین موافق ہے، مذہب اسلام کی یہ امتیازی خصوصیت و انفرادی شان ہے کہ اس کے قوانین و ضوابط، احکام و مسائل اور حدود و قیود میں سے کوئی بھی انسانی فطرت کے خلاف نہیں ہے بلکہ سب کے سب بنی نوع انسان کی فطرت سے ہم آہنگ اور افادیت کے حامل ہے، یہ دنیا کا واحد دھرم ہے جس میں انسانی فطرت کے جملہ تقاضوں کی بھرپور رعایت کی گئی ہے۔

فرحت و انبساط اور مسرت و شادمانی ہر فرد بشر کی سرشت میں داخل ہے، قدرتی طور پر ہر کوئی اظہار خوشی کا خواہاں و خواہش مند ہوتا ہے، شریعت اسلام نے انسان کے اس فطری تقاضوں کا بھرپور خیال کیا ہے اور دائرہ میں رہ کر خنک و مزاح اور ہنسی و مذاق کو مباح قرار دیا ہے۔ بشری زندگی کو شادان و فرحان کرنے کے لئے شریعت مطہرہ میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا گیا ہے، بلکہ فضا کو خوش و خرم بنانے اور معاشرہ کو ہشاش و بشاش بنانے کے لئے ہر طرح کی تدبیر کی گئی ہے اور اس سلسلہ میں یہاں تک رہنمائی کی گئی ہے کہ ایک مسلمان جب دوسرے مسلمان سے ملاقات

کرے تو خندہ پیشانی سے ملے تاکہ معاشرتی زندگی خوشیوں سے سرشار رہے اور بنی نوع انسان کی زندگی پر بہار گزرے اور فرحت و مسرت کا لطف اٹھائے۔

مسلمانوں کے لئے دو عیدیں

اسی حکمت و مصلحت کے پیش نظر عیدین کی مشروعیت عمل میں آئی اور مسلمانوں کو سالانہ دو دن عید کیلئے عطا کئے گئے تاکہ وہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ دونوں دنوں میں خوشیاں منائیں، فرحان و شاداں رہیں، آپسی رنجش کو فراموش کر دیں، باہمی اختلاف و انتشار کو بھولا ڈالیں، فرحت و مسرت کا ماحول قائم کریں، الفت و محبت کا پیغام عام کریں اور اپنی اجتماعیت کا مظاہرہ کریں کہ دیکھنے والے انگشت بدنداں ہوں اور ان پر رعب طاری ہو جائے اور غیر مسلمان پر نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی ہمت و جرأت نہ کرے۔ خادم رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

”قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَ لَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُونَ فِيهِمَا فَقَالَ: مَا هَذَانِ الْيَوْمَانِ؟ قَالُوا: كُنَّا نَلْعَبُ فِيهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَبَدَلَ كُمْ بِهَا خَيْرًا مِنْهَا يَوْمَ الْأَضْحَى وَيَوْمَ الْفِطْرِ“.

”اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب (ہجرت کر کے مکہ سے) مدینہ تشریف لائے، ان دنوں مدینہ والوں کے یہاں دو دن (عید کے) تھے جن میں وہ کھیل کود کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ سے سوال کیا یہ دو دن کیسے ہیں؟ (جن کو تم لوگوں نے کھیل کود کرنے اور خوشیاں منانے کے لئے مقرر رکھا ہے) انہوں نے جواب دیا کہ ہم دور جاہلیت میں ان دونوں دنوں میں کھیل کود کیا کرتے تھے، (جواب تک جاری ہے) اس کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان

دونوں دنوں کے بدلے میں تمہیں ان سے بہتر دو دن عطا فرمایا ہے۔ ”عید الاضحیٰ اور عید الفطر کا دن“۔ (نسائی، ابوداؤد)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ بیان فرماتی ہیں کہ عید کے دن سوڈان کے چند حبشی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد نبوی میں ڈھال اور نیزے سے کھیل کا مظاہرہ کر رہے تھے (اور عید کے دن اپنی خوشیوں کا اظہار کر رہے تھے) میری درخواست پر یا آپ نے از خود مجھ سے پوچھا کہ کیا تم ڈھال اور نیزے کا یہ کھیل دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے جواب دیا ”ہاں“ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے پیچھے کھڑا کیا اور میں نے اپنا چہرہ آپ کے کندھے مبارک پر رکھا اور آپ نے اپنی چادر سے مجھے چھپالیا پھر میں جی بھر کر حبشی نوجوان صحابہ کا کھیل دیکھتی رہی تاکہ میں اکتا گئی پھر آپ نے مجھ سے پوچھا: بس؟ میں نے جواب دیا: ہاں تو آپ نے فرمایا ٹھیک ہے جاؤ“۔ (بخاری وغیرہ کتب حدیث)

عیدین سے متعلق مذکورہ حدیثوں سے معلوم ہوا کہ آمد اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں سے اہل مدینہ سالانہ دو تہوار مناتے تھے، جس میں وہ خوشیاں مناتے اور کھیل کود کرتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ جاہلیت کے ان دونوں دنوں کا بائیکاٹ کیا اور مسلمانوں کیلئے دو الگ عیدین (عید الفطر اور عید الاضحیٰ) مشروع مقرر کیا جس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ دین اسلام میں سالانہ دو ہی عیدین تیسری کسی عید کا تصور قطعی نہیں ہے، چنانچہ خیر القرون میں ہمارے سلف صالحین و بزرگان دین سے مذکورہ دونوں عید کے علاوہ کسی تیسری عید کا سراغ نہیں ملتا ہے، اگر سالانہ تیسری عید کی شریعت میں گنجائش ہوتی تو کتاب و سنت میں اس کا ذکر صراحتاً یا اشارتاً ضرور ملتا۔ عیدین سے متعلق جو احکام و مسائل اور ہدایات و تنبیہات کتاب و سنت میں مسلمانوں کو دی گئی ہیں ان سے مشروعیت عیدین کی ایک حکمت یہ بھی سمجھ میں آتی ہے

کہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے درمیان اتفاق و اتحاد قائم کرنا اور اختلاف و انتشار کو ختم کرنا مقصود ہے بایں طور پر کہ عیدین میں فرمان رسول ﷺ کے مطابق مردوزن تمام مسلمانوں کو عید گاہ میں جمع ہونا ہوتا ہے۔ اور اکٹھا سب کو مل جل کر اتفاق و اتحاد کے ساتھ نماز عید ادا کرنی ہوتی ہے، تکبیریں پڑھتی رہتی ہیں اور اس میں مسلمان خوشی خوشی آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں، مبارک بادی دیتے ہیں، باہم کھانے کھلانے کے معاملہ میں سبقت کرتے ہیں اور عید الفطر میں صدقہ فطر کے ذریعہ اور عید الاضحیٰ میں قربانی کے گوشت کے ذریعہ غریبوں، ناداروں کو بھی اس خوشی میں برابر کا شریک کہا جاتا ہے پھر امیر و غریب کے درمیان بلا کسی تمیز کے سبھی مسلمان خوشیاں مناتے ہیں۔ یقیناً اس دن وحدت و یکجہتی کا ایک رواج پرور منظر ہوتا ہے، اختلاف و انتشار، بغض و نفرت، عداوت و دشمنی کے خاتمہ کی سہانہ گھڑی ہوتی ہے اور مشاہدہ سے یہ ثابت ہے کہ اس موقع سے بہت سی پرانی رنجشیں، لڑائیاں، اور جھگڑے مٹ جاتے ہیں، دراڑیں مندمل ہو جاتی ہیں دوریاں ختم ہو جاتی ہیں، قربت بڑھ جاتی ہے اور محبت و ملنساری میں غیر معمولی اضافہ ہو جاتا ہے۔

عیدین کی یہ وہ محاسن و خوبیاں اور خصائص و امتیازات ہیں جو غیر مسلموں کے تہواروں میں نہیں ہوتی ہیں بلکہ ان کے تہواروں میں حیا سوز حرکتیں، خلاف فطرت اعمال، غیر مناسب افعال، بے جا اخراجات، مال و دولت کی بربادی وغیرہ۔ بہت سی برائیاں و خرابیاں پائی جاتی ہیں۔ ان ہی خباثت و غلاظتوں سے محفوظ رکھنے کیلئے دین اسلام نے غیروں کی عیدوں میں شرکت سے بڑی سختی سے منع کیا ہے۔

☆☆☆

عیدِ نبوی ﷺ

ابوداؤد میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اس وقت وہاں دودن خاص تھے جس میں وہ لوگ کھیل تماشے کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ دودن کیسے ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ جاہلیت میں ہم ان دنوں میں کھیل کود وغیرہ میں مشغول ہوتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اس سے اچھا بدل عطا فرمایا ہے، یوم الاضحیٰ و یوم الفطر۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تحفے کی شکل میں یہ دو تہوار دیئے۔ ایک تحفہ قربانی لے کر اور ایک قربانی لینے سے پہلے، قربانی لے کر جو تحفہ دیا جاتا ہے وہ عید الفطر ہے، ۲۹ یا ۳۰ دن روزے اور تراویح، یعنی دن و رات میں عبادتوں میں مشغول رکھ کر۔

”ترغیب و ترہیب“ (منذری) میں حضرت سعد بن اوس الانصاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے حضرت اوس الانصاری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب عید الفطر کا دن آتا ہے، تو خدا کے فرشتے تمام راستوں کے نکل پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے مسلمانو! رب کے پاس چلو جو بڑا کریم ہے اور جو نیکی اور بھلائی کی باتیں بتاتا اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دیتا ہے، پھر اس پر بہت زیادہ انعام

دیتا ہے، تمہیں اس کی طرف سے تراویح پڑھنے کا حکم دیا گیا تو تم نے روزے رکھے اور اپنے رب کی اطاعت گزاری کی تو اب چلو اپنا انعام لے لو۔ اور جب لوگ عید کی نماز پڑھ چکے ہیں تو خدا کا ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے کہ اے لوگو! تمہارے رب نے تمہاری بخشش فرمادی، پس تم اپنے گھروں کو کامیاب و کامران لوٹو، یہ عید کا دن، انعام کا دن ہے اور اس دن کو فرشتوں کی دنیا میں (آسمان پر) ”انعام کا دن“ کہا جاتا ہے۔

عید منانے کا حق کس کو ہے؟

عید تو اصل اسی کی ہے جس نے رمضان کے روزے صحیح طور پر اور سنت کے مطابق رکھے، رمضان کا بابرکت مہینہ سنت کے مطابق گزارا، شب گزاری کی، تراویح اور تہجد کا التزام کیا دعا اور تلاوت، تسبیح و ذکر میں وقت لگایا، اور خدمت خلق کا کوئی موقع ہاتھ آیا تو اس کو گنوا یا نہیں۔ خیر کے کاموں میں آگے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور عید کی شب کو جو کہ لیلۃ الجائزۃ (انعام کی رات) ہے ضائع نہیں کیا۔ تو اگلی صبح واقعی اس کے لئے صبح عید ہے۔ اس میں بھی اللہ نے دو گانہ شکرانہ ہمارے لئے رکھا، اس میں حضور ﷺ کا جو معمول تھا اسے علامہ ابن القیم کی زبانی سنئے:

”رسول اللہ ﷺ عید کی نماز اس عید گاہ میں ادا فرماتے تھے جو مدینہ کے مشرقی دروازہ پر ہے،... آپ نے عید کی نماز اپنی مسجد میں صرف ایک بار پڑھی وہ بھی بارش کی وجہ سے (اگر اس حدیث میں جو سنن ابوداؤد و ابن ماجہ میں سے کوئی کلام نہ کیا جائے)۔ لیکن معمول عید گاہ ہی میں نماز پڑھنے کا رہا۔“

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی عید کے سلسلہ میں رقمطراز ہیں:

”دنیا کی تمام قوموں اور ملتوں میں سالانہ تہوار اور تقریبیں آزادی و بے قیدی اور لذت و تعیش کے دن مانے گئے ہیں، بے حیائی و بے شرمی، لذت و ہوس، لہو و لعب

اور سیر و تفریح کا مبالغہ آمیز رجحان ان کا شعار اور ان تقریبات کا موضوع بن گیا ہے، یہاں تک کہ یہ تہوار عبادت کے معنی و مفہوم کے بالکل مخالف، سنجیدگی و متانت سے عاری اور خشوع و انابت سے یکسر خالی ہو گئے ہیں اس کے برعکس یہ دونوں عید الفطر اور عید الاضحیٰ جو شارع نے انسانی فطرت کی تسکین اور حقیقت کے اعراف کے طور پر مسلمانوں کو عطا کی ہے۔“ (ارکان اربعہ، صفحہ ۸۹)



اللہ والوں کی عید کیسی؟

شہزادے کی عید

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ عید کے دن اپنے شہزادے کو پرانی قمیص پہنے دیکھا تو رو پڑے۔ شہزادے نے عرض کیا، پیارے ابا جان! آپ کس لئے رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا بیٹا! مجھے اندیشہ ہے کہ آج عید کے دن جب لڑکے آپ کو اس پھٹے پرانے قمیص میں دیکھیں گے تو آپ کا دل ٹوٹ جائے گا۔ شہزادے نے جواباً عرض کیا۔ دل تو اس کا ٹوٹے جو رضائے الہی عزوجل کو نہ پاسکا، یا جس نے ماں یا باپ کی نافرمانی کی ہو اور مجھے امید ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی رضا مندی کے طفیل اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے راضی ہوگا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے، شہزادے کو گلے لگایا اور اس کیلئے دعا کی۔ (مکاشفۃ القلوب)

شہزادیوں کی عید

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عید سے ایک دن قبل آپ کی شہزادیاں حاضر ہوئیں اور بولیں ”بابا جان! کل عید کے دن ہم

کون سے کپڑے بہنیں گے؟ فرمایا یہی کپڑے جو تم پہن رکھے ہیں انہیں آج دھولو اور کل پہن لینا۔ ”نہیں! بابا جان! آپ ہمیں نئے کپڑے بنوادیں“ ننھی منی شہزادیوں نے ضد کرتے ہوئے کہا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری پیاری بچیو! عید کا دن اللہ عزوجل کی عبادت کرنے اور اس کا شکر بجالانے کا دن ہے۔ نئے کپڑے پہننا ضروری تو نہیں۔ ”بابا جان! آپ کا فرمانا بے شک درست ہے لیکن ہماری سہیلیاں اور دوسری لڑکیاں ہمیں طعنے دیں گی کہ تم امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی لڑکیاں ہو اور وہی پرانے کپڑے پہن رکھے ہیں۔

یہ کہتے ہوئے شہزادیوں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ یہ دیکھ کر امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کا دل بھی بھرا آیا آپ رضی اللہ عنہ نے خازن (وزیر مال) کو بلا کر فرمایا: ”مجھے میری ایک ماہ کی تنخواہ پیش کی لا دو“۔

خازن نے عرض کی ”حضور! کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ ایک ماہ تک مزید زندہ رہیں گے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جزاک اللہ خیرا۔ آپ نے بے شک عمدہ اور صحیح بات کہی۔ خازن چلا گیا آپ رضی اللہ عنہ نے شہزادیوں سے فرمایا پیاری بیٹیو! اللہ عزوجل و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا پر اپنی خواہشات کو قربان کر دو، کوئی شخص اس وقت تک جنت کا مستحق نہیں بن سکتا، جب تک وہ کچھ قربانی نہ دے۔ (مدن اخلاق)

عید صرف اجلے کپڑے پہننے کا نام نہیں

اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے! اس سے ہمیں یہی درس ملا کہ اجلے کپڑے پہن لینے کا نام عید نہیں ہے رنگ برنگے کپڑے پہننے بغیر بھی عید منائی جاسکتی ہے۔ اللہ اکبر! حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کس قدر غریب و مسکین خلیفہ تھے۔ اتنی بڑی سلطنت کے حاکم ہونے کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ نے کوئی رقم جمع نہ کی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے

خازن بھی کس قدر دیانت دار تھے۔ انہوں نے کیسے خوبصورت انداز سے پیشگی تنخواہ دینے سے انکار کر دیا۔ اس واقعہ سے ہم سب کو بھی عبرت حاصل کرنی چاہیے اور پیشگی تنخواہ یا اجرت لینے سے پہلے خوب اچھی طرح غور کر لینا چاہیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ پیشگی لی ہوئی تنخواہ یا اجرت کا حق ادا کرنے سے پہلے ہی موت آجائے اور ہمارے سر پر دنیوی مال کا وبال رہ جائے اور خدا نخواستہ آخرت میں ہم پھنس جائیں۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی عید

اللہ عزوجل کے مقبول بندوں کی ایک ایک ادا ہمارے لئے موجب درس عبرت ہوتی ہے۔ دیکھئے شیخ سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان کتنی زبردست اور ارفع و اعلیٰ ہے لیکن باوجود اتنی بڑی شان ہونے کے ہمارے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کیا چیز پیش فرماتے ہیں؟ پڑھئے اور عبرت حاصل کیجئے چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک رباعی میں ارشاد فرمایا ہے۔

خلق گوید کہ فردا روزِ عید است
خوشی در روح ہر مومن پیدا است
دراں روزے کہ با ایمان بمیرم
مرا در ملک خود آں روزِ عید است

یعنی لوگ کہہ رہے ہیں کل عید ہے کل عید ہے۔ اور سب خوش ہیں لیکن میں تو جس دن اس دنیا سے اپنا ایمان محفوظ لے کر گیا۔ میرے لیے تو وہی دن عید کا دن ہوگا۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ! کیا شان تقویٰ ہے۔ اتنی بڑی شان کہ اولیائے کرام کے سردار! اور اس قدر تواضع و انکسار! یہ سب کچھ دراصل ہمارے درس کے لیے ہے اور ہمیں بتانا مقصود ہے کہ خبردار! ایمان کے معاملہ میں غفلت نہ کرنا۔ ہر وقت ایمان

کی حفاظت کی فکر میں لگے رہنا، کہیں ایسا نہ کہ تمہاری غفلت اور معصیت کے سبب ایمان کی دولت تمہارے ہاتھ سے نکل جائے۔

عید کس کے لئے ہے

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے سرشار دیوانو! سچی بات تو یہی ہے کہ عید تو دراصل ان خوش بخت مسلمانوں کیلئے ہے جنہوں نے ماہ رمضان المعظم کو روزوں، نمازوں اور دیگر عبادتوں میں گزارا، یہ تو عید ان کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزدوری ملنے کا دن ہے۔ ہمیں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیے کہ آہ! محترم ماہ کا ہم حق ادا ہی نہ کر سکے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عید

عید کے دن لوگ کا شانہ خلافت پر حاضر ہوئے تو کیا دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ دروازہ بند کر کے زار و قطرارور ہے ہیں۔ لوگوں نے حیران ہو کر تعجب سے عرض کیا، یا امیر المؤمنین! آج تو عید کا دن ہے۔ آج تو شادمانی و مسرت اور خوشی منانے کا دن ہے۔ یہ خوشی کی جگہ رونا کیسا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے آنسو پونچھتے ہوئے فرمایا: ہَذَا يَوْمُ الْعِيدِ وَ هَذَا يَوْمُ الْوَعِيدِ۔ اے لوگو! یہ عید کا دن بھی ہے اور وعید کا دن بھی ہے۔ آج جس کے نماز و روزہ مقبول ہو گئے بلاشبہ اس کیلئے آج عید کا دن ہے لیکن آج جس کی نماز و روزہ کو اس کے منہ پر مار دیا گیا ہو اس کیلئے تو آج وعید ہی کا دن ہے۔ اور میں تو اس خوف سے رو رہا ہوں کہ آہ! اَنَا لَا أَدْرِي مِنَ الْمَقْبُولِينَ أَمِنَ الْمَطْرُورِ دِينَ مجھے یہ معلوم نہیں کہ میں مقبول ہوا ہوں یا، رد کر دیا گیا ہوں۔

عید کے دن عمر یہ رو رو کر
بولے نیکوں کی عید ہوتی ہے

ہماری خوش فہمی

اللہ اکبر! محبت والو! ذرا سوچو، خوب سوچو! وہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جن کو مالک جنت تاجدار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات ظاہری ہی میں جنت کی بشارت عنایت فرمادی تھی۔ ان کا روزہ اور مقبول نہ ہو؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یقیناً آپ رضی اللہ عنہ کا روزہ مقبول تھا۔ بے شک مقبول تھا، بلاشبہ مقبول تھا مگر آپ رضی اللہ عنہ پر خوفِ خداوندی عزوجل کا اس قدر غلبہ تھا کہ صرف یہ سوچ سوچ کر تھڑا رہے تھے کہ نہ معلوم میری رمضان المبارک کی عبادتیں قبول ہوں یا نہیں۔ سبحان اللہ! عید الفطر کی خوشی منانا جن کا حقیقی حق تھا ان کے خوف و خشیت کا تو یہ عالم ہو کہ عید کے دن پھوٹ پھوٹ کر روئیں اور ہم جیسے نکلے اور باتونی لوگوں کا حال یہ ہے کہ نیکی کے ”ن“ کے نقطے تک تو پہنچ نہیں پاتے مگر خوش فہمی کا حال یہ ہے کہ ہم جیسا نیک اور پارسا تو شاید دنیا میں اب باقی رہا ہی نہ ہو۔ اس حیرت انگیز واقعہ سے ان نادانوں کو خصوصاً درس عبرت حاصل کرنا چاہیے جو اپنی عبادت پر ناز کرتے پھولے نہیں سماتے اور اپنے نیک اعمال مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، مساجد کی خدمت، خلق خدا کی مدد اور سماجی فلاح و بہبود کے کاموں وغیرہ کو اپنے خیال میں ”کارنامہ“ تصور کرتے ہوئے، ہر جگہ چمکتے اعلان کرتے پھرتے، ڈھنڈورا پیٹتے نہیں تھکتے بلکہ اپنے نیک کاموں کی (معاذ اللہ) اخبارات و رسائل میں تصاویر تک چھپوانے سے گریز نہیں کرتے۔ آہ! ان کا ذہن کس طرح بنایا جائے؟ ان کی تعمیر اور اخلاقی سوچ کس طرح فراہم کی جائے؟ انہیں کس طرح باور کرایا جائے کہ میرے نادان بھائیو! اس طرح بلا ضرورت شرعی اپنی نیکیوں کا اعلان ریا کاری ہے اور ریا کاری سراسر تباہ کاری ہے۔ ایسا کرنے سے نہ صرف اعمال برباد ہوتے ہیں بلکہ ریا کاری کا گناہ اعمال نامہ میں درج کر دیا جاتا ہے اور فوٹو چھپوانا

توبہ! توبہ! ریا کاری پر سینہ زوری! اپنے اعمال کی نمائش کا اتنا شوق کہ فوٹو جیسے حرام ذریعے کو بھی نہ چھوڑا۔ ریا کاری کی تباہ کاری۔ میں میں کی مصیبت اور انسانیت کی نحوست سے اللہ عزوجل ہم سب مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔ آمین

شیطان کا اوویلا

حضرت سیدنا وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بھی عید آتی ہے شیطان چلا چلا کر روتا ہے۔ اس کی بدحواسی دیکھ کر تمام شیاطین اسکے گرد جمع ہو کر پوچھتے ہیں، اے آقا! آپ کیوں غضب ناک اور اداس ہیں؟ وہ کہتا ہے ”ہائے افسوس! اللہ تعالیٰ نے آج کے دن امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بخش دیا ہے۔ اب یوں کرو کہ تم انہیں لذتوں اور خواہشات نفسانی میں مشغول کر دو۔“ (مکاشفۃ القلوب)

کیا شیطان کامیاب ہے

عید مدینہ کے طلب گار اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے شیطان پر عید کا دن کس قدر گراں گزرتا ہے۔ لہذا وہ اپنے چیلوں کو حکم صادر کر دیتا ہے کہ تم مسلمانوں کو لذاتِ نفسانی میں مشغول کر دو۔ آہ! فی زمانہ شیطان اپنے اس وار میں کامیاب ہوتا نظر آ رہا ہے۔ آہ! صد آہ کہ عید کی آمد پر ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ عبادات و حسنات کی کثرت کر کے اللہ عزوجل کا زیادہ سے زیادہ شکر ادا کیا جاتا مگر افسوس! صد افسوس! اب مسلمان عید سعید کا حقیقی مقصد ہی بھلا بیٹھے ہیں۔

ہائے افسوس! اب تو عید منانے کا یہ انداز ہو گیا ہے کہ بیہودہ قسم کی الٹی سیدھی ڈیزائن والے بلکہ معاذ اللہ عزوجل جانداروں تک کی تصاویر والے بھڑکیلے کپڑے پہنے جاتے ہیں، بے ڈھنگ میلے جھمیلوں، ناچ

گانوں اور فلموں ڈراموں کا اہتمام کیا جاتا ہے اور جی کھل کر وقت و دولت دونوں کو خلاف سنت و شریعت افعال میں برباد کیا جاتا ہے۔

افسوس! صد ہزار افسوس! ہم اب اس مبارک دن کو کس قدر غلط سمجھنے لگے ہیں۔ میرے بھائیو! ان خلاف شرع باتوں کے سبب ہو سکتا ہے کہ یہ عید سعید ہمارے لیے یوم و عید بن جائے۔ بھائیو! اپنے حال پر جم کرو! فیشن پرستی اور فضول خرچی سے باز آ جاؤ! دیکھو تو سہی! اللہ عزوجل نے فضول خرچوں کو قرآن پاک میں شیطان کا بھائی قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَا تَبْذُرْ تَبْذِيرًا إِنَّ الْمُبْذِرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيْطَانِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا۔ اور فضول نہ اڑا۔ بے شک اڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب عزوجل کا بڑا ناشکر ہے۔ (پ ۱۵، ۳۷)

صدقہ فطر کی مقدار

ایک سو پچھتر روپے اٹھنی بھر یعنی دو سیر تین چھٹانک آدھا تولہ، یادو گلو اور تقریباً پچاس گرام وزن گے ہوں یا اس کا آٹایا اتنے گے ہوں کی قیمت ایک صدقہ فطر کی مقدار ہے۔

عید کا تحفہ

سرکارِ مدینہ، سرورِ قلب و سینہ فرماتے ہیں کہ جو شخص عید کے دن تین سو مرتبہ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ پڑھے اور فوت شدہ مسلمانوں کی ارواح کو اس کا ثواب ہدیہ کرے تو ہر مسلمان کی قبر میں ایک ہزار انوار داخل ہوں گے اور جب وہ پڑھنے والا خود مرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی قبر میں بھی ایک ہزار انوار داخل فرمائے گا۔ (مکاشفۃ القلوب)

(یہ وردوں عیدین میں کیا جاسکتا ہے)

پیارے اسلامی بھائیو! اب ان باتوں کو بیان کیا جاتا ہے جو عیدین یعنی عید الفطر اور بقر عید دونوں ہی میں سنت ہیں۔ چنانچہ عید کے دن یہ امور سنت (مستحب) ہیں۔

عید کی اکیس سنتیں اور آداب

(۱) حجامت بنوانا (مگر زلفیں بنوائے نہ کہ انگریزی بال) (۲) ناخن تراشوانا (۳) غسل کرنا (۴) مسواک کرنا (یہ اس کے علاوہ ہے جو وضو میں کی جاتی ہے کہ وضو میں تو سنت مؤکدہ ہے۔ (بحوالہ رد المحتار) (۵) اچھے کپڑے پہننا، نئے ہوں تو نئے ورنہ دھلے ہوئے (۶) خوشبو لگانا (جب بھی خوشبو لگائیں تو پاک عطر لگائیں اسپرے سینٹ نہ لگائیں کہ یہ ناپاک ہوتا ہے) (۷) انگوٹھی پہننا (جب کبھی انگوٹھی پہنیں تو اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ صرف ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن چاندی کی ایک ہی انگوٹھی پہنیں۔ ایک سے زیادہ نہ پہنیں اور اس ایک انگوٹھی میں بھی نگینہ ایک ہی ہو۔ ایک سے زیادہ نگینے نہ ہوں اور بغیر نگینے کے بھی نہ پہنیں۔ نگینے کے وزن کی کوئی قید نہیں۔ چاندی یا کسی اور دھات کا چھلہ یا چاندی کے بیان کردہ وزن وغیرہ کے علاوہ کسی بھی دھات کی انگوٹھی یا چھلا نہیں پہن سکتے (۸) نماز فجر محلہ کی مسجد میں پڑھنا (۹) عید الفطر کی نماز کو جانے سے پہلے چند کھجوریں کھالینا۔ تین، پانچ، سات یا کم و بیش، مگر طاق ہوں کھجوریں نہ ہوں تو کوئی میٹھی چیز کھالیں۔ اگر نماز سے پہلے کچھ نہ بھی کھایا تو گناہ نہیں ہے۔ مگر عشا تک نہ کھایا تو عتاب کیا جائیگا۔ (۱۰) نماز عید عید گاہ میں ادا کرنا (۱۱) عید گاہ پیدل جانا (۱۲) سواری پر بھی جانے میں حرج نہیں مگر جس کو پیدل جانے پر قدرت ہو اس کے لئے پیدل جانا افضل ہے اور واپسی میں سواری پر جانے میں حرج نہیں۔ (۱۳) نماز عید کے لئے ایک راستے سے جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا (۱۴) عید کی نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا۔ (افضل تو یہی

ہے مگر عید کی نماز سے قبل نہ دے سکے تو بعد میں دے دیں۔ (۱۵) خوشی ظاہر کرنا (۱۶) کثرت سے صدقہ دینا (۱۷) عید گاہ کو اطمینان و وقار اور نیچی نگاہ کیے جانا۔ (۱۸) آپس میں مبارک باد دینا (۱۹) بعد نماز عید مصافحہ (یعنی ہاتھ ملانا) اور معانقہ (یعنی بغل گیر ہونا) جیسا کہ عموماً مسلمانوں میں رائج ہے (۲۰) عید اضحیٰ (یعنی بقرعید) تمام احکام میں عید الفطر (یعنی بیٹھی عید) کی طرح ہے صرف بعض باتوں میں فرق ہے مثلاً اس میں (یعنی بقرعید میں) مستحب یہ ہے کہ نماز سے پہلے کچھ نہ کھائے چاہے قربانی کرے یا نہ کرے اور اگر کھالیا تو کراہت بھی نہیں۔ (۲۱) عید الفطر (یعنی بیٹھی عید) کی نماز کے لیے جاتے ہوئے راستے میں آہستہ سے تکبیر کہیں اور نماز عید اضحیٰ کے لیے جاتے ہوئے راستے میں بلند آواز سے تکبیر کہیں۔

تکبیر یہ ہے۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ۔ اللہ عزوجل بہت بڑا ہے، اللہ عزوجل بہت بڑا ہے۔ اللہ عزوجل کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اللہ عزوجل بہت بڑا ہے۔ اللہ عزوجل بہت بڑا ہے اور اللہ عزوجل ہی کے لئے تمام تعریفیں ہیں۔

اے ہمارے پیارے اللہ عزوجل! ہمیں عید سعید کی خوشیاں سنت کے مطابق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اور ہمیں حج مبرور، مدینہ اور تاجدار مدینہ ﷺ کی حقیقی عید بار بار نصیب فرما۔ آمین!

☆☆☆

رمضان کے بعد کی زندگی

اللہ نے زندگی اور موت کو اپنے قبضہ قدرت میں رکھا ہے اور یہ بندوں پر اللہ کا فضل اور رحمت ہے ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ رمضان جیسا بابرکت مہینہ عطا کیا اور اس کے بعد کی زندگی سے مالا مال کیا ورنہ کتنے ہی لوگ رمضان میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ کتنے ہی ایسے ہیں جو رمضان کے بعد چل دیئے مگر ہم ہیں کہ اللہ نے بغیر کسی استحقاق کے زندگی عطا کی۔ یہ زندگی عیش و عشرت اور وقت گزاری کے لئے نہیں ہے، بلکہ یہ زندگی موت کے بعد کی زندگی کی تیاری کے لئے ہے۔

اب ہمیں غور کرنا چاہئے کہ ہم نے اس ابد الابد کی زندگی کے لئے کیا تیاری کی ہے، کیا صرف رمضان المبارک میں قرآن کی کثرت تلاوت اور نماز کا اہتمام ہماری نجات کے لئے کافی ہے؟ یا اس طویل زندگی کے لئے طویل جدوجہد لازم ہے۔ اللہ کا دستور یہ رہا ہے کہ انسان جتنی محنت کرے گا اسی کے بقدر اجر حاصل کرے گا، مگر افسوس ہم مسلمانوں پر!... دشمنان اسلام اور اعداء دین کے جالوں میں ہم ایسے پھنس گئے کہ الامان والحفیظ دنیا داری اور آخرت فراموشی ہمارے معاشرے میں عام ہے۔ غرض کہ ہمارا معاشرہ سال کا اکثر حصہ عبادات اور سنتوں سے اعراض کے ساتھ

گزارتا ہے، نہ نماز، نہ سنن مؤکدہ کا اہتمام نہ دیگر شرعی احکامات پر عمل درآمد۔ البتہ رمضان المبارک میں ایک طبقہ قدرے غیر رمضان کے مقابلے میں اسلامی احکامات کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ مگر رمضان المبارک کے بعد پھر وہی روش جیسے عید کا چاند نظر آتا ہے فوراً شریعت کی مخالفت شروع ہو جاتی ہے، بہت سے وہ لوگ جو رمضان میں نماز کے پابند تھے عشاء کی نماز ہی سے ترک صلوٰۃ کا آغاز کر دیتے ہیں۔ اور بس پھر پوچھنا ہی کیا عید کے لئے فضول خرچی اور زیب و زینت کے لئے شرعی احکامات کی پامالی تو گویا ہمارے معاشرہ کا معمول بن چکا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ

کیا صرف رمضان ہی میں ہم نماز کے مکلف ہیں؟!

کیا صرف رمضان ہی میں ہم اطاعت کے مجاز ہیں؟!

کیا صرف رمضان ہی میں احیاء سنت ضروری ہے؟!

کیا صرف رمضان ہی میں نیکی کرنے سے کام بن جائے گا؟!

تو آئیے ہم ہماری اس غلط روش کی اصلاح کرتے ہیں، رمضان کے بجائے ربانی بننے کی کوشش کرتے ہیں اللہ ہماری مدد فرمائے اور ہمیشہ نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

موت کے بعد کی زندگی

جو شخص موت کے بعد کی زندگی پر یقین رکھتا ہو اور اس کا ایمان ہو کہ یہ دنیا دائمی نہیں بلکہ عارضی ہے اور آخرت کی تیاری کے لئے ہے، یہاں جیسا بویا جائے گا ویسا کل قیامت کے دن کاٹا جائے گا تو وہ اس کی تیاری میں مشغول ہو جاتا ہے اور وہ ہمیشہ کی زندگی ہے لہذا اس کی تیاری بھی ویسی ہی کرنا ہے۔

”امام فاکہی“ نے ”اخبار مکہ“ میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا ایک نصیحت آمیز خطاب نقل کیا ہے کہ ایک دن آپ کعبہ کے سہارے کھڑے تھے لوگوں نے آپ کو دیکھ لیا تو آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے، آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے اے لوگو! قریب ہو جاؤ ایک ایسے مشفق بھائی کی طرف جو نصیحت کرنا چاہتا ہو، تو لوگ آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے، آپ نے ارشاد فرمایا لوگو! کیا تم میں کوئی سفر کا ارادہ کرتا ہے تو اپنے ساتھ سفر کے بقدر توشہ کا انتظام نہیں کرتا؟ اب ذرا غور کرو! ذرا آخرت کے سفر پر کہ وہ کتنا طویل ہے لہذا دنیوی سفر کی طرح آخرت کے طویل و مدید سفر کی تیاری بھی ویسی ہی ہونی چاہئے۔ اہل کوفہ میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور دریافت کیا، اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہمیں سفر آخرت کی تیاری کیسے کرنی چاہئے؟ تو گویا ہوئے:

بڑی بڑی نیکی کا ارادہ کرو

”بڑی بڑی نیکی کا عزم کرو، کیونکہ مرنے کے بعد جو امور پیش آنے والے ہیں وہ بھی انتہائی عظیم و خطیر ہیں، یوم الحساب بہت طویل ہوگا لہذا اس کے لئے شدید گرمیوں کے طویل ایام میں روزہ رکھو، رات کی تاریکی میں کم از کم روزانہ دو رکعت ہی پڑھ لیا کرو تا کہ قبر کی ظلمت اور تاریکی سے نجات پاسکو، بھلی بات کہو اور بری بات سے اجتناب کرو اور مسکین کو صدقہ دو تا کہ قیامت کی سختی سے خلاصی حاصل کر سکو دنیا میں صرف دو کاموں میں اپنا وقت صرف کرو رزق حلال کی حصول میں اور آخرت کے لئے نیکی کرنے میں، اس کے علاوہ جو وقت بھی فضول یا گناہ میں خرچ کرو گے اس سے نقصان ہی اٹھاؤ گے اور ثواب سے محروم رہو گے، جو کچھ دنیا کماؤ اسے یا تو اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضرورتوں میں خرچ کرو یا صدقہ خیرات میں اس

کے علاوہ میں خرچ کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے اور نفع سے محروم رہو گے، اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک لمبی سانس لی اور درد بھری آواز نکالی تو لوگوں نے پوچھا یہ کیا ہو گیا؟ تو جواب دیا ہمیں لمبی آرزوں نے غارت کر دیا، دنیا میں انسان کے لئے دو ہی زمانے ہیں، زمانہ ماضی اور زمانہ مستقبل، ماضی تو وہ ہاتھ سے نکل گیا اور باقی تو وہ تیرے ہاتھ میں ہے اس میں بھی دھوکہ دہی کے امکانات زیادہ ہیں، اگر تو نے اپنے مستقبل کو نیکی میں مشغول کیا تو، تو کامیاب اور بامراد ہو گیا اور اگر تو اس کو برائی میں مشغول ہو کر گزارے گا تو میں نہیں سمجھتا ہوں کہ تجھ سے زیادہ محروم قسمت اور کوئی ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی نعمتوں سے مالا مال کرے اور نیکی اور کامیابی ہمارے لئے مقدر بنا دے۔“ یہ تھی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی اثر انگیز نصیحت ایک بار نہیں بار بار اسے پڑھئے اور اپنے حال پر رحم کیجئے اور رمضان کے بعد بھی نیکی کے سلسلے کو بدستور جاری رکھئے۔

دنیا راحت طلبی کے لئے نہیں

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص خراسان سے سفر کر کے پہنچا اور دریافت کیا کہ ”اے ابو عبد اللہ میں آپ کی خدمت میں خراسان جیسے دور دراز علاقہ سے حاضر خدمت ہوا ہوں محض اس لئے تاکہ آپ سے ایک سوال کروں تو آپ نے فرمایا: پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو، تو دریافت طلب کیا، بندہ راحت کا مزا، کب چکھتا ہے؟ تو جواب دیا جب مرنے کے بعد اپنا پہلا قدم جنت میں رکھے گا۔“

معلوم ہوا کہ دنیا راحت طلبی اور عیش کوشی کے لئے نہیں بلکہ مشقت آفرینی اور سعی پیہم کے لئے ہے۔ یہاں انسان راحت تلاش نہ کرے آخرت کی راحت کے لئے یہاں قربانیاں دے۔

اے میرے دینی بھائیو! صرف رمضان نہیں ہماری پوری زندگی رمضان کی طرح گذرنی چاہئے۔ ذکر و فکر، دعا و مناجات، نماز کی پابندی، فرائض و واجبات کے اہتمام قرآن کی تلاوت اور اس پر غور و فکر اور عمل کے ساتھ ہر گھڑی گذرنی چاہئے۔ حضرت مکتول فرماتے ہیں: جس میں چار خصلتیں پیدا ہو جائیں وہ کامیاب ہے۔ اور جو تین برائی کا عادی بن جائے وہ ناکام اور نامراد ہے۔ جس کے پاس ایمان ہو اور وہ اللہ کی شکر گزاری کرے، اس کے سامنے گریا و زاری اور کثرت استغفار کے ساتھ زندگی بسر کرے وہ کامیاب ہے۔ اور جس کی طبیعت میں مکر و فریب بغاوت و سرکشی اور اللہ اور بندوں کے ساتھ عمو کی پامالی رنج بس جائے وہ برباد اور ہلاک ہو گیا۔

عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں: اے لوگو! تم سے پہلے جو لوگ تھے (صحابہ اور تابعین) وہ فضول کام کو ناپسند کرتے تھے، اور وہ قرآن کی تلاوت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور کسب حلال کو (اور وہ بھی بقدر ضرورت) اس کے علاوہ ہر کام کو فضول گردانتے تھے اور کہتے تھے کہ کیا کراما کا تبین کے ہوتے ہوئے ہم فضول میں مشغول رہیں گے۔ (شعب الایمان بتقی، ۵۰۸۰، حلیہ الاولیاء، ۳۱۵/۲)

موت کو کثرت سے یاد کرنے کا فائدہ

امام اوزاعی فرماتے ہیں: ایک مرتبہ عمر ابن عبد العزیز نے ہمارے نام ایک پیغام لکھ کر ارسال کیا، جس میں لکھا ہوا تھا، ”جو کثرت سے موت کو یاد کرے گا وہ دنیا کے قلیل ساز و سامان پر راضی ہو جائے گا اور جو سوچ سوچ کر گفتگو کرے گا وہ لایعنی گفتگو سے محفوظ رہے گا اور عمل زیادہ کرے گا۔“ (احیاء علوم الدین، ۳۱۱۱) امراہیم ابن سلیمان فرماتے ہیں: میں سفیان ثوری کی مجلس میں تھا کہ اچانک ایک شخص آیا اور آپ کے کپڑے گھور گھور کر دیکھنے لگا اور پھر پوچھنے لگا کہ یہ کپڑا کیسے بنا ہے؟ تو حضرت سفیان

نے کہا کہ صحابہ فضول گفتگو کو ناپسند کرتے تھے۔ (حلیۃ الاولیاء: ۷۶/۷۵) گویا حضرت سفیان نے اس شخص کے اس سوال کو بھی فضول گردانا کہ آپ کا کپڑا کیسا ہے۔ اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہر چیز کے بارے میں خواہ مخواہ پوچھتے رہتے ہیں کہ آپ کا قلم کیسا ہے چیل کیسا ہے وغیرہ..... بات دراصل یہ ہے کہ ان کے نزدیک آخرت کی جو ابد ہی کا تصور قوی تھا اس لئے اس سے وہ پوری پوری زندگی معمولی معمولی فضول چیزوں سے بھی مکمل احتراز کرتے تھے اور وہی تصور آخرت آج ہم میں کمزور ہو چکا ہے۔ لہذا ہم غفلت اور فضول کا ادراک ہی نہیں کر پاتے۔ اللہ ہمیں صحیح ہدایت عطا فرمائے۔ آمین

زندگی گزارنے کا اصل معیار

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے تلمیذ خاص حضرت نافع سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ کے استاذ محترم گھر میں کیسے وقت گزارتے تھے، تو نافع نے کہا یا تو نماز پڑھتے یا قرآن کی تلاوت میں مشغول رہتے۔ (طبقات ابن سعد: ۲۷۰)

حضرت وکیع ابن الجراح کے بارے میں ان کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ وہ جب تک رات میں دس پارے قرآن کی تلاوت نہ کر لیتے نہیں سوتے تھے اور پھر رات کے آخری حصہ میں بیدار ہو کر تہجد میں طویل طویل قرأت کرتے، اور پھر استغفار میں لگ جاتے، یہاں تک کہ صبح ہو جاتی اور یہ انکا سال بھر کا یہ معمول تھا۔ (صفحہ الصفوہ: ۳۱/۳۱) یہ ہے اصل زندگی گزارنے کا معیار کہ صرف رمضان تک ان کی عبادتیں اور معمولات محدود نہیں ہوتے تھے بلکہ پورا پورا سال رمضان کی طرح گزرتا تھا، اللہ ہمیں بھی ایسی زندگی عطا فرمائے۔ آمین!

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بلا ناغہ روزانہ اشراق کی آٹھ رکعات کا اہتمام کرتی تھیں اور کہا کرتی تھیں، اگر میرے والدین بھی اشراق کے وقت قبر سے زندہ

ہو کر آجائیں، تب بھی میں اس کو ترک نہیں کروں گی۔ (موطا مالک، ۱۷۱۵۳، الاستدکار: ۶۱/۱۵۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں میاں بیوی کو ایک عمل کی نصیحت کی کہ جب تم بستر پر سونے کے لئے آؤ تو ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر، اور سبحان اللہ اور الحمد للہ ۳۳ مرتبہ پڑھ لیا کرو تو وہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سن رکھا ہے تب سے آج تک (یعنی زندگی کے اخیری ایام تک) کبھی نہیں چھوڑا تو سوال کرنے والے نے سوال کیا کہ جنگ صفین کی رات بھی؟ کہا ہاں! اس دن بھی نہیں ترک کیا۔ (بخاری: ۲۳۱۸، مسلم: ۲۷۲۷) یہ ہے اصل معیار زندگی، کہ جنگ جیسے ہولناک عالم میں بھی اپنے وظیفہ اور معمول کو ترک نہیں کیا اور ہم تو معمولی عذر کی وجہ سے فرائض تک کو ترک کر دیتے ہیں۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین۔ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا کہ ”جو شخص دن رات میں بارہ رکعت کا اہتمام کر لے اللہ اس کے لئے جنت میں گھر تعمیر کرتے ہیں“۔ تو فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے سنا ہے آج تک کبھی اسے ترک نہیں کیا۔ اس روایت کے راوی حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے سنا آج تک کبھی نہیں ترک کیا۔ اور حضرت عمر ابن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی جب سے حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کبھی ترک نہیں کیا اور نعمان ابن سالم فرماتے ہیں میں نے جب سے عمر ابن اوس سے سنا ہے کبھی نہیں ترک کیا۔ (مسلم: ۷۲۸)

آہ وہ کیسے نیک لوگ تھے؟

اے میرے مسلمان بھائیو! ذرغور کیجئے ان کے یہاں معمولات و وظائف کا کتنا اہتمام تھا کہ ایک چیز کسی سے سن لیتے تو پوری زندگی اس پر عمل کرتے ہماری

طرح صرف رضائی عبادت نہیں کرتے تھے، ہمیں بھی ایسا ہی کرنا چاہئے۔ اللہ ہماری مدد کرے اور توفیق سے نوازے۔

سلف و صالحین میں سے کسی نے اپنی باندی فروخت کر دی تو باندی نے دیکھا کہ جب رمضان قریب آیا تو وہ تیاری کرنے لگے تو باندی نے دریافت کیا کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا رمضان کی تیاری۔ باندی نے کہا کیا تم صرف رمضان میں روزے رکھتے ہو؟ افسوس ہے میں ایسے لوگوں کے پاس تھی جن کا پورا سال رمضان کے طرح گزرتا تھا۔ مجھے ان ہی کے پاس لوٹا دو۔ (طائف المعارف ابن رجب، ص: ۳۷۸)

بعض اسلاف کہا کرتے تھے پوری زندگی روزہ رکھو اور جب موت آئے تب افطار کرو، دنیاوی زندگی متقی کے لئے پوری رمضان ہے کہ وہ زندگی بھر خواہشات اور گناہوں سے روزہ رکھے یعنی اجتناب کرے اور جب موت آئے تو افطار کرے یعنی نیکی کے ساتھ رخصت ہو جائے۔ (ایضاً)

خلاصہ یہ کہ حضرات صحابہ اور سلف صالحین نے اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے میں صرف رمضان پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ پابندی اور مواظبت کے ساتھ عمل درآمد کیا۔ ہمیں بھی اگر واقعہ آخرت کی فکر ہے اور اس بات پر ایمان ہے کہ تمام تر کامیابی کا مدار (أَدْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً) پر عمل کرنے میں ہے یعنی مکمل طور پر بغیر کسی بیجا تاویل اور بہانہ بازی کے اسلامی تعلیمات کو بجالانے میں ہے۔ تو انہیں کے نقش قدم پر چلنا ہوگا ارشاد نبوی ہے: (لَنْ يَصْلِحَ آخِرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ إِلَّا بِمَا صَلَحَ بِهِ أَوَّلُهُ) کہ اس امت کے آخری دور کے لوگ بھی کامیاب و کامران نہیں ہو سکیں گے مگر اسی طرز عمل سے جس سے پہلے (یعنی صحابہ اور تابعین وغیرہ) کامیاب ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول بڑا معنی خیز ہے اس معنی کر کے آپ نے گویا ارشاد دیا کہ جس طرح دور جاہلیت گمراہی کے دلدل میں پھنسا ہوا تھا اور اسلامی

تعلیمات پر خلوص للہیت کے ساتھ عمل کرنے کی وجہ سے کامیاب ہوا بالکل ایسا ہی آخری دور میں بھی ہوگا کہ گمراہی کا دور دورہ ہوگا اور جاہلیت اپنے نئے روپ میں نمودار ہوگی۔ جیسے اس دور میں جوا، زنا، شراب نوشی، قتل و غارت گیری، بد اخلاقی، نانصافی، بے اعتدالی، دختر کشی، کبر و عناد، فساد و سود خوری، مادیت پرستی۔ آج وہی چیزیں نئے لیبل اور نئے نئے نام سے عام ہے،

فیملی پلاننگ اور سونوگرافی کے بعد لڑکی کی صورت میں اسقاط حمل گویا دختر کشی اور قتل اولاد کی نئی صورت اور نیا نام ہے۔ انشورنش اور لمٹی لیول مارکیٹنگ، نیٹورک مارکیٹنگ، لاٹری وغیرہ جو ان کی نئی صورت اور اور نئے نام ہیں۔ بیلنگ سود کی نئی صورت، کمرشیل انٹرسٹ وغیرہ سود کے نئے نام ہیں۔ دہشت گردی کے الزامات اور نیوکلیئر ہتھیار سے پاک دنیا کے بہانہ، مختلف ممالک پر حملے، قتل و غارت گری کی نئی صورت ہے۔

ماڈلنگ، چیرگرل وغیرہ زنا کی نئی صورتیں اور نئے نام ہیں۔ غرضیکہ عصر حاضر میں دور جاہلیت کی تمام رسومات بدکا گویا احیاء ہو چکا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے لئے کامیابی اسی میں ہے کہ تم صحابہ کے نقش قدم پر چلو۔ اللہ ہمیں ہدایت دے اور ہر طرح کے شرور و فتن سے ہماری حفاظت فرمائے اور ہمیں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ و سلف صالحین کے طرز عمل کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ایک عمل کے بعد دوسرے عمل کی توفیق

اسلاف نے اپنے تجربات اور قرآن و حدیث کی تعلیمات کی روشنی میں یہ بات کہی ہے کہ ایک عمل صالح کے بعد دوسرے عمل صالح کی توفیق پہلے عمل صالح کی مقبولیت کی علامت ہے تو گویا جو لوگ رمضان کے بعد بھی نماز، تلاوت، ذکر و اذکار

اور استغفار کرتے رہتے ہیں ان کی رمضان کی عبادت عند اللہ مقبول ہو چکی۔ اور سب کچھ ترک کر دے گویا اس کی مقبولیت مشکوک ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ رمضان کے بعد بھی اعمال صالحہ پر استمرار رہے اس کیلئے کیا کرنا چاہئے۔ تو سلف صالحین کے بیان کے مطابق: (۱) تجدید توبہ (۲) ہمیشہ استغفار (۳) اپنی طبیعت کے مطابق کسی نیک کام پر مداومت (۴) دعا کا التزام خاص طور پر یہ دعا "اللَّهُمَّ اَعْنِيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ" اسلئے نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ کو بھی ہمیشہ اس دعا کو ہر فرض نماز کے بعد پڑھنے کی وصیت کی ہے۔ (۵) اسلاف صالحین کے حالات زندگی کا مطالعہ جیسا کہ چند واقعات اوپر بھی بیان کئے گئے۔ (۶) صالحین کی صحبت اختیار کریں۔

اے میرے مسلمان بھائیو! کیا تم نے "لیلۃ القدر" کو نہیں پایا اور تم اس میں اللہ کے سامنے روئے نہیں؟ کیا تم نے رمضان میں قرآن کی تلاوت اور نماز کا اہتمام نہیں کیا؟ اب کیوں تم دوبارہ معاصی والی زندگی کی طرف لوٹ رہے ہو، خدارا اپنے اوپر رحم کرو اور محصیت سے اجتناب کر کے رمضان میں جیسی زندگی گذاری ویسی ہی زندگی گزارنے کی مکمل کوشش کرو۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔ اور اپنی پناہ میں لے لے۔ کہ ہم ان لوگوں میں سے نہ ہوں جو صرف رمضان میں اللہ کی عبادت اور گیارہ ماہ اللہ کی نافرمانی میں گزارتے ہیں۔ آمین یا رب العالمین!

☆☆☆

رمضان کے بعد کھانے پینے میں طبی ہدایات

رمضان المبارک رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ ہے۔ روزہ تزکیہ نفس کرنے کے ساتھ زندگی میں توازن کا سبق سکھاتا ہے۔ روزہ کے اوقات کے دوران حلال چیزوں کو حرام کر دیا جاتا ہے۔ ہر انسان بلکہ ہر ذی روح کھانے پینے کا محتاج ہے اس کے بغیر اس کی زندگی محال ہے۔ ایک وقت کا کھانا نہ ملے تو انسان ٹڈھال ہو جاتا ہے۔ انسان کماتا ہی اس لئے ہے کہ دو وقت کی روٹی کھا سکے۔ یہ بھی انسان کی جبلت ہے کہ وہ صرف دو وقت کی روٹی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ بے وقت کھاتا پیتا رہتا ہے۔ زندگی کے لئے کھانا ضروری ہے ایسی زندگی بسر نہیں کرنی چاہیے جس کا مقصد ہی کھانا پینا ہے۔ مگر بعض لوگوں نے اپنی زندگی کا مقصد ہی یہ بنا لیا ہے کھاتے پیتے رہے اور آخر کار اللہ کو پیارے ہو گئے۔ جہاں خداوند تعالیٰ انسان کی روحانی صحت کے لئے اہتمام فرماتا ہے وہاں انسان کی جسمانی صحت کے لئے بھی اسے ہدایات دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انسان کھانے پینے کے سلسلے میں بھی ایک لائحہ عمل اختیار کرے

اور اسے دوسروں کی بھوک پیاس اور پریشانیوں کا بھی احساس ہو سکے اسی مقصد کے حوصل کے لئے اس نے سال میں ایک ماہ کے روزے فرض کئے ہیں گویا یہ ایک ٹریننگ پیریڈ ہے جس میں سے ہر سال گزر کر نظم اوقات میں اپنے آپ کو ڈھالنا ہوتا ہے۔ بھوک اور پیاس کی برداشت سے خداوند تعالیٰ کو نہیں بلکہ خود انسان کو فائدہ پہنچتا ہے۔ ایک ماہ کے شیڈول سے گزر کر وہ کندن بن جاتا ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کی خاطر ہر قسم کی خوراک میسر ہونے کے باوجود کھانے پینے سے اجتناب کرتا ہے جس کا مقصد صرف رضائے الہی کا حصول ہوتا ہے۔

مہینے بھر کی ٹریننگ کے بعد

جو لطف ایک روزہ دار بھوک پیاس کی برداشت میں محسوس کرتا ہے روزہ نہ رکھنے والے کو اس کا احساس نہیں ہو سکتا۔ مہینے بھر کی ٹریننگ کے بعد پھر اسے عید کی خوشی مرحمت فرمائی جاتی ہے۔ روزے کا مقصد اپنی زندگی کو ایک نظم اوقات میں ڈھالنا بھی ہے۔ اس میں یہ بھی سبق ہے کہ کھانے کا اہتمام صبح و شام پر ہی محیط ہونا چاہیے اب تو دیہات میں بھی صبح دو پہر اور شام کو کھانے کا اہتمام کیا جاتا ہے جبکہ اس سے پہلے صرف صبح و شام کھانے کے اوقات مقرر تھے۔ اس سے لوگوں کی صحت ٹھیک رہتی تھی اور بہت کم لوگ بیمار ہوا کرتے تھے۔ کھانے پینے میں زیادتی ہی ہر قسم کی بیماری کو جنم دیتی ہے۔ اسلام میں پیٹ بھر کر کھانے سے ویسے بھی منع فرمایا گیا ہے اور صرف بھوک کے وقت کھانے کا ہی سبق دیا گیا ہے۔

زیادتی یعنی شوگر جیسا ظالم مرض بھی پیٹ بھر کر کھانے کے نتیجے میں جنم لیتا ہے اسی طرح انسان طرح طرح کے معدے کے عوارض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ رمضان ہمیں یہی سبق دیتا ہے کہ کم کھایا جائے اور صرف مقررہ وقت پر ہی کھانا کھانا

چاہیے۔ اس لئے ہونا تو یہی چاہیے کہ باقی گیارہ مہینوں میں بھی کم کھانے اور وقت پر کھانے کی عادت ڈالی جائے۔ رمضان کی ابتدا میں سحری کے وقت کھانا کھانا پڑتا ہے اور آہستہ آہستہ اس کی عادت ہو جاتی ہے اور باقاعدہ سحری کے اوقات میں بھوک لگنا شروع ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ عید سعید کا موقع آ جاتا ہے۔

رمضان کے دوران معدہ کھانے کے اوقات کی پابندی ک باعث نرم اور عادی ہو جاتا ہے۔ پھر عید کے روز لوگ کھانے پینے کی کسر نکالتے ہیں اور کھانے پینے میں سخت بے احتیاطی کرتے ہیں اور خاص کر عید کے دن تو وقفے وقفے کے بعد کھاتے پیتے بلکہ چرتے رہتے ہیں۔ جس کا نتیجہ معدے کی تکلیف کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ لہذا رمضان کو مد نظر رکھتے ہوئے عید کے روز خاص طور پر کھانے پینے میں سخت احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ عید کے دن لوگ پیٹ کی تکلیف میں مبتلا ہو کر ڈاکٹروں کے پاس پہنچ جاتے ہیں اگر وہ کھانے پینے میں احتیاط سے کام لیتے تو یہاں تک نوبت نہ پہنچتی۔

روحانی ٹریننگ کا مقصد

لطف یہ ہے کہ عید کے دن چٹپٹی اور مصالحہ دار غذاؤں کا کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے جبکہ رمضان کے دوران خاص طور پر سحری کے وقت مصالحے دار غذا سے اجتناب کیا جاتا ہے مگر عید پر کھل کھیلا جاتا ہے اور صحت کی پروا کئے بغیر کھانے پینے کی انتہا کر دی جاتی ہے اور جس مقصد کے لئے ماہ صیام کا اہتمام کیا جاتا ہے اس غرض اور مقصد کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے اور روزوں سے جو فائدہ حاصل ہونا چاہیے تھا اس کے بجائے نقصان کا احتمال پیدا ہو جاتا ہے۔ کسی بھی جسمانی یا روحانی ٹریننگ کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اپنی زندگی میں ایک لائحہ عمل مرتب کیا جائے اور سال کے باقی

دوران میں بھی اس پر عمل پیرا رہا جائے۔ اس مقصد کو یکسر فراموش کرتے ہوئے ٹریننگ کے مقصد کو بھی بھلا دیا جاتا ہے۔ رمضان کے دوران بھوک اور پیاس برداشت کرنے کے نتیجے میں انسانی جسم کے فاضل مواد سے انسان کو نجات مل جاتی ہے اور ایک روحانی سکون محسوس ہوتا ہے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ خدا رسیدہ لوگ رمضان کے علاوہ بھی کثرت سے روزے رکھتے تھے جس کے نتیجے میں نہ صرف یہ کہ وہ صحت مند زندگی گزارتے تھے بلکہ ان پر اسرار روحانی بھی کھلتے تھے اور پھر اللہ تعالیٰ کا وصال ان کو نصیب ہوتا تھا لہذا قرب الہی کے حصول کیلئے روزوں کا اہتمام ضروری ہے۔

رمضان کے دوران سحری کے وقت خوب پیٹ بھر کر اور چکنائی دار غذا استعمال کرنا ہمارا کلچر ہے۔ مگر یہ روزے کا حقیقی مقصد نہیں۔ سحری کے وقت پیٹ بھر کر کھانے سے سارا دن معدہ بھاری رہتا ہے اور کھٹی ڈکاریں آتی رہتی ہیں حتیٰ کا افطار کا وقت آجاتا ہے اور اس میں بھی ہمارے ہاں خوب خوب کھانے کا رواج ہے مگر روزے کا یہ مقصد نہیں ہے چاہے تو یہ کہ سحری کے اوقات میں بھی بھوک رکھ کر کھایا جائے تاکہ سارا دن آرام اور سکون کے ساتھ گزرے نہ یہ کہ سارا دن پیٹ پکڑے پھر یہ چیز روزے کے مقاصد کے خلاف ہے۔

ہمارے ہاں یہ رواج بھی ہے کہ افطاری کے وقت بھی پیٹ بھر کر کھجوریں، پکوڑے کباب کھائے جاتے ہیں اور پھر رات کا کھانا بھی خوب سیر ہو کر کھایا جاتا ہے جس سے معدے کے امراض میں اضافہ ہو جاتا ہے اور روزے کا وہ مقصد پورا نہیں ہوتا جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے روزے فرض کر رکھے ہیں بلکہ عام دنوں کی نسبت رمضان میں کم خوراک استعمال کرنی چاہیے تاکہ روحانی اور جسمانی فائدہ حاصل ہو سکے اور صحت بھی برقرار رہے۔

ہر بیماری کی ابتداء

ہم میں سے اکثر یہ سمجھتے ہیں کہ شاید خوب جی بھر کر کھانے سے انسان میں قوت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ صحت مند رہتا ہے۔ یہ خیال بالکل غلط ہے بلکہ ہر بیماری کی ابتدا ہی پیٹ بھر کر کھانے کی بدولت ہی ہوتی ہے۔ انواع و اقسام کے کھانے میں چربی، غذائیں انسان کو صحت مند بنانے کے بجائے مختلف النوع بیماریوں میں مبتلا کرتی ہیں اس کے نتیجے میں ذیابیطیس، بلڈ پریشر اور گردوں کی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں۔ جن کے علاج کیلئے پھر ڈھیروں رقم درکار ہوتی ہے۔ رمضان میں یہی سکھانا مقصود ہے کہ کم کھانا اور مقررہ اوقات میں کھانا انسان کو روحانی اور جسمانی طور پر صحت مند بناتا ہے لہذا رمضان سے فائدہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ سال کے باقی حصے میں بھی ایک لائحہ عمل کے تحت کھایا پیاجائے اور غذا کم سے کم استعمال کی جائے۔ دیہی علاقوں میں اب بھی صحت کا تناسب شہروں سے زیادہ بہتر ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ لوگ پر تکلف اور مصالحہ جات والے کھانوں سے اجتناب کرتے ہیں اور کم ہی بیمار پڑتے ہیں جبکہ شہروں میں رہنے والے لوگ تکلفات میں پڑ کر چھپٹے کھانے کھاتے ہیں اور اسے اسٹیٹس سمبل قرار دیتے ہیں اور گوشت بھی ان کی روزہ مرہ کی خوراک میں شامل ہوتا ہے۔ دیہات میں اکثر سبزیوں اور دالوں پر گزارہ کیا جاتا ہے جو صحت کیلئے مفید اور زود ہضم ہوتی ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ رمضان کے دوران کم از کم خوراک استعمال کریں اور مصالحہ دار غذاؤں سے احتراز کریں پھر سال کے باقی مہینوں میں بھی سادہ غذا کی عادت ڈالیں اسی صورت میں ہی رمضان کی برکات سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ رمضان کے اختتام پر خاص طور پر عید کے دن بھی سادہ غذا کھائیں اور بار بار میٹھی اشیا اور تلی ہوئی خوراک سے پرہیز کریں تاکہ بیمار ہونے سے بچ سکیں۔ ☆☆☆

ماہِ شوال کی اہمیت و فضیلت

شوال المکرم اسلامی تقویم کے اعتبار سے دسواں مہینہ ہے جو رمضان المبارک کے فوراً بعد آتا ہے۔ یہ مسلمانوں کی تاریخ میں نہایت اہمیت کا حامل ہے، اس کا پہلا ہی دن نہایت متبرک ہے۔ اس دن آنحضور نے ایک خطبہ ارشاد فرما کر امت کو صدقہ فطر سے متعارف کروایا تھا اور پھر اسی مناسبت سے اس دن پہلی عید الفطر بھی منائی گئی تھی۔ نماز عید کا اجتماع ایک کھلے میدان میں ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے نماز عید کی امامت فرمائی تھی۔ اس مقام پر آج کل مسجد غمامہ واقع ہے۔ اس ماہ مبارک میں اسلام کے تین اور ہم واقعات ظہور پذیر ہوئے تھے۔ طائف کا سفر، غزوہ احد اور غزوہ حنین۔

طائف کا سفر

قرآن حکیم میں بھی طائف کا ذکر مکے کے ساتھ آیا ہے۔ آنحضور ﷺ جب اپنے ہم وطنوں کو اسلام کی تبلیغ کرتے کرتے تھک گئے مگر مثبت نتائج برآمد نہ ہو سکے تو آپ ﷺ نے مکے سے طائف کا رخ کیا۔ آپ ﷺ کے ساتھ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔ مگر اہل مکہ کی طرح اہل طائف بھی سرکش اور خدا کے باغی نکلے۔ انہوں نے اللہ

کے نبی ﷺ کے ساتھ نہایت نازیبا سلوک کیا۔ آپ ﷺ کی ہنسی اڑائی، اوباشوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا جنہوں نے آپ ﷺ پر پتھروں کی بارش شروع کر دی۔ آپ نے انکور کے باغ میں پناہ لی جو عقبہ بن ربیع کا تھا۔ وہ کافر ہونے کے باوجود شریف الطبع تھا۔ اس نے آپ کو پناہ دی اور آپ کی مدد کی۔

غزوہ احد

احد، حرم نبوی ﷺ یعنی مسجد نبوی سے ۲ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک پہاڑ ہے جس کا ذکر قرآن حکیم اور احادیث میں آیا ہے، اسی مقام پر دوسرا معرکہ حق و باطل پیش آیا تھا۔ معرکہ بدر میں کفار کو شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا، اور جان و مال کا بھی نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ ان کے سینوں میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔ اس لئے انہوں نے مسلمانوں کی خلاف جنگ کی تیاری مکمل کر لی جس کی اطلاع حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ نے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا جنہوں نے مدینے میں رہ کر ان سے مقابلے کا مشورہ دیا۔ اس کے بعد نوجوانوں سے اور ان لوگوں سے مشاورت ہوئی جو کسی وجہ سے غزوہ احد میں شریک نہیں ہو سکے تھے، انہوں نے جوش کے عالم میں مشورہ دیا کہ ہمیں مدینے سے باہر نکل کر کفار کا مقابلہ کرنا چاہیے۔

جمہور کی رائے پر حضور ﷺ نے ہتھیار سجالئے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نوجوانوں کی رائے پر سخت رویہ اختیار کیا اور انہیں آنحضور ﷺ سے معذرت کرنے کے لئے کہا۔ چنانچہ نوجوانوں نے اپنے رویے پر حضور ﷺ سے شرمندگی کا اظہار کیا جس پر آپ نے فرمایا: نبی کو زیب نہیں دیتا کہ وہ جسم پر سبے ہتھیار اتار دے۔ جب تک کہ حق و باطل کا فیصلہ نہ ہو جائے لہذا اب میدان میں نکلو۔ حضور ﷺ جمعہ سات شوال تین ہجری کو ایک ہزار لشکر لے کر مدینے سے نکلے جس میں تین سو افراد کی ایک

جماعت عبداللہ بن ابی کی قیادت میں شامل ہوئی تھی جو منافقین کا سردار تھا۔ وہ پہلے ہی مرحلے میں یہ کہہ کر اپنے گروہ کو نکال لے گیا کہ محمد ﷺ نے میری بات نہیں مانی۔ اس حرکت پر مسلمانوں کو وقتی طور پر زبردست جھٹکا لگا، مگر ان کے پائے ثبات میں کوئی لغزش نہیں آئی۔ ان کے شوق جہاد نے منافقین کے مقاصد کو توڑ دیا۔

فوج کا علم مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر کو دیا

صف بندی کا وقت آیا تو حضور ﷺ نے احد کو اپنی پشت پر رکھا اور فوج کا علم مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر کو عطا کیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سالار فوج مقرر ہوئے، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اس دستے کی قیادت ملی جو زرہ پوش نہ تھی۔ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو پچاس افراد کا دستہ دے کر پشت کی جانب یہ کہہ کر متعین کیا کہ چاہے کچھ بھی ہو، یہ جگہ نہ چھوڑی جائے۔ ادھر دشمن کی فوج میں خالد بن ولید پر میمنہ کی اور عکرمہ پر میسرہ کی ذمہ داری تھی۔ قریش کا مشہور رئیس صفوان بن امیہ سوار یوں کا کمانڈر تھا، جب کہ عبداللہ تیر اندازوں کا افسر اور طلحہ کے ہاتھ میں فوجی علم تھا۔ دشمن کی فوج کے جوانوں کے جذبات ابھارنے کی خاطر دستے کے آگے دف بجا کر گانے اور ناچنے والی بیس خواتین بھی لائی گئی تھیں جو اپنے جوانوں کو جوش دلارہی تھیں۔

ابودجانہ کو حضور ﷺ نے اپنی تلوار دی

جنگ شروع ہونے سے قبل آنحضرت ﷺ نے اپنی تلوار حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی۔ اس تلوار نے وہ جو ہر دکھائے کہ کفار حملے کی تاب نہ لائے اور پسپا ہو گئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ دشمنوں کی صف میں گھس کر اسے تہس نہس کر رہے تھے۔ انصار بھی پیچھے نہ تھے۔ انہوں نے بھی ادا

کر دیا۔ اس مرحلے پر مسلمانوں کا پلڑا بھاری تھا۔ مگر پشت پر متعین تیر انداز یہ سمجھے کہ مسلمان فتح یاب ہو گئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی جنگ چھوڑ کر مال غنیمت سمیٹنا شروع کر دیا، اگرچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے انہیں خبردار بھی کیا تھا۔ خالد بن ولید نے جب دیکھا تو پشت کی جانب سے حملہ کر کے مسلمانوں کی فتح کو شکست میں تبدیل کر دیا۔ اس میں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی حتیٰ کہ دشمن آنحضرت تک بھی پہنچ گئے اور آپ کو لہو لہان کر دیا۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان پر حملہ کیا مگر شداد نے دوسری جانب سے حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا۔ ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے حضور کو مسلسل اپنی اوٹ میں رکھا جس کی وجہ سے ان کا جسم چھلنی ہو گیا اور انہوں نے اسی جگہ شہادت پائی۔ عمرو نے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر ڈالا۔ وحشی حبشی غلام تھا، اس کے آقا نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دے گا تو اسے رہائی مل جائے گی۔ اس نے ایک تیر تاک کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ناف پر مارا اور انہیں شہید کر دیا۔ ہندہ نے آپ کا کلیجہ چبا کر اپنی منت پوری کی۔ اس جنگ کا ذکر قرآن حکیم میں سورہ آل عمران کی آیت ۱۶۵ میں موجود ہے اور صحیح بخاری میں کتاب المغازی میں بھی موجود ہے۔

غزوہ حنین

قرآن حکیم میں ارشاد ہے حنین کے دن کہ جب تم اپنی تعداد پر بہت اتر آ گئے تھے، پھر یہ بہت کچھ ہونا تمہارے کام نہ آیا اور میں اس قدر کشادہ ہونے کے باوجود تمہارے لئے تنگ کر دی گئی۔ پھر تم پیٹھ موڑ کر بھاگ نکلے۔ پھر اللہ نے تمہارے لئے تسلی اتاری اور ایسی فوجیں بھیجیں جو تم نے دیکھی نہ تھیں اور کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کی سزا یہی ہے۔ (سورہ توبہ آیات ۲۶-۲۵)

حنین، مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے جس کا دوسرا نام اوطاس بھی ہے۔ یہ مکے سے تقریباً پچاس میل دور ہے۔ اس مقام پر آنحضرت ﷺ کی قیادت میں شوال آٹھ ہجری کو بارہ ہزار مسلم فوج کی ایک جمعیت بڑھی۔ ان کے پاس سامان حرب کی کمی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے اس کمی کو پورا کرنے کے لیے مکے کے ایک رئیس سے تیس ہزار درہم قرض لیے تھے اور مکے ہی کے ایک اور رئیس صفوان بن امیہ سے اسلحہ ادھار لیا جس میں سامان حرب اور اس کے لوازمات شامل تھے۔

نجیف بوڑھا شخص میدان جنگ میں

دوسری جانب ہوازن اور ثقیف قبائل مع اپنے اہل و عیال پیش قدمی کر رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ خواتین اور بچوں کی موجودگی سے وہ بزدلی نہیں دکھائیں گے۔ اس موقع پر کعب اور کلاب قبیلہ لگ رہا۔ ہوازن قبیلے کے رئیس اور سردار مالک بن عوف کو فوج کی سرداری کے لئے منتخب کیا گیا اور جنگی امور کے مشیر کی حیثیت سے عرب کے مشہور شاعر اور قبیلہ بنی نضیم کے سردار درید کو لیا گیا، وہ سو سالہ بوڑھا نجیف ولاغر مگر دماغی طور پر نہایت چاق چوبند تھے۔ اسے پلنگ پر لایا گیا۔ اس نے آتے ہی پوچھا کہ یہ کون سا مقام ہے؟ لوگوں نے کہا، اوطاس تو وہ بولا، ہاں یہ جنگ کے لئے موزوں جگہ ہے۔ پھر پوچھنے لگا، یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟

جواب ملا کہ عورتیں اور بچے بھی اس جنگ میں موجود ہیں، تاکہ کوئی جنگجو پیچھے نہ ہٹے۔ وہ کہنے لگا کہ جب جنگ میں پیرا کھڑ جاتے ہیں تو کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ کہیں خواتین کی موجودگی کی بناء پر مزید ذلت نہ ہو جائے۔ میدان جنگ میں صرف تلوار کام دیتی ہے عورت نہیں۔ پھر اس نے پوچھا، جنگ میں کلاب اور کعب قبائل شامل ہیں یا نہیں؟ جواب دیا گیا نہیں تو اس نے کہا، اگر آج کا دن عزت و شرف کا

ہوتا تو وہ قبائل اس جنگ میں ضرور شریک ہوتے۔ تاریخ اسلام میں لکھا ہے کہ یہ پہلا موقع تھا کہ مسلمانوں کا اتنا عظیم لشکر جنگ کے لئے نکلا۔ یہی لشکر بغیر جنگ کے مکہ فتح کر چکا تھا، اس لئے آج ان کی نظروں میں وہی منظر تھا۔ کچھ لوگوں کے ذہنوں میں تکبر بھی آگیا اور ان کے منہ سے بے ساختہ یہ الفاظ نکل گئے ”آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے“۔ فقہاء لکھتے ہیں کہ یہی غرور اس جنگ میں شکست کا باعث بنا۔ حضور ﷺ نے خود لشکر کی صف بندی فرمائی تھی کہ دشمن کی فوج یکا یک گھاٹی سے نکل کر مسلم فوج پر حملہ آور ہوئی۔ اس موقع پر نو مسلموں نے بھی دھوکا دیا اور اسلامی لشکر کا ساتھ چھوڑ گئے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی ذات اقدس تہا رہ گئی۔ تب آپ ﷺ نے لوگوں کو پکارا تو لوگوں نے جواب دیا ”ہم حاضر ہیں“۔ چنانچہ مسلم فوج ایک مرتبہ پھر جمع ہو گئی۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ اس موقع پر آپ ﷺ ثابت قدم رہے۔ آپ ﷺ کے ساتھ چار افراد جمے رہے جو تین بنی ہاشم اور ایک عباس رضی اللہ عنہم تھے۔ ابوسفیان نے آپ کے نچر کی باگ تھامی ہوئی تھی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے تھے۔ آخر میں آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی ”اے اللہ! تو اپنی مدد اتار“۔

ترمذی کی روایت میں ہے کہ اس موقع پر آپ ﷺ کے ساتھ سو آدمی بھی نہیں رہے اور حاکم کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ صرف اسی افراد رہ گئے تھے۔ بہر حال حضور ﷺ کے جاں نثار ایک بار پھر اکٹھے ہوئے اور پلٹ کر زوردار حملہ کیا جس سے میدان جنگ کا نقشہ پلٹ گیا۔ مسلمان جم کر لڑے اور کفار نے بھاگ جانے میں ہی عافیت سمجھی۔ جو رہ گئے تھے وہ قیدی بنا لئے گئے۔ بنو ثقیف کے اتحادی بنو مالک کے ستر آدمی مارے گئے جن میں ان کا علم بردار عثمان بن عبداللہ بھی تھا۔

شوال کے چھ روزے

عید الفطر کے بعد رکھا جانے والا چھ (۶) دنوں (۲ تا ۷ شوال) کے نفلی روزے ہمارے معاشرہ میں شش عیدی کے نام سے جانے جاتے ہیں، حقیقت میں ان چھ دنوں کے روزے، رمضان المبارک کے روزوں کے بحسن و خوبی ادا ہونے اور اس ماہ کی رحمتوں، برکتوں اور سعادتوں اور مغفرت کی رات اور انعام کے دن والے حقیقی تہوار ”عید الفطر“ کے ملنے کا صحیح شکرانہ ہے رمضان کے روزوں میں واقع ہونے والی کمیوں اور کوتاہیوں کی تلافی کا تکملہ ہے اور ان چھ روزوں کا اہتمام سراپا صدقہ ہے۔

احادیث مبارکہ میں ان چھ روزوں کی بڑی فضیلتیں بیان ہوئی ہیں، ایک حدیث شریف میں ہے کہ پورے رمضان اور شوال کے چھ روزوں یعنی کل چھتیس روزوں کا ثواب، پورے ایک سال (تین سو ساٹھ) روزے رکھنے کے برابر ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے جس نے رمضان کے (پورے) روزے رکھے، پھر اس کے بعد شوال میں چھ (نفلی) روزے رکھے تو اس شخص نے گویا کہ پورے سال (تین

سو ساٹھ دنوں) کا روزہ رکھا۔ (مسلم و ترمذی) اس حدیث شریف کی وضاحت حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں موجود ہے کہ رمضان کا روزہ دس مہینوں (کے روزوں) کے برابر ہے، اور شوال کے چھ دنوں کا روزہ دو مہینوں کے روزوں کے برابر ہے، اس طرح رمضان اور شوال کے چھ روزے پورے ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔ (احمد، ابن حبان) نیز ایک حدیث شریف میں ہے کہ پورے ماہ شوال کے روزے ان نفلی روزوں میں ہے جن کا اہتمام دخول جنت کا موجب ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ”جو رمضان، شوال اور (ہر ہفتہ) بدھ و جمعرات کے روزے رکھے گا تو وہ (ضرور) جنت میں جائے گا۔ (احمد، نسائی) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ماہ شوال کے ایک دن کا روزہ رکھنا پورے ایک سال روزہ رکھنے جیسا ہے، حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں کہ ”عید الفطر کے بعد (ماہ شوال میں) ایک دن کا روزہ رکھے گا تو اس نے گویا کہ پورے ایک سال کا روزہ رکھ لیا۔“ (طائف المعارف) اور حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے شوال کے روزوں کی اسی فضیلت و اہمیت کے پیش نظر ایک مرتبہ فرمایا کہ: ”رمضان کے بعد شوال میں ایک دن کا روزہ رکھنا پورے سال روزہ رکھنے سے زیادہ مجھے محبوب و پسند ہے۔ (ایضاً)

شوال میں روزے رکھو

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ میں شوال کے روزوں کی فضیلت کس قدر مؤثر اور کتنے جامع انداز میں بیان ہوئی ہے اور ان احادیث میں ان روزوں کے اہتمام کی کس قدر زیادہ عمومی ترغیب موجود ہے، اسی طرح کچھ احادیث شریفہ میں شوال کے مہینہ میں روزہ رکھنے کی واضح تاکید، آپ ﷺ نے بعض اکابرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمائی ہے چنانچہ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے حضرت مسلم قریشی رضی اللہ عنہ سے فرمایا

کہ ”ماہ رمضان اور اس کے بعد آنے والے مہینے شوال میں روزہ رکھو“۔ (ترمذی و نسائی) نیز آپ ﷺ نے اپنے محبوب ترین صحابہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ”شوال میں روزے رکھو“۔ (ابن ماجہ) اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ ”شوال کے مہینہ میں روزے کیوں نہیں رکھتے“۔ (ابو یعلیٰ الموصلی)

شوال کے روزوں کی اہمیت

آپ ﷺ کی ان ترغیبی اور تاکیدی احادیث مبارکہ سے شوال کے روزوں کی اہمیت بالکل واضح و نمایاں ہے اور نفلی روزوں میں شعبان کے روزوں کے بعد شوال کے ہی روزوں کا درجہ و مرتبہ ہے کیوں کہ شعبان کے روزوں اور شوال کے روزوں کی حیثیت فرض نمازوں سے پہلے اور بعد میں پڑھی جانے والی سنت و نفل نمازوں جیسی ہے، حقیقت یہ ہے کہ رمضان المبارک کا روزہ فرض ہے اور شعبان اور شوال دونوں رمضان سے پہلے اور بعد کے مبارک ترین مہینے ہیں، اس لئے ان دونوں میں روزہ رکھنا، رمضان سے قرب و تعلق کی بنا پر بقیہ سارے مہینوں کے روزوں سے زیادہ فضیلت و اہمیت، مقام و مرتبہ اور اجر و ثواب والے روزے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت مسلم قریشی رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو شوال میں نفلی روزہ رکھنے کی تاکید فرمائی ہے اور ماہ رجب میں روزہ رکھنے والی ایک خاتون کو شعبان میں نفلی روزہ رکھنے کی ترغیب دی ہے، اور آپ ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سوال ”رمضان کے روزوں کے بعد کس ماہ کا روزہ زیادہ فضیلت والا ہے؟“ کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ”رمضان کی تعظیم میں ماہ شعبان کا روزہ، (زیادہ فضیلت والا ہے)۔ (ترمذی) اسی طرح شوال کا روزہ بھی فضیلت میں شعبان کے روزہ کی طرح زیادہ فضیلت والا روزہ ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو

حرمت والے چاروں مہینوں (ذیقعد، ذی الحجہ، محرم اور رجب) میں روزہ رکھنے کے بجائے ماہ شوال میں روزہ رکھنے کی تاکید فرمائی۔ (ابن ماجہ) حضرت رسول اکرم ﷺ کے حکموں پر جان و تن نچھاور کرنے والے جلیل القدر صحابی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اس تاکید کی حکم پر آخری دم تک عمل کیا اور ہم تمام کے لئے اپنا قابل تقلید اسوہ و نمونہ پیش فرمایا، روایت میں ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ عید الفطر کے دوسرے دن سے ہی پورے شوال کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ یہ معمول پوری زندگی قائم و دائم رہا حتیٰ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔

خیر القرون میں شوال کے روزے

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ کی بنا پر خیر القرون سے آج تک شوال میں روزہ رکھنے کا معمول چلا آرہا ہے اور شوال کے چھ روزوں کا بڑا اہتمام کیا جاتا رہا اور ان چھ روزوں کو بہت ہی فضیلت و اہمیت اور بڑے ہی اجر و ثواب والا سمجھا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اکثر اصحاب علم و فقہ کے نزدیک شوال کے یہ چھ روزے مستحب ہیں، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ، حضرت شعیب رضی اللہ عنہ، حضرت میمون رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مبارک رضی اللہ عنہ، حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ، حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ، حضرت اسحاق بن راہویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ نے ان چھ روزوں کو مستحب قرار دیا ہے۔ (الطائف المعارف) نیز جدید تحقیق کے مطابق حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی ان چھ دنوں کا مستحب ہے، چنانچہ علامہ قاسم بن قطلوبغا رضی اللہ عنہ نے اپنے رسالہ ”تحریر الاقوال فی الصوم الست من شوال“ میں ثابت کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کا مسلک بھی امام شافعی رضی اللہ عنہ اور امام احمد رضی اللہ عنہ کے مطابق ان روزوں کے استحباب کا ہے۔ (درس ترمذی) اور

احناف اور مالکیہ کے علماء متاخرین کے نزدیک بھی شوال کے یہ چھ روزے جائز اور مستحب ہیں، اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شوال کے چھ روزوں کا اہتمام کرنا سارے مسلکوں میں جائز اور مستحب ہے۔ شوال کے ان چھ روزوں کے رکھنے کے چار طریقے منقول ہیں، ان میں سب سے پہلا طریقہ یہ ہے کہ عید الفطر کے بعد دو شوال سے سات شوال تک مسلسل روزے رکھے جائیں۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک مرفوع روایت میں مسلسل چھ دن روزہ رکھنے کا ذکر موجود ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے عید الفطر کے بعد لگا تار چھ دنوں (۲ تا ۷ شوال) کے روزے رکھے تو اس نے گویا کہ پورے ایک سال کے روزہ رکھے۔ (طبرانی فی الاوسط)

یہی طریقہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور بعض علمائے احناف کے نزدیک افضل ہے۔ (الطائف المعارف) اور اس کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ان چھ روزوں کو پورے ماہ شوال میں الگ الگ کر کے رکھا جائے، حنفیہ خاص طور پر حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور مالکیہ کے نزدیک یہی دوسرا طریقہ افضل ہے۔ (فقہ النبی) اور تیسرا طریقہ یہ ہے کہ ان چھ روزوں کو دو سے سات شوال تک لگا تار رکھنا یا پورے شوال میں وقفہ وقفہ کر کے چھ روزے رکھنا دونوں صورت یکساں اور فضیلت میں برابر ہیں۔ حضرت امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام داؤد ظاہری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ تیسرا طریقہ راجح ہے۔ (الطائف و فقہ النبی) اور چوتھا طریقہ یہ ہے کہ عید الفطر کے فوراً بعد روزہ نہ رکھا جائے کیوں کہ یہ دن کھانے پینے کے ہیں البتہ ایام بیض (یعنی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ) کے ساتھ اس سے تین دن پہلے یا تین دن بعد روزہ رکھا جائے، یہ چوتھا طریقہ حضرت معمر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک راجح و افضل ہے۔ (الطائف المعارف) یہ چاروں طریقے تمام ائمہ کرام کے

نزدیک جائز ہیں، اختلاف صرف اور صرف افضلیت اور ترجیح کے تعلق سے ہے، یہی وجہ ہے کہ سب کے نزدیک ان طریقوں میں سے کسی طریقہ پر بھی عمل کرنے سے صیام الدہر یعنی سال بھر روزہ رکھنے کا ثواب انشاء اللہ ضرور ملے گا، چنانچہ حضرت امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ اگر کسی نے شوال کے یہ چھ روزے الگ الگ رکھے تو ایسا کرنا بھی جائز ہے۔ (ترمذی) اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ ”اگر کوئی شخص (یہ چھ روزے) مسلسل نہ رکھ کر وقفہ کر کے ماہ شوال میں ان روزوں کا اہتمام کرے تو اس کو بھی وہی ثواب ملے گا جو مسلسل رکھنے والے کو ملے گا۔ (شرح مسلم) اس لئے ہم اہل ایمان کے لئے مناسب و بہتر یہ ہے کہ سہولت و آسانی کے مطابق چاروں طریقوں میں سے کسی بھی طریقہ کو اپنائیں اور سال بھر کے روزوں کا ثواب پائیں اور جنت الفردوس میں جگہ پائیں، یہی ہم تمام اہل ایمان کا مطلوب و مقصود اصلی ہے۔



ایام بیض کے روزے

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ.

”جو شخص نیک کام کرے گا تو اس کو دس گنا ثواب ملے گا اور جو شخص برا کام کرے گا اس کو اس کے برابر ہی سزا ملے گی اور ان لوگوں پر ظلم نہ ہوگا۔“ (الانعام: ۱۶۰)

شان نزول

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: کہ جو شخص ہر مہینے تین دن کے روزے رکھے گا تو اس نے گویا سال بھر کے روزے رکھ لئے (ایک دن کے روزہ کا ثواب دس دن کے برابر) اس کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت شریفہ نازل فرمائی۔

تشریح: یہ اللہ تعالیٰ کا رحم و کرم ہے کہ اگر کسی شخص نے نیک کام کا ارادہ کیا لیکن کسی وجہ سے وہ کام کرنے سکا، تو صرف نیت کرنے پر بھی ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور اگر عمل کر لیا تو دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور کبھی کبھی حسن نیت کی وجہ سے ثواب سات

سو تک بھی پہنچ جاتا ہے اور اگر کسی نے گناہ کا ارادہ کیا مگر گناہ نہ کیا تو بھی اس کے لئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور اگر وہ گناہ کر بیٹھے تو گناہ دس نہیں بلکہ ایک لکھا جاتا ہے۔

کینہ ختم ہو جاتا ہے

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ رمضان کے روزے اور اس کے بعد ہر ماہ تین روزے رکھنے سے دل کا کینہ، وسوسہ، اور کھوٹ دور ہو جاتا ہے۔

”عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَوْمُ شَهْرِ الصَّبْرِ وَثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ يُذْهِبَنَّ وَحَرَ (حَقْدَ) الصَّدْرِ“ . (كشف الآثار: ۲۹۳، رقم: ۱۰۵۷)

گناہوں کی معافی

میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمیں روزے کے بارے میں بتادیتے! (کہ اس کا فائدہ کیا ہے) حضور ﷺ نے فرمایا: ہر ماہ کے تین روزے جو رکھ سکتا ہو تو اسے رکھنے چاہئیں۔ کیوں کہ ایک دن کا روزہ رکھنے سے دس (دن کے) گناہ معاف ہوتے ہیں اور روزہ آدمی کو گناہوں سے اس طرح پاک صاف کر دیتا ہے جس طرح پانی کپڑے کو۔

”عَنْ مَيْمُونَةَ بِنْتِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفْتِنَا عَنِ الصَّوْمِ، فَقَالَ: مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، مَنْ اسْتَطَاعَ أَنْ يَصُومَهُنَّ فَإِنَّ كُلَّ يَوْمٍ يُكَفِّرُ عَشْرَ سَيِّئَاتٍ وَإِنَّهُ يُنْقِي مِنَ الْإِثْمِ كَمَا يُنْقِي الْمَاءُ الثُّوبَ“ . (الطبرانی في الكبير: ۲۵، رقم: ۶۰)

جہنم سے بچاؤ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: کہ جس طرح ڈھال قتل سے بچاؤ کا ذریعہ ہے اسی طرح روزہ جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ ہے اور بہترین روزے ہر ماہ کے تین روزے ہیں۔

”عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الصَّيَامُ جَنَّةٌ مِنَ النَّارِ كَجَنَّةِ أَحَدِكُمْ مِنَ الْقِتَالِ وَصِيَامٌ حَسَنٌ، ثَلَاثَةٌ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ“ . (ابن خزیمہ: ۲/۱۸۹۱: رقم)

ایام بیض کا روزہ

بیض جمع ہے بیضاء کی، بیضاء مونث ہے ایض کا جس کے معنی ہیں سفید، روشن، منور اور ”الیالی البیض“ قمری مہینہ کی تیرہویں، چودھویں، پندرہویں، چاندنی راتوں کو کہا جاتا ہے کیونکہ ان راتوں میں چاندنی اول سے آخر تک باقی رہتی ہے اور پوری رات روشن اور چمکدار رہتی ہے، راتوں کے روشن ہونے کی مناسبت سے ان راتوں کے دن (یعنی تیرہویں، چودھویں، پندرہویں کی تاریخ) کو بھی ”ایام بیض“ کہہ دیا جاتا ہے۔

وجہ ایام بیض کہنے کی یہ ہے کہ ان دنوں کے روزے گناہوں کی تاریکی کو دور کرتے ہیں اور قلوب کو روشن اور مجلسی کرتے ہیں۔

ہر مہینہ میں کسی بھی دن، کسی بھی تاریخ میں تین نفلی روزے رکھ لینا کافی ہے، البتہ ایام بیض (قمری تاریخ، تیرہ، چودہ، پندرہ) کے روزے رکھنا افضل و بہتر ہے اور احادیث میں ان دنوں کے روزوں کی ترغیب دی گئی ہے۔ (مظاہر حق: ۲/۶۷۲)

تاریخ کون سی ہو

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھنا ہوا ایک خرگوش پیش کیا گیا، آپ نے لانے والے (اعرابی سے بھی کھانے کے لئے فرمایا، اس نے نہیں کھایا، تو آپ نے اس سے پوچھا آپ کیوں نہیں کھاتے؟ اس نے کہا: میں تو روزہ سے ہوں، آپ نے پوچھا روزہ کیسا؟ اس نے کہا: نفلی روزہ، آپ نے فرمایا: (نفلی رکھنا تھا تو) ایام بیض کا رکھ لیا ہوتا۔ ”عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: أُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَارَنَبٍ وَقَالَ لِلَّذِي جَاءَ بِهِ مَالِكٌ لَا تَأْكُلْ مِنْهَا؟ قَالَ: إِنِّي صَائِمٌ، قَالَ: مَا صَوْمُكَ؟ قَالَ تَطْوَعُ، قَالَ فَهَذَا بَيْضٌ“ . (مسند ابی حنیفہ: ج ۳، ۲۳۰، تحت روایہ موسیٰ بن طلحہ)

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے ابو ذر! تم مہینے کے تین روزے رکھو، تو تیرہویں، چودھویں، پندرہویں کے روزے رکھا کرو۔ ”عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا ذَرٍّ إِذَا صُمْتَ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَصُمْ ثَلَاثَ عَشْرَةٍ وَأَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ“ . (رواہ الترمذی، رقم: ۶۱۱، باب ماجاء فی صوم ثلاثہ ایام من کل شهر)

حضرت قتادہ بن ملحان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کو حکم فرماتے تھے کہ ہم ایام بیض یعنی مہینہ کی تیرہویں، چودھویں، پندرہویں کے روزہ رکھا کریں اور فرماتے تھے: کہ مہینے کے ان تین دنوں کے روزے رکھنا اجر اور ثواب کے لحاظ سے ہمیشہ روزہ رکھنے کے برابر ہے۔ ”عَنْ قَتَادَةَ بْنِ مَلْحَانَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَرْنَا أَنْ نَصُومَ الْبَيْضَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَأَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ وَقَالَ هُنَّ كَهَيْئَةِ الدَّهْرِ“ . (رواہ ابوداؤد: رقم: ۲۳۳۹)

صدقہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ

فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی (اللہ کا) حق ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ. (سورہ بقرہ ۱۷۷)

اصلی نیکی اور بھلائی (کا معیار) یہ نہیں ہے کہ (عبادت میں) تم مشرق کی طرف اپنا رخ کرو یا مغرب کی طرف بلکہ اصل نیکی کی راہ بس ان لوگوں کی ہے جو ایمان لائے، اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور ملائکہ پر اور اللہ کی کتابوں اور اس کے نبیوں پر اور جنہوں نے مال کی محبت کے باوجود اس کو خرچ کیا قرابت داروں پر یتیموں مسکینوں پر اور مسافروں اور سائلوں پر اور غلاموں کو آزادی دلانے میں اور اچھی طرح قائم کی انہوں نے نماز اور زکوٰۃ۔

خرچ کرنے کی ترغیب

مذکورہ بالا حدیث کا مقصد و منشاء یہ ہے کہ کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیے کہ مقررہ زکوٰۃ (یعنی فاضل سرمایہ کا چالیسواں حصہ) ادا کر دینے کے بعد آدمی پر اللہ کا کوئی مالی حق اور مطالبہ باقی نہیں رہتا اور وہ اس سلسلہ کی ہر قسم کی ذمہ داریوں سے بالکل سبکدوش ہو جاتا ہے ایسا نہیں ہے بلکہ خاص حالات میں زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد بھی اللہ کے ضرورت مند بندوں کی مدد کی ذمہ داری دولت مندوں پر باقی رہتی ہے۔ مثلاً ایک صاحب ثروت آدمی حساب سے پوری زکوٰۃ ادا کر چکا ہو۔ اس کے بعد اسے معلوم ہو کہ اس کے پڑوس میں فاقہ ہے یا اس کا فلاں قریبی رشتہ دار محتاجی کی حالت میں ہے، یا کوئی شریف مصیبت زدہ یا مسافر ایسی حالت میں اس کے پاس پہنچا جس کو فوری امداد کی ضرورت ہو تو ایسی صورتوں میں ان ضرورت مندوں محتاجوں کی امداد اس پر واجب ہوگی۔ مذکورہ بالا آیت کے آخر میں اقامت صلوٰۃ اور اداء زکوٰۃ کا بھی ذکر کیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ ان کمزور اور ضرورت مند طبقوں کی مالی مدد کا جو ذکر کیا گیا ہے وہ زکوٰۃ کے علاوہ ہے کیوں کہ زکوٰۃ کا مستقلاً ذکر اس آیت میں آگے موجود ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر بندے کو اللہ کا پیغام ہے کہ اے آدم کے فرزند تو (میرے ضرورت مند بندوں پر) اپنی کمائی خرچ کر، میں اپنے خزانے سے تجھ کو دیتا رہوں گا۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۸۹۵)

کشادہ دستی کی توثیق

اس حدیث قدسی میں گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضمانت ہے کہ جو بندہ اس کے ضرورت مند بندوں کی ضرورتوں پر خرچ کرتا رہے گا اسکو اللہ تعالیٰ کے خزانہ غیب

سے ملتا رہے گا اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جن بندوں کو یقین کی دولت سے نوازا ہے ہم نے دیکھا ہے کہ ان کا یہی معلوم ہے اور ان کیساتھ انکے رب کریم کا یہی معاملہ ہے اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اس یقین کا کوئی حصہ نصیب فرمائے، آمین!

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا تم اللہ کے بھروسہ پر اس کی راہ میں کشادہ دستی سے خرچ کرتی رہو اور حکومت (یعنی اس فکر میں نہ رہو کہ میرے پاس کتنا ہے اور اس میں سے کتنا راہ خدا میں دوں) اگر تم اس کی راہ میں اس طرح حساب کر کے دو گے تو وہ بھی تمہیں حساب ہی سے دے گا (اور اگر بے حساب دو گے تو وہ بھی اپنی نعمتیں تم پر بے حساب انڈیلے گا) اور دولت جوڑ جوڑ کے اور بند کر کے نہ رکھو، ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہارے ساتھ یہی معاملہ کرے گا۔ (کہ رحمت اور برکت کے دروازے تم پر خدانخواستہ بند ہو جائیں گے لہذا تھوڑا بہت جو کچھ ہو سکے اور جس کی توفیق ملے راہ خدا میں کشادہ دستی سے دیتی رہو۔

(صحیح بخاری بحوالہ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۶۳)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے آدم کے فرزند اللہ کی دی ہوئی دولت جو اپنی ضرورت سے فاضل ہو اللہ کے راستے میں خرچ کرو۔ یہاں تک کہ اس دولت کے بارے میں پوچھ ہو۔ اس حدیث کا پیغام یہ ہے کہ آدمی کیلئے بہتر یہ ہے کہ جو دولت وہ کمائے یا کسی ذریعے سے اسکے پاس آئے اس میں سے اپنے زندگی کی ضرورت کے بقدر تو اپنے پاس رکھے، باقی راہ خدا میں اسکے بندوں پر خرچ کرتا رہے، اور اس میں پہلا حق ان لوگوں کا ہے جن کا اللہ نے اسکو ذمہ دار بنایا ہے اور جن کی کفالت اسکے ذمہ ہے مثلاً اسکے اہل و عیال اور حاجت مند قریبی اعزہ وغیرہ۔

صدقہ کے خواص و برکات

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور بری موت کو دفع کر دیتا ہے۔ (ترمذی ص ۱۳۳)

جس طرح دنیا کی مادی چیزوں جڑی بوٹیوں تک کے خواص اور اثرات ہوتے ہیں اسی طرح انسانوں کے اچھے بے اعمال اور اخلاق کے بھی خواص اور اثرات ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ ہی معلوم ہوتے ہیں۔ اسی حدیث میں صدقہ کی دو خاصیتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ اگر بندے کی کسی بڑی لغزش اور معصیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا غضب اس کی طرف متوجہ ہو تو صدقہ اس غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور اس کی وجہ سے بندہ بجائے اللہ کے غضب اور ناراضی کے اسکی رضا اور رحمت کا مستحق بن جاتا ہے۔ اور دوسری خاصیت یہ ہے کہ وہ بری موت سے آدمی کو بچاتا ہے (یعنی صدقہ کی برکت سے اس کا خاتمہ اچھا ہوتا ہے) دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس طرح کی موت سے بچاتا ہے جس کو دنیا میں بری موت سمجھا جاتا ہے۔

قیامت کے دن مومن پر صدقہ کا سایہ

مرثد بن عبد اللہ تابعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ کے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی ہے کہ قیامت کے دن مومن پر اس کے صدقہ کا سایہ ہوگا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۰)

حدیثوں میں بہت سے اعمال صالحہ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن یہ اعمال سایہ کا ذریعہ بن جائیں گے، اس حدیث میں صدقہ کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ قیامت میں اس کی ایک برکت یہ ظاہر ہوگی کہ صدقہ کرنیوالے کے

لئے اس کا صدقہ سا تباہ بن جائے گا جو اس دن تپش اور تمازت سے صدقہ کرنے والوں کو بچائے گا۔ اللہ تعالیٰ ان حقیقتوں کا یقین اور اس کے مطابق عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین! حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ سے مال میں کمی نہیں آتی (بلکہ اضافہ ہوتا ہے) اور قصور معاف کر دینے سے آدمی نیچا نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ اس کو سر بلند کر دیتا ہے اور اس کی عزت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے فروتنی اور خاکساری کا رویہ اختیار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو رفعت اور بالا تری بخشے گا۔ (صحیح مسلم ۳۲۱۲)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضرت! بتائیے صدقہ کیا ہے؟ (یعنی اللہ کی طرف سے اس کا اجر کیا ملنے والا ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چند در چند (یعنی جتنا کوئی اللہ کی راہ میں صدقہ کرے اس کا کئی گنا اس کو ملے گا) اور اس کے یہاں بہت ہے۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۷۰)

ضرورت مندوں پر خرچ کرنے کا ثواب

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلم نے دوسرے مسلم بھائی کو جس کے پاس کپڑا نہیں تھا پہننے کو کپڑا دے دیا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا سبز لباس پہنائے گا اور جس مسلم بھائی نے دوسرے مسلم بھائی کو بھوک کی حالت میں کھانا کھلایا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھل اور میوے کھلائے گا اور جس مسلم نے پیاس کی حالت میں دوسرے مسلم بھائی کو پانی پلایا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی شراب طہور پلائے گا۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جس بندے نے کسی مسلم کو کپڑا پہنایا وہ یقیناً اس

وقت تک اللہ کے حفظ و امان میں رہے گا جب تک کہ اس کے جسم پر اس کپڑے میں سے کچھ بھی رہے۔ (مشکوٰۃ شریف ۱۲۹۱)

جانوروں کو کھلانا پلانا بھی صدقہ ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بدچلن عورت اس عمل پر بخش دی گئی کہ وہ ایک کنویں کے پاس سے گزری اور اس نے دیکھا کہ ایک کتا زبان نکالے ہوئے ہے (اور اسکی حالت ایسی ہے کہ) گویا وہ پیاس سے مرہی جائے گا (اس عورت کے دل میں ترس آیا، وہاں پانی نکالنے کے لئے رسی ڈول کچھ موجود نہ تھا) اس نے اپنا چمڑے کا موزہ پاؤں سے نکالا اور اپنی اوڑھنی سے باندھا اور اسی کے ذریعہ کنویں سے پانی نکال کر اس کو پلایا وہ عورت اپنے اس عمل کی وجہ سے بخش دی گئی۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا جانوروں کے کھلانے پلانے میں اجر و ثواب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ہر حساس جانور (جس کو بھوک پیاس کی تکلیف ہو) اس کو کھلانے پلانے میں اجر و ثواب ہے۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۲۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان بندہ کوئی درخت لگائے یا کھیتی کرے تو اس درخت یا اس کھیتی سے جو پھل اور جودانہ کوئی انسان یا کوئی پرندہ یا کوئی چوپایا کھائے گا وہ اس بندہ کیلئے صدقہ اور اجر و ثواب کا ذریعہ ہوگا۔

(بخاری شریف بحوالہ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۲۸)

کس وقت کے صدقہ کا ثواب زیادہ ہے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کس صدقہ کا ثواب زیادہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ زیادہ ثواب کی صورت

یہ ہے کہ تم ایسی حالت میں صدقہ کرو جب کہ تمہاری تندرستی قائم ہو اور تمہارے اندر دولت کی چاہت ہو اور اسکو اپنے پاس رہنے کی حرص ہو اس حالت میں (راہ خدا میں مال خرچ کرنے سے) تمہیں محتاجی کا خطرہ ہو اور دولت مندی کی دل میں آرزو ہو (ایسے وقت میں اللہ کی رضا کیلئے اپنا مال خرچ کرنا سچی خدا پرستی اور خدا طلبی کی دلیل ہے اور ایسے صدقہ کا ثواب بہت بڑا ہے) اور ایسا نہ ہونا چاہیے کہ تم سوچتے رہو اور ٹالتے رہو یہاں تک کہ جب موت کا وقت آجائے، اور جان کھینچ کے حلق میں آجائے تو تم مال کے بارے میں وصیت کرنے لگوں کہ اتنا فلاں کو اور اتنا فلاں کو، حالاں کہ اب تو مال (تمہاری ملکیت سے نکل کر) فلاں فلاں کا (یعنی وارثوں کا) ہو ہی جائے گا۔ (بخاری ج ۲، ۱۹۱)

یہ طرز عمل ٹھیک نہیں

انسانوں کی یہ عام کمزوری ہے کہ جب تک وہ تندرست و توانا ہوتے ہیں اور موت سامنے نہیں کھڑی ہوتی، وہ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے بخل کرتے ہیں۔ شیطان ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ اگر ہم نے راہ خدا میں خرچ کیا تو ہمارے پاس کمی ہو جائے گی۔ ہم خود تنگ دست اور محتاج ہو جائیں گے، اس لئے ان کا ہاتھ نہیں کھلتا، لیکن جب موت سامنے آجاتی ہے اور زندگی کی امید باقی نہیں رہتی تو انہیں صدقہ یاد آجاتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ طرز عمل ٹھیک نہیں ہے۔ اللہ کی نگاہ میں محبوب اور مقبول صدقہ وہ ہے جو بندہ تندرستی اور توانائی کی ایسی حالت میں کرے کہ اس کے سامنے اپنے مسائل اور اپنا مستقبل بھی ہو اس کے باوجود وہ اللہ کی رضا جوئی کیلئے اور آخرت کے ثواب کی امید میں اور رب کریم کے وعدوں پر یقین و اعتماد کرتے ہوئے

اسی حالت میں ہاتھ کھول کر اللہ کی راہ میں اس کے بندوں پر خرچ کرے ایسے بندوں کے لیے قرآن مجید میں فلاں اور اجر عظیم کا وعدہ ہے۔

اہل و عیال پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے

اپنے اہل و عیال کی ضروریات پر اپنی اپنی حیثیت کے مطابق کم و بیش خرچ تو سبھی کرتے ہیں لیکن اس خرچ کرنے سے لوگوں کو وہ روحانی خوشی حاصل نہیں ہوتی جو اللہ کے نیک بندوں کو دوسرے ضرورت مندوں اور مساکین و فقراء پر صدقہ کرنے سے ہوتی ہے کیوں کہ اہل و عیال پر خرچ کرنے کو لوگ کارِ ثواب نہیں سمجھتے بلکہ اس کو مجبوری کا ایک تاوان یا نفس کا ایک تقاضا سمجھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے اہل و عیال اور اعزہ و اقارب پر بھی لوجہ اللہ اور ثواب کی نیت سے خرچ کرنا چاہیے اس صورت میں جو خرچ اس مد میں ہوگا وہ سب صدقہ کی طرح آخرت کے بینک میں جمع ہوگا۔ بلکہ دوسرے لوگوں پر صدقہ کرنے سے زیادہ اس کا ثواب ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ کی اس تعلیم سے ہمارے لئے خیر و سعادت کا ایک بہت بڑا دروازہ کھل جاتا ہے اب ہم جو کچھ اپنے بیوی بچوں کے کھانے پکڑے پر حتیٰ کہ ان کے جوتوں پر جائز حدود میں خرچ کریں گے وہ ایک طرح کا صدقہ اور کارِ ثواب ہوگا بس شرط یہ ہے کہ ہم اس ذہن سے اور اس نیت سے خرچ کریں۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی صاحب ایمان بندہ اپنے اہل و عیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرے تو وہ اسکے حق میں صدقہ ہوگا۔ اور عند اللہ ثواب کا مستحق ہوگا۔ (صحیح بخاری ج ۲، ص ۸۰۵، حدیث ۱۵۲۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! کونسا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا وہ صدقہ افضل ترین

صدقہ ہے جو غریب آدمی اپنی محنت کی کمائی سے کرے اور پہلے ان پر خرچ کرے جن کا ذمہ دار ہے (یعنی اپنے بیوی بچوں پر)۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۳۶)

اہل قرابت پر صدقہ کی خاص فضیلت

سلیمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی اجنبی مسکین کو اللہ کے لئے کچھ دینا صرف صدقہ ہے اور اپنے کسی عزیز قریب (ضرورت مند) کو اللہ کے لئے کچھ دینے میں دو پہلو ہیں اور دو طرح کا ثواب ہے، ایک یہ کہ وہ صدقہ ہے اور دوسرے یہ کہ وہ صلہ رحمی ہے (یعنی حق قرابت کی ادائیگی ہے) جو بجائے خود بڑی نیکی ہے۔ (مسلم ج ۱ ص ۲۲۳)

فائدہ: چوں کہ آدمی کا زیادہ واسطہ اپنے عزیزوں قریبوں ہی سے رہتا ہے اور زیادہ تر معاملات انہیں سے پڑتے ہیں اس لئے اختلافات اور تنازعات بھی زیادہ تر اقارب ہی میں ہوتے ہیں جن کی وجہ سے اس دنیا کی زندگی بھی غذاب بن جاتی ہے اور آخرت میں بھی برباد ہوتی ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم و ہدایت پر عمل کیا جائے اور لوگ اپنے قرابت داروں پر اپنی کمائی خرچ کرنا اللہ کی رضا کا وسیلہ سمجھیں تو دنیا اور آخرت کے بڑے عذاب سے محفوظ ہیں کاش! دنیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و ہدایت کی قدر سمجھیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔

مرنے والوں کی طرف سے صدقہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بتایا کہ جس طرح ایک آدمی اپنی طرف سے صدقہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکے ثواب وصلہ کی امید کر سکتا ہے اسی طرح اگر مرنے والے کی طرف سے صدقہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کا ثواب وصلہ اس مرنے

والے کو عطا فرمائے گا۔ تو مرنے والوں کی خدمت اور ان کیساتھ ہمدردی و احسان کا ایک طریقہ ان کیلئے دعاء و استغفار کے علاوہ یہ بھی ہے کہ ان کی طرف سے صدقہ کیا جائے، یا اسی طرح ان کی طرف سے دوسرے اعمال خیر کر کے انکو ثواب پہنچایا جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میری والدہ کا بالکل اچانک اور دفعتاً انتقال ہو گیا اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ موت واقع ہونے سے پہلے کچھ بول سکتیں تو ضرور کچھ صدقہ کرتیں، تو اب اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کا ثواب ان کو پہنچ جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں پہنچ جائے گا۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۲۸۶)

صدقے کا دروازہ کھلا ہوا ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال ایسے وقت ہوا کہ خود سعد رضی اللہ عنہ موجود نہیں تھے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے ہوئے تھے۔ جب ان کی واپسی ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری عدم موجودگی میں میری والدہ کا انتقال ہو گیا تو اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو ایک وہ ان کے لئے نفع مند ہوگا (اور ان کو اس کا ثواب پہنچے گا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں پہنچے گا انہوں نے عرض کیا تو میں آپ کو گاہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنا باغ مخرف اپنی مرحومہ والدہ کیلئے صدقہ کر دیا۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۸۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حدیثوں میں (اور ان کے علاوہ بھی بہت سی حدیثوں میں جو کتب حدیث کے مختلف ابواب میں مروی ہیں) یہ بات پوری صراحت کے ساتھ بیان فرمائی ہے کہ صدقہ وغیرہ جو قابل قبول نیک عمل کسی مرنے والے کی طرف سے کیا جائے یعنی اس کا ثواب اس کو پہنچایا جائے وہ

اس کے لیے نفع مند ہوگا۔ اور اس کو اس کا ثواب پہنچے گا گویا جس طرح اس دنیا میں ایک آدمی کمایا ہو پیسہ اللہ کے کسی دوسرے بندے کو دے کر اس کی خدمت اور مدد کر سکتا ہے۔ اور وہ بندہ اس سے نفع اٹھا سکتا ہے اسی طرح اگر کوئی صاحب ایمان اپنے مرحوم ماں باپ یا کسی دوسرے مومن بندہ کی طرف سے صدقہ کرے اس کو آخرت میں نفع پہنچانا اور اس کی خدمت کرنا چاہے تو مندرجہ بالا حدیثوں نے بتایا کہ ایسا ہو سکتا ہے اور اللہ کی طرف سے اس کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

☆☆☆

بجملہ اللہ تعالیٰ

”رمضان المبارک کے فضائل و مسائل“ جلد دوم تمام ہوئی۔

وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ
بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ .

محمد فاروق اعظم حبان قاسمی

خانقاہ رحیمی و نائب مہتمم دارالعلوم محمدیہ بنگلور

۱۷ ربیع الثانی بروز جمعرات ۱۴۳۲ھ

مطابق ۲۸ فروری ۲۰۱۳ء بعد نماز عشاء



شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی ایم ڈی حفظہ اللہ

کی مزید تالیفات

۱	خوابوں کی تعبیر اور ان کی حقیقت	جلداول و دوم (سوم زیر طبع)
۲	انوار السالکین	
۳	انوار طریقت	
۴	تصوف کی حقیقت	
۵	سفر نامہ جنوبی ہند تا جنوبی افریقہ	
۶	مفتاح الصلوٰۃ	
۷	ملفوظات حبیب الامت ﷺ	دو جلدیں
۸	سوانح حاذق الامت ﷺ	
۹	پیارے نبی کی پیاری دعائیں	
۱۰	خطبات رحیمی	دس جلدیں
۱۱	خطبات حبان برائے دختران اسلام	دس جلدیں
۱۲	تفسیری خطبات حبان	دو جلدیں
۱۳	خطبات رمضان المبارک	چار جلدیں
۱۴	طالبات تقریر کیسے کریں؟	دس جلدیں
۱۵	خواتین کے لئے منتخب تقاریر	
۱۶	خواتین کے لئے اصلاحی تقاریر	
۱۷	مستورات کے لئے انقلابی تقاریر	
۱۸	الحب النبوی ﷺ	
۱۹	زیارات حرمین شریفین	
۲۰	مجالس رحیمی	دو جلدیں

۲۱ فیضانِ لنگوہی ﷺ

۲۲ اسرارِ طریقت

۲۳ انجمن دیندار چن بسویشور مسلمان نہیں

۲۴ رمضان المبارک کے مسائل و فضائل

۲۵ امت کے روشن چراغ

۲۶ گناہوں کے انبار

۲۷ اسلام میں عورت کی عظمت

۲۸ فضائل اعمال کی فضیلت و اہمیت

۲۹ صحت مند زندگی کے راز

۳۰ بیاض حبان

۳۱ عملی زندگی

۳۲ تصوف اور سلوک کی حقیقت

☆☆☆

تفسیری خطباتِ حبان

”تفسیری خطباتِ حبان“ قرآن مجید کی منتخب آیات کا ترجمہ اور قصائے قرآن و خلاصہ تفسیر کا عام فہم مجموعہ ہے، جس میں عربی خطبہ کے بعد حضرت سیماب اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے منظوم ترجمہ قرآن سے آیات کے اردو اشعار بھی لگائے گئے ہیں، اسی طرح علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے منتخب اشعار اور چند قرآنی قصائے بھی جا بجا لگائے گئے ہیں۔ تاکہ سامع کے لئے نشاۃ اور دلچسپی کا باعث ہو۔

592 صفحات پر مشتمل یہ کتاب ائمہ، واعظین، خطباء، مبلغین اور تازہ واردان

بساط تفسیر کے لئے مختصر وقت میں منزل مطلوب تک پہنچ جانے کے لئے بیش قیمت زاد راہ ہے۔ قیمت:

خوابوں کی تعبیر اور ان کی حقیقت

خواب ایک حسین و دلکش منظر ہے جسے دیکھ کر انسان اس کی تعبیر کے لئے بے چین ہو جاتا ہے۔ زبانِ اردو میں ابھی تک کوئی مستند کتاب وجود میں نہ آئی تھی ہاں مختلف کتب خصوصاً ابن سیرین کے تراجم ضرور شائع ہوئے۔ طبقہ اردو کی اس تشنگی کا مداوا ”خوابوں کی تعبیر اور ان کی حقیقت“ مصنف حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی کے ذریعہ ہوا ہے، دو جلدوں پر مشتمل یہ ایسی جامع اور مستند و مجرب کتاب ہے جس میں خواب سے متعلق بے شمار موضوعات پر بڑی گرانقدر معلومات درج ہیں، قرآن و حدیث کی روشنی میں انبیاء، صحابہ، بزرگانِ دین اور صلحائے امت کے خوابوں و تعبیرات کے اجمالی تذکروں، جا بجا خوابوں سے متعلق شعراء کے اشعار سے کتاب مزین ہے۔ لغت کی طرح حروفِ تہجی سے مختصر تعبیروں کی ایک طویل فہرست دی گئی ہے جس سے فائدہ یہ ہے کہ ایک معروف آدمی منٹوں میں اپنے خواب کے اجزاء کو یکے بعد دیگرے دیکھ کر ان کی تفصیلات کی روشنی میں ایک جامع تعبیر اخذ کر سکتا ہے۔ اس کتاب میں دورہ جدید کی تمام نئی ایجاد شدہ اشیاء کی تعبیرات کو مختصراً جمع کر دیا گیا ہے، جس سے پرانی کتب کے بالمقابل دورِ جدید کے تقاضوں کی تکمیل ہوتی ہے۔ ”خوابوں کی تعبیر اور ان کی حقیقت“ (اول و دوم) حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک شاندار، قابل قدر تصنیف اور ایک علمی کارنامہ ہے بلکہ اردو زبان میں ایک نایاب تحفہ ہے، جس کی مثال دورِ حاضر میں نایاب ہے، انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ قارئین خوابوں سے متعلق بے شمار فوائد حاصل کر سکیں گے۔ قیمت: